1065/1

جملہ حقوق محفوظ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۱۶)

مولانا حبیب احمد شروانی
ذخیرہ
لاہور پاکستان

اُسوۂ صحابہؓ

حصۂ اوّل

جس میں صحابہؓ اور صحابیاتؓ رضی اللہ عنہم کے عقائد، عبادات، اخلاق، حسنِ معاشرت اور طرزِ معاشرت وغیرہ کی تفصیل کرکے یہ دکھایا گیا ہے کہ اُن کی زندگی عمل بالکتاب والسنۃ کا کامل ترین نمونہ تھی

از

مولانا عبد السلام ندوی

باہتمام:- مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ مطبوع گردید

طبع سوم سنہ ۱۳۷۰ھ
۱۹۵۰ء

Marfat.com

1645/1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

اسوۂ صحابہ کا پہلا اڈیشن جب شائع ہوا تو وہ اگرچہ اس قدر مقبولِ عام ہوا کہ لوگون نے اس کی تنقید کی طرف بہت کم توجہ کی، تاہم بہ مقتضائے فطرت انسانی اس مین جابجا غلطیان تھین، اور وہ صرف کتابت ہی کی غلطیون تک محدود نہ تھین، بلکہ بعض مقامات پر خود مجھ سے نقل و ترجمہ و ادائے معنی و مطالب مین متعدد غلطیان ہوگئی تھین، بعض لوگون نے ان کی طرف توجہ دلائی تو اسی وقت مین نے ارادہ کرلیا کہ جب اس کتاب کا دوسرا اڈیشن شائع ہوگا تو مین تمام و کمال دوبارہ اس کتاب پر نظر ثانی کرون گا، اور اس وقت ان تمام غلطیون کی اصلاح ہوجائے گی، چنانچہ امسال اس کتاب کے دوسرے اڈیشن کے طبع و اشاعت کی باری آئی، تو مین نے اس پر نظر ثانی کی، اور صرف عبارت و کتابت کی اصلاح تک اپنی کوشش کو محدود نہین رکھا، بلکہ ایک ایک روایت کی تطبیق کی اور اس کو اصل کتاب سے ملایا، اسطرح تمام آیاتِ قرآنی کی تصحیح کی، اسی سلسلے مین اور بھی متعدد واقعات نظر سے گذرے جن کا اضافہ کیا، اور بعض چیزین حذف کردین، اگرچہ اس کوشش کے بعد بھی بتری نفس کا دعویٰ نہین، تاہم صحت کی کوشش بہت کچھ کی ہے، اور عبارت مین بہت کچھ تغیر کیا ہے، بعض روایتون کی تطبیق و تصحیح مین ہمارے عزیز رفیق مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی نے مجھکو مدد دی ہے، اس لیے مین ان کا شکریہ ادا کرتا ہون،

عبد السلام ندوی

Marfat.com

فہرست مضامین

اُسوۂ صحابہؓ جلد اوّل

مضمون	صفحہ
دیباچہ	
مقدمہ	۱ - ۸
صحابی کی تعریف	۹
صحابہ کی تعداد	۱۴
صحابہ کی شناخت	۱۶
صحابہ کی عدالت	۱۸
صحابہ کے طبقے	۲۱
صحابہ کا زمانہ	۲۲
قبولِ اسلام	۲۴-۲۹
قرآن مجید کا اثر	۲۴
اخلاق نبوی کا اثر	۲۶
مواعظِ نبوی کا اثر	۲۷
شمائلِ نبوی کا اثر	"
دعوۃِ اسلام کا اثر	"
معجزات کا اثر	"
فتحِ مکہ کا اثر	"
قوتِ ایمان	۳۰-۴۳
طمع و ترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا	۳۱
تحمل شدائد	۳۲
قطعِ علائق	۳۵
ہجرت	۳۹
عقائد	۴۴-۵۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ
توحید	۴۴
تنزہ عن الشرک	۴۵
بت شکنی	۴۶
ایمان بالرسالت	۴۸
ایمان بالغیب	۵۱
ایمان بالقدر	۵۲
عبادات	۸۹
پنجوقتہ نیاز وضو کرنا	۵۴
ہمیشہ باوضو رہنا	〃
پنجوقتہ مسواک کرنا	〃
نماز پنجگانہ	۵۵
نماز جمعہ	۵۶
نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف	۵۷
تہجد و نماز شب	۵۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سجدہ اور نوافل میں شرکت	۶۰
قیام رمضان	۶۱
پابندی اوقات نماز	۶۲

مضمون	صفحہ
پابندی جماعت	۶۳
نماز میں خشوع و خضوع	۶۵
زکوٰۃ مفروضہ	۵۷
صدقۂ فطر ادا کرنا	۶۸
صدقۂ و خیرات	۶۹
مردوں کی جانب سے صدقہ کرنا	۷۲
اعزہ و اقارب پر صدقہ کرنا	۷۳
صدقہ دینے پر اصرار	۷۴
صدقہ دینے میں مسابقت	〃
اخفائے صدقہ	۷۵
اپنے بہترین مال کا انفاق	〃
صوم رمضان	۷۷
سفر میں روزہ رکھنا	۷۸
صوم عاشورا	〃
صوم داؤدی	۷۹
صوم وصال	〃
دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے	〃
ایام بیض کے روزے	۸۰

Marfat.com

مضمون	صفحہ
صائم الدہر رہنا	۸۰
نفل کے روزے رکھنا	۸۱
مردون کی جانب سے روزہ رکھنا	"
بچون سے روزہ رکھوانا	"
اعتکاف	۸۲
حج	"
باپ ماں کی طرف سے حج ادا کرنا	۸۴
عمرہ	"
قربانی کرنا	۸۵
شوقِ جہاد	"
شوقِ شہادت	۸۶
خلوص فی الجہاد	۸۸
عمل بالقران	۹۰
اتباعِ سنت	۱۰۱
محرماتِ شرعیہ سے اجتناب	۱۰۵-۱۱۷
اکلِ حرام سے اجتناب	۱۰۵
زکوٰۃ وصدقہ سے اجتناب	۱۰۶
قتلِ مسلم سے اجتناب	۱۰۸
سود خواری سے اجتناب	۱۰۹
شراب خواری سے اجتناب	۱۱۰
بدکاری سے اجتناب	۱۱۱
راگ باجے سے اجتناب	۱۱۳
مشتبہات سے اجتناب	۱۱۴
جامع الابواب	۱۱۸-۱۳۵
تلاوتِ قرآن	۱۱۸
حفظ قرآن	۱۲۱
تسبیح وتہلیل	۱۲۲
ذکر الٰہی	۱۲۳
خوف قیامت	"
خوفِ عذابِ قبر	۱۲۶
گریۂ وبکا	۱۲۷
الحب فی اللہ	۱۲۸
البغض فی اللہ	۱۲۹
مقامات مقدسہ کی زیارت	۱۳۰
فرائض مذہبی کے ادا کرنے مین	۱۳۱
جسمانی تکلیفین اٹھانا	

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شوقِ حصولِ ثواب	۱۳۲
پابندیِ نذر و قسم	۱۳۴
تبجیل الرسول	۱۳۶-۱۸۸
برکت اندوزی	۱۳۶
محافظتِ یادگارِ رسول	۱۳۸
ادبِ رسولؐ	۱۴۲
جان نثاری	۱۴۸
خدمتِ رسولؐ	۱۵۳
محبتِ رسولؐ	۱۵۹
اہل بیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کی عزت و محبت	۱۶۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کی عزت اور محبت	۱۶۵
شوقِ زیارتِ رسولؐ	۱۶۶
شوقِ دیدارِ رسولؐ	۱۶۷
شوقِ صحبتِ رسولؐ	۱۶۸
رسول اللہ کی صحبت کا اثر	۱۶۹
استقبالِ رسولؐ	۱۷۰
ضیافتِ رسولؐ	۱۷۱
نعتِ رسولؐ	۱۷۳
رضامندیِ رسولؐ	۱۷۴
خاتمِ رسولؐ	۱۷۸
تفویض الی الرسولؐ	۱۷۹
ہیبتِ رسولؐ	۱۸۰
اطاعتِ رسولؐ	۱۸۲
پابندیِ احکامِ رسولؐ	۱۸۳
ادبِ حرمِ نبویؐ	۱۸۷
فضائلِ اخلاق	۱۸۹-۲۲۵
مسکین نوازی	۱۸۹
استغفار	۱۹۰
ایثار	۱۹۳
فیاضی	۱۹۴
کفِ لسان	۱۹۹
عیب پوشی	۲۰۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ
انتقام زلینا	۲۰۲
علم	۲۰۳
مہمان نوازی	۲۰۴
تحفظِ عزت	۲۰۶
صبر و ثبات	″
جرأت و شجاعت	۲۰۸
اعترافِ گناہ	۲۱۱
صداقت	۲۱۲
دیانت	۲۱۵
خاکساری	۲۱۸
عفو و درگذر	″
عصبیت اور حمیتِ قومی	۲۲۰
شکرِ الٰہی	۲۲۱
استغنا	۲۲۲
شرم و حیا	۲۲۳
طہارت و نظافت	۲۲۵
زندہ دلی	۲۲۷
پابندیِ عہد	۲۳۰
رازداری	۲۳۱
جانوروں پر شفقت	۲۳۳
غیرت	۲۳۴
حسنِ معاشرت	۲۳۶-۲۷۷
صلہ رحم	۲۳۶
ماں باپ کے ساتھ سلوک	۲۳۸
بھائی سے محبت	۲۴۰
محبت اولاد	۲۴۱
بچوں کی پرورش	۲۴۳
پرورشِ یتامیٰ	۲۴۶
شوہر کی محبت	۲۴۸
شوہر کی خدمت	۲۴۹
شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت	۲۵۰
شوہر کی خوشنودی	۲۵۲
بی بی کی محبت	″
ہمسایوں کے ساتھ سلوک	۲۵۴
غلاموں کے ساتھ سلوک	۲۵۵
باہمی محبت	۲۵۸

Marfat.com

مضمون	صفحہ
باہمی اعانت	۲۶۰
ایک کے رنج وسرت مین دوسرے کی شرکت	۲۶۲
حسن رفاقت	۲۶۳
بزرگون کا ادب	″
دوستون کی ملاقات	۲۶۴
ہدیہ دینا	۲۶۵
عیادت	″
تیمارداری	۲۶۶
عزاداری	۲۶۷
سلام کرنا	″
مصافحہ کرنا	۲۶۹
معاوضۂ احسان	″
سپاس گذاری	۲۷۰
حسن ظن	″
مصالحت وصفائی	۲۷۱
معاصرین کی فضیلت کا اعتراف	۲۷۲
مساوات	۲۷۳
فرق مراتب کا لحاظ	۲۷۵

مضمون	صفحہ
حسن معاملت	۲۷۷-۲۸۵
ادائے قرض کا خیال	۲۷۷
قرض دارون کو مہلت دینا،	۲۷۹
وضع دین	۲۸۰
دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا	۲۸۱
وصیت کا پورا کرنا	۲۸۲
عورتون کا مہر ادا کرنا	″
بیبیون کے درمیان عدل کرنا،	۲۸۳
بیع وشرا مین مسامحت	″
تقسیم وراثت مین دیانت	۲۸۴
ظلم وغضب سے اجتناب	″
قسم کھانے سے اجتناب	۲۸۵
طرز معاشرت	۲۸۶-۲۹۳
غربت وافلاس	۲۸۶
لباس	۲۸۸
غذا	۲۹۱
مکان	۲۹۳

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اثاث البیت	۲۹۳	اپنا کام خود کرنا	۲۹۹
سامانِ آرائش	۲۹۴	ذرائعِ معاش	۳۰۲
زہد و تقشف	″	خاتمہ	۳۰۷

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

انسان کے فرائض مین سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح اور نفوس بشری کی تہذیب و تکمیل کی جائے، علوم و فنون، تہذیب و تمدن صنعت و حرفت غرض وہ تمام چیزین جو ہمیشہ سے دنیا کا سرمایۂ ناز رہی ہین، آسمان کی ہزارون گردشون اور زمانہ کے ہزارون انقلابات کے بعد عالم وجود مین آئین، لیکن تہذیب نفوس انسانی کا فرض اس قدر ضروری تھا کہ دنیا کا پہلا انسان (آدم) دنیا مین آیا تو اس کی ذمہ داریون سے گرانبار ہو کر آیا، حضرت آدمؑ کے بعد اس سلسلے کو زیادہ ترقی ہوئی اور بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے فضائل و مناقب کا مجموعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تھی جہان پہنچ کر یہ سلسلہ ابدالآباد تک کے لیے مکمل ہو گیا اور وحی الٰہی نے یہ مژدہ سنایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا،

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس برگزیدۂ اصفیاء اور عصارۂ انبیاء یعنی سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدس فرض کو کس وسعت اور کس جامعیت

Marfat.com

کے ساتھ ادا کیا؟ اور نفوسِ بشریہ کو تہذیبِ اخلاق کے کس درجۂ کمال تک پہنچایا؟ تو اس کا جواب ہم کو اسلام کے ان مقدس بزرگون کے فضائل اخلاق کی خاموش زبان سے دینا ہوگا، جو آپ کے اخلاق و اعمال کے مظہرِ اتم، آپ کی تعلیم و تربیت کی مثالِ بین، آپ کی ہدایت و ارشاد کے مخاطبِ اول، اور آپ کے فیضِ صحبت سے فیض اندوز تھے،

اس مقدس جماعت کی نشو و نما بھی دنیا کے حیرت انگیز واقعات کی ایک عجیب و غریب مثال ہی، اول اول جب رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو عقائد و اعمال کے اصلاح کی دعوت دی تو ریگستان عرب کے ایک ذرّہ نے بھی اس کا جواب نہ دیا، لیکن صدقت کے اثر اور تربیت پذیری کے جوہر نے چند ہی دنون مین آپ کے آگے پیچھے، دائین بائین غرض ہر طرف ان بزرگون کی قطارین کھڑی کر دین جن کے وجود سے دعوت نوح، بعثت موسیٰ اور نبوت عیسیٰ کی تاریخ اکثر خالی ہی، ابتدا اُن بزرگون کا نام انگلیون پر گنا جا سکتا تھا ہجرت کے زمانہ تک ان مین معتدبہ اضافہ ہوا، اور غزوۂ بدر کی صف مین تین سو تیرہ سرفروش تیغ بکف نظر آئے، فتح مکہ مین یہ تعداد دس ہزار تک پہنچگئی، اور حجۃ الوداع مین ایک لاکھ ہزار صحابہ آپ کے جلو مین روانہ ہوئے لیکن جب آپنے انتقال فرمایا تو یہ تعداد لاکھون سے متجاوز تھی،

دریاے حق کے جزر و مد کا یہ کتنا عجیب و غریب منظر ہے حضرت نوح علیہ السلام مدتون توحید کا غلغلہ بلند کرتے رہے، لیکن ان کے سایے کے سوا کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار و اعوان کی جستجو مین "من انصاری الی اللہ" کا نعرہ لگایا لیکن چند حواریین کے سوا کسی نے ان کی حمایت نہ کی لیکن رسول اللہ صلعم نے دنیا کو چھوڑا تو اس آفتاب عالمتاب کے نور سے ریگستان عرب کا ذرہ ذرہ روشن تھا، لیکن دوسرے پیغمبرون پر آپ کو صرف یہی

Marfat.com

فضیلت حاصل نہین ہی کہ آپ کے اصحاب کی تعداد اکثر پیمبرون کے اصحاب سے زیادہ ہی، بلکہ آپ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہی کہ آپ کے نور ہدایت نے جن ذرون کو روشن کردیا تھا، وہ ابتک اسی آب وتاب کے ساتھ چمک رہے ہین اور گم گشتگان راہ انھین ستارون کی روشنی مین اصحابی کالنجوم، اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا رہے ہین، اگر ہم شناوران طوفان نوح کے حالات کا پتہ لگانا چاہین تو ناکامی کے سوا ہم کو کیا ملے گا؟ اگر ہم معتکفان وادی تیہ کے اخلاق وعادات سے واقف ہونا چاہین تو خاک بیزی کے سوا کیا حاصل ہوگا؟ اگر ہم حوارئین عیسی کے سوانح تلاش کرین تو چند غیر مرئی نقوش کے سوا ہم کو تاریخ کے صفحون مین کیا نظر آئیگا، لیکن اصحاب محمد کے ایک ایک خط وخال کو ہم تاریخ کے مرقع مین دیکھ سکتے ہین، اور اس مرقع کو مذہبی علمی سیاسی اخلاقی غرض ہر حیثیت سے دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ پیش کرسکتے ہین؛

تاریخ کے اسی خاص سلسلے کا نام سیر الصحابہ ہے اور علمائے اسلام کو اس سلسلہ کی تدوین وترتیب کا خیال اس بنا پر پیدا ہوا کہ روایات مین سب سے پہلے صحابہ کرام ہی کا نام آتا ہی؛ یہی وجہ ہے کہ اول اول محدثین نے اس کی طرف توجہ کی اور صحابہ کرام کے حالات مین سب سے پہلی کتاب امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ نے تصنیف کی جس کا نام اسماء الصحابہ تھا، اور جسکا کچھ حصہ علامہ ابوالقاسم بغوی کبیر نے اپنی کتاب معجم الصحابہ مین نقل کیا ہے[1] اس کے بعد اس فن کو بہت زیادہ ترقی ہوئی اور بکثرت علما امثال ابوبکر بن ابوداؤد عبدان احمد بن ابوعلی بن السکن ابوحفص بن شاہین ابومنصور ماوردی ابوحاتم بن حبان اور طبرانی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابین تصنیف کین لیکن ان مین سب سے زیادہ ابوعبداللہ مندہ ابونعیم اور قاضی ابوبکر بن

[1] مقدمہ اصابہ وکشف الظنون ۱۲

Marfat.com

عبدالبر کی کتابین مقبول ہوئین اور انھین کو تمام متاخرین نے اپنی کتابون کا ماخذ قرار دیا۔

یہ کتابین اگرچہ قدماء کی کتابون سے زیادہ جامع تھین تاہم ان مین بھی بہت سے صحابہ کے حالات رہ گئے تھے، اس لیے متعدد علماء نے ان پر ذیل لکھے، چنانچہ ابوالموسی المدینی نے عبداللہ بن مندہ کی کتاب پر اور ابوبکر بن فتحون اور ابوعلی غسانی نے قاضی عبدالبر کی تصنیف پر ذیل لکھا، اور اس مین بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا، لیکن یہ تمام کتابین ناپید ہین، صرف قاضی عبدالبر کی کتاب استیعاب دو جلدون مین موجود ہے، جسمین ساڑھے تین ہزار صحابہ کے حالات مذکور ہین اور ابن فتحون نے جو ذیل لکھا تھا، اس مین قریب قریب اسی قدر نامون کا اور اضافہ کیا تھا[1]،

ان سب کے بعد علامہ ابن اثیر جزری (المتوفی ۶۳۰ھ) نے صحابہ کے حالات مین ایک نہایت مبسوط کتاب لکھی جس کا نام اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے، اس کتاب مین سات ہزار پانچسو چون صحابہ کے حالات ہین اور اس کا ماخذ ابن مندہ، قاضی عبدالبر و ابونعیم اور ابوموسیٰ کی کتابین ہین جن مین صحابہ کے جس قدر حالات مذکور تھے، علامہ موصوف نے ان سب کو اپنی کتاب مین یکجا جمع کر دیا، اور ذیل ابوعلی غسانی وغیرہ کی مدد سے بہت سے نامون کا اضافہ کیا، اس کے ساتھ اور بھی بہت سی کتابون سے مدد لی اور سب کی مختلف خصوصیات کو ایک جگہ جمع کر دیا، لیکن اس کتاب مین بھی بہت سے ایسے لوگون کے نام آگئے تھے جو صحابی نہ تھے، اس لیے علامہ ذہبی نے تجرید الصحابہ کے نام سے ایک کتاب لکھی جسمین ان غلطیون کی اصلاح کی اور آٹھ ہزار صحابہ کے نامون کا اور اضافہ کیا[2]،

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے پانچ جلدون مین ایک نہایت

[1] مقدمہ اصابہ و اسد الغابہ ۱۲ [2] مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ، مقدمہ اسد الغابہ و مقدمہ اصابہ

Marfat.com

مفصل کتاب لکھی جس کا نام اصابہ فی تمییز الصحابہ رکھا اور اس مین ان تمام صحابہ کے علاوہ جو استیعاب، ذیلِ استیعاب اور اسد الغابہ مین مذکور ہین بہت سے صحابہ کے حالات کا اضافہ کیا اور حافظ جلال الدین سیوطی نے عین الاصابہ کے نام سے اس کا ایک خلاصہ لکھا جو ناتمام رہا[1]، لیکن باینہمہ ضبط و استقصا، یہ کل سرمایہ اس دریا کا صرف ایک قطرہ ہے جو مدتون ریگستانِ عرب مین موجین مارتا رہا، ابوزرعہ کا قول ہی کہ جن لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یا آپ سے سنا ان کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی[2]،

بہرحال صحابہ کے حالات مین سردست جو کتابین ہمارے پاس موجود ہین وہ صرف یہی استیعاب، اسد الغابہ، اصابہ اور تجرید اسماء الصحابہ ہین، لیکن ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابون سے صحابہ کے حالات معلوم ہو سکتے ہین، مثلاً حافظ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں اُن تمام صحابہ کا ذکر کیا ہی جنھون نے مصر مین قیام کیا ہی، طبقات الحفاظ اور طبری مین بھی اکابر صحابہ کے حالات مذکور ہین، اور طبقات ابن سعد کی متعدد جلدون مین بھی صحابہ کے مفصل حالات ملتے ہین،

لیکن ابتک بار بار مشک کے رگڑنے کی ضرورت باقی ہی، یہ سچ ہے کہ ان کتابون کے ذریعہ سے صحابہ کرام کے عام حالات معلوم ہو سکتے ہین لیکن اس زمانہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگون مین شوقِ عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کی طرف مائل ہون، یہی وجہ ہے کہ اس دور تجدید و اصلاح مین ہندوستان کے مجدد اعظم مولانا شبلی مرحوم کو جب مسلمانون کی ترقی و اصلاح کا خیال پیدا ہوا تو انھون نے

[1] کشف الظنون ذکر اصابہ و عین الاصابہ [2] مقدمہ تجرید اسماء الصحابہ

Marfat.com

اسی تریاق اکبر کو اس درد کا علاج قرار دیا، اور ہمیشہ اس فکر مین رہے کہ صحابۂ کرام کے فضائل ومناقب اس ترتیب وجامعیت کے ساتھ لکھے جائین کہ دنیا کے سامنے معاشرت واخلاق اور عبادات ومعاملات کا بہترین عملی مجموعہ آجائے، چنانچہ ایک بار مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے اس مقدس کام کے لیے آمادگی ظاہر کی تو یہ دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی اور ان کو ایک خط مین لکھا:

"واللہ میرے دل کی بات چھین لی، صحابہ کے حالات سے بڑھکر کوئی چیز ہمارے لیے نمونہ نہین بن سکتی، لیکن ہر پہلو کو لیجیے، اور ان پہلوؤن کو صاف دکھلایئے جن سے آج کل کے مولوی قصداً چشم پوشی کرتے ہین،

مقصد ذیل کتابین اس کے لیے ضروری ہین، استیعاب قاضی عبدالبر، اسد الغابہ ابن اثیر، اصابہ ابن حجر، شامی[1]"

سیرۃ نبوی کی تدوین وتالیف مین مصروف ہوئے تو یہ ضرورت اور بھی شدت کے ساتھ محسوس ہوئی، اور عملاً اس کام کی تکمیل کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ مولوی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ ریاست بھوپال کو ایک خط مین تحریر فرماتے ہین:-

"سیرت کی رقم بھی مستقل ہوجاتی تو بہت اچھا ہوتا، اس مد کی تصنیف کا مستقل سلسلہ قائم رہتا، کانونہ ہین بھتک تو ڈال دیجیے، وسیع سلسلہ ہے مثلاً سیر الصحابہ، سیر ازواج پیغمبر علیہ السلام وغیرہ[2]"

لیکن ابھی خود سیرت ہی مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ع

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

اہم کام ان رفتہ کا نقش قدم باقی تھا، یعنی مولانا مرحوم کے فرزندان روحانی باقی تھے،

[1] مکاتیب شبلی جلد اول صفحہ ۲۲۴ [2] مکاتیب شبلی جلد ۱ صفحہ ۲۶۹،

Marfat.com

اور ان کے غیر مختتم اعمال صالحہ کی تکمیل کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر چکے تھے، اس لیے انھوں نے سیرت نبوی کی تکمیل کے ساتھ سیر الصحابہ کی تدوین و تالیف کا کام بھی شروع کر دیا اور الحمد للہ کہ توفیق ایزدی نے ان کو اس ارادہ میں کامیاب کیا، اور مولانائے مرحوم نے اس کتاب کا جو ذہنی خاکہ قایم کیا تھا اسی کے مطابق کتاب کی تدوین و تالیف کا سلسلہ جاری ہوا اور تین شخصوں نے اس مقدس کام میں شب و روز مصروف و سرگرم رہ کر

(۱) ایک شخص نے متعدد جلدوں میں مہاجرین کے حالات لکھے جس میں عشرہ مبشرہ کے لیے ایک حصہ مخصوص کر لیا گیا، اور بقیہ حصے عام مہاجرین کے حالات میں لکھے گئے۔

(۲) ایک شخص نے انصار کے حالات زندگی متعدد جلدوں میں لکھے جس میں حلفائے انصار کے تذکرے بھی شامل ہیں،

(۳) اسی سلسلہ میں صحابیات کے حالات بھی ایک مستقل جلد میں لکھے جس میں مہاجرات اور انصاریات دونوں کے حالات ہیں،

(۴) سارے حالات زندگی کے علاوہ ایک جلد میں صحابہ کرام کے عقائد، عبادات معاملات، معاشرت، اخلاق و سیاست اور کارنامہائے زندگی کی تفصیل کی گئی اور یہ اس کا پہلا حصہ ہے جو اس وقت قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے،

انبیاء صوفیہ اور پیشوایان مذہب کے متعلق جو مبالغہ آمیز اور موضوع روایتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ قدرتی طور پر صحابہ کرام کے متعلق بھی پیدا ہوئیں اور اس شدت کے ساتھ اسلامی لٹریچر میں سرایت کر گئیں کہ عام طور پر فضائل و مناقب کے لفظ سے اسی قسم کی روایتوں کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے، لیکن اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس قسم

Marfat.com

کی دوراز کار روایات کو بالکل نظر انداز کردیا گیا ہی، اور تمام واقعات اسماء الرجال اور تاریخ کی مستند کتابون سے بہم پہنچائے گئے ہین، اور جہان تک ہوسکا ہی تاریخ وررجال کی کتابون کے علاوہ صحاح ستہ بالخصوص صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مدد لی گئی ہی،

کتاب کی مقبولیت وعدم مقبولیت کا تما مترداروبدار خدا کے فضل وکرم، قوم کے مذہبی احساس اور ذوقِ صحیح پر ہی لیکن کتاب کی ترتیب مین جو کد وکاوش کی گئی ہی، صحت کا جو التزام کیا گیا ہے، فضائلِ اخلاق کے جو عنوانات قایم کیے گئے ہین، صحابۂ کرام کی زندگی کے ایک ایک خط وخال کو جس طرح نمایان کیا گیا ہی، اس کے لحاظ سے یہ دعویٰ بیجا نہ ہوگا کہ اس موضوع پر آجتک ایسی جامع کتاب اردو فارسی کیا عربی مین بھی نہین لکھی گئی لیکن اس کتاب کی تدوین وتالیف کا یہ مقصد نہین ہی کہ قوم سے صرف حسن قبول کا تمغہ حاصل کیا جائے، بلکہ اصلی مقصد یہ ہی کہ خداوند تعالیٰ اس کتاب کی برکت سے قوم مین وہی اخلاقی، مذہبی اور علمی روح پیدا کردے جو صحابۂ کرام کے قالب مین موجود تھی، اس بنا پر اگر قوم نے اس حیثیت سے اس کتاب کا خیر مقدم کیا تو وہی اُن ناچیز کوششوں کا صلہ ہوگا، جو اس کتاب کی تدوین وترتیب مین کی گئی ہین، السعی منی والاتمام من اللہ

عبدالسلام ندوی

دارالمصنفین اعظم گڈھ

Marfat.com

مقدمہ

صحابی کی تعریف

عہد رسالت مین بہت سے بزرگون نے مدتون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کے ساتھ متعدد غزوات مین شرکت کی تھی بہت سے بزرگون نے آپ سے بکثرت احادیث کی روایتین کی تھین بہت سے بزرگون نے مسلمان ہوکر سن بلوغ مین آپ کو دیکھا تھا، بہت سے بزرگون نے آپ کو قبل اسلام تو دیکھا تھا لیکن بعد اسلام ان کو یہ شرف حاصل نہین ہوا، بہت سے لوگ گو عہد رسالت مین موجود تھے لیکن انکو آپ سے ملنے یا آپ کے دیکھنے کا موقع نہین ملا، بہت سے لوگون نے آپ کی زندگی مین تو آپکو نہین دیکھا لیکن آپ کی وفات کے بعد ان کو آپ کا دیدار نصیب ہوا، اور ان کے علاوہ بہت سے بچے تھے جو بعد مبارک عہد مین پیدا ہوئے، اور صحابہ کرام نے حصول برکت کے لیے انکو آپ کی خدمت مین حاضر کیا، اور آپ نے ان کا نام رکھا اور ان کو دعا دی، اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف الحیثیات

لہ مثلاً خلفائے راشدین اور تمام اکابر صحابہ سے مثلاً اشرکائے حجۃ الوداع سے مثلاً ورقہ بن نوفل سے مثلاً حضرت اویس قرنی اور احنف بن قیس ۵ مثلاً ابن ابی ذویب الہذلی شاعر ۶ مثلاً عبید اللہ بن الحارث بن نوفل، عبد اللہ بن ابی طلحۃ الانصاری اور محمد بن ابی بکر الصدیق جو آپ کی وفات سے تقریباً تین مہینے پیشتر حجۃ الوداع کے زمانہ مین پیدا ہوے تھے،

Marfat.com

بزرگون ہین ... کون لوگ ہین جن پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا جا سکتا ہی؟ اور وہ صحابہ رسول اللہ صلعم کے مقدس خطاب سے یاد کئے جا سکتے ہین ؟

(۱) محدثین کی ایک جماعت اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونیکے لیے یہ شرط لگائی ہی کہ اسکو ایک مدت تک رسول اللہ صلعم کیساتھ نشست و برخاست کا موقع ملا ہو، کیونکہ عرف عام مین جب یہ کہا جاتا ہی کہ فلان شخص فلان کا ساتھی یا رفیق ہی تو اس سے صرف یہی سمجھا جاتا ہی کہ اس نے ایک کافی زمانہ تک اس کی صحبت اٹھائی ہی، جو لوگ کسی شخص کو محض دور یا قریب سے دیکھ لیتے ہین اور ان کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، اور بات چیت کرنے کا موقع نہین ملتا، ان کو عام طور پر اس کا رفیق و ساتھی نہین کہا جاتا، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول ہی کہ باتفاق اہل لغت صحابی صحبت سے مشتق ہی، مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہین، بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو سکتا ہی جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو، اس لیے کہا جاتا ہی کہ مین نے ایک سال ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی تک ایک شخص کی صحبت اٹھائی، اس لیے صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونون پر صحبت کا اطلاق ہو سکتا ہی لیکن اس کے ساتھ عرفاً صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس نے کسی کی طویل صحبت اٹھائی ہو، عرفاً اس شخص کو صحابی نہین کہہ سکتے جس نے کسی سے ایک گھنٹہ کی ملاقات کی ہو، یا اس کیساتھ چند قدم چلا ہو، یا اس سے کوئی حدیث سنی ہو[۱]،

بلکہ حضرت سعید بن مسیب رض کے نزدیک صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہین جس کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دو ایک غزوات مین شرکت کا موقع ملا ہو اور کم از کم اس نے سال دو سال تک آپ کے ساتھ قیام کیا ہو،

(۲) بعض لوگون کے نزدیک صحابی صرف اس کو کہتے ہین جس نے رسول اللہ صلعم سے

[۱] اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۲

Marfat.com

احادیث کی روایت کی ہو،

(۳) بعض لوگون کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے صرف طویل صحبت کافی نہین ہے، بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے آپ کی صحبت بغرض حصول علم وعمل اختیار کی ہے، چنانچہ علامہ سخاوی فتح المغیث مین لکھتے ہین :-

قال ابو الحسین فی المعتمد هو من	ابو الحسین نے معتمد مین کہا ہے کہ صحابی وہ ہے
طالت مجالسته له علی طریق التبع له	جس نے بطریق اتباع آپکی طویل صحبت اٹھائی
والاخذ عنه اما من طالت	ہو اور آپ سے علم حاصل کیا ہو، جن لوگون نے
صحبته دون قصد الاتباع	اس کے بغیر آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو
او لم تطل کالوافدین	اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا لیکن طویل
فلا[1]،	صحبت نہین اتفاق، مثلاً وفود مین
	آنے والے لوگ تو وہ صحابی نہین،

(۴) بعض لوگ ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت بلوغ اور حالت صحت عقل مین آپکو دیکھا ہے،

(۵) بعض لوگون کے نزدیک آپ کا دیکھنا بھی ضروری نہین، بلکہ ہر اس مسلمان کو صحابی کہہ سکتے ہین جو عہد رسالت مین موجود تھا، چنانچہ قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب استیعاب مین اور ابن مندہ نے اپنی کتاب معرفۃ الصحابہ مین اسی شرط کی بنا پر صحابہ کے ساتھ رہنے والے ان لوگون کا تذکرہ بھی کیا ہے جو آپ کے عہد مین موجود تھے، مگر آپ کو دیکھا نہین تھا لیکن درحقیقت یہ لوگ صحابی نہ تھے بلکہ اس سے مقصد یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگون کے حالات کا

[1] فتح المغیث ص ۱۷۰ ج ۳

Marfat.com

استقصاء کرلیا جائے۔

(۶) محدثین کی ایک جماعت جسمین امام احمد، علی بن مدینی، اور امام بخاری بھی شامل ہین، صحابی کا خطاب صرف ان لوگون کو دیتی ہی جنھون نے رسول اللہ صلعم کو حالتِ اسلام مین دیکھا ہی، بلکہ آنکھون سے دیکھنا بھی ضروری نہین صرف آپ کی ملاقات کافی ہی، مثلاً حضرت عبداللہ بن مکتومؓ اندھے تھے، اس لیے آپ کو آنکھ سے نہین دیکھ سکتے تھے، لیکن باایںہمہ ان کا شمار صحابہ مین ہی، کیونکہ ان کو آپ کا شرفِ ملاقات حاصل تھا،

ان لوگون کا استدلال یہ ہے کہ لغت کے رُو سے ہر اس شخص کو صحابی کہہ سکتے ہین جس نے زمانہ کی کسی ساعت مین ایک شخص کی صحبت اٹھائی ہے، امام احمد بن حنبل کا قول ہی کہ ہر وہ شخص جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک منٹ تک رسول اللہ صلعم کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو صرف دیکھا وہ صحابی ہے، امام بخاری فرماتے ہین کہ جس مسلمان نے آپ کی صحبت اُٹھائی یا آپ کو دیکھا وہ صحابی ہے[1]۔

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کے عہد مبارک مین پیدا ہوکر سنِ بلوغ کو نہین پہونچے وہ صحابی نہین ہین، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ مین لکھتے ہین۔

ذکرا ولئک فی الصحابۃ انما ہو علی سبیل الالحاق لغلبۃ الظن علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم راٰھم[2]

صحابہ مین ان لوگون کا ذکر بالکل الحاقی ہی کیونکہ ظن غالب یہی ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ان کو دیکھا ہوگا،

لیکن بعض لوگون کے نزدیک یہ لوگ بھی صحابہ کے گروہ مین داخل ہین، چنانچہ مولانا عبدالحیٔ صاحب ظفر الامانی مین لکھتے ہین۔

---

[1] اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۲ [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۵،

Marfat.com

والراجح هو دخوله فيهم نعم حدیثه مرسل لکنه مرسل مقبول[1]

ترجیح یہ ہے کہ یہ لوگ بھی صحابہ میں داخل ہیں البتہ انکی حدیث مرسل ہے لیکن وہ مرسل مقبول ہے

اسی طرح جن لوگون نے آپ کو بعد وفات دیکھا تھا، وہ بھی صحابہ کی جماعت میں داخل نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ اصابہ میں لکھتے ہیں،

والراجح عدم الدخول[2]

قول راجح یہ ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں،

جو مسلمان آپ کے زمانہ میں موجود تھے، لیکن ان کو آپ کا دیدار نصیب نہیں ہوا وہ بھی صحابی نہیں ہیں، چنانچہ حضرت اویس قرنی اسی قسم کے بزرگ ہیں،

جن لوگون نے اسلام لانے سے پہلے آپ کو دیکھا تھا، لیکن سلام لانے کے بعد ان کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی وہ بھی صحابی نہیں ہیں بلکہ انکا شمار کبار تابعین میں ہے،[3] اب ان اقوال کے مطابق صرف اُن لوگون کو صحابی کہا جا سکتا ہے،

(۱) جنھون نے ایک مدت تک آپ کا شرفِ صحبت حاصل کیا ہے،

(۲) یا کم از کم ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ شرکت کی ہے،

(۳) یا آپ سے احادیث کی روایت کی ہے،

(۴) یا آپ کی صحبت حصولِ علم و عمل کے لیے اختیار کی ہے

(۵) یا مسلمان ہونے کے ساتھ آپ کو حالتِ بلوغ و حالتِ ثباتِ عقل میں دیکھا ہے یا آپ سے ملاقات کی ہے

(۶) یا حالتِ اسلام میں محض آپ کو دیکھا ہے، یا ملاقات کی ہے،

ان اقوال میں چھٹا یعنی آخری قول جمہور کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور عام مسلمانون

---

[1] کتاب مذکور صفحہ ۳۰۷ [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۸ [3] ظفر الامانی صفحہ ۳۰۸،

Marfat.com

مین مقبول ہی کیونکہ یہ ان تمام صحابہ کو شامل ہی جن سے احادیث کی روایت کی جاسکتی ہی اور ان کو اُسوۂ حسنہ بنایا جاسکتا ہی، اس کے بعد پہلا یعنی اصولیین کا قول قابل اعتبار ہی، کیونکہ اس سے اگرچہ بہت سے وہ صحابہ جنھون نے صرف رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا لیکن آپکی فیض صحبت سے کافی زمانہ تک متمتع نہین ہوئے تھے، صحابہؓ کی جماعت سے نکل جاتے ہین، تاہم اس کے ذریعہ سے صحابیت کا ایک بلند معیار قائم ہوتا ہی اور تمام اکابر صحابہ اس مین شامل ہوجاتے ہین ان کے علاوہ اور تمام اقوال درجہ اعتبار سے گرے ہوئے ہین کیونکہ ان مین بعض اس قدر وسیع اور عام ہین کہ عہد رسالت کا ہر مسلمان صحابہ کی جماعت مین شامل ہوجاتا ہی اور بعض اس قدر محدود ہین کہ بہت سے کبار صحابہ کے گروہ سے نکل جاتے ہین، اس کے علاوہ فضیلت کا دارومدار صرف علم وعمل پر ہی، اصولیین نے صحابہ کی جماعت پر اخذ مسائل اور روایت حدیث کے لحاظ سے نظر ڈالی، اس لیے اُنھون نے صرف اس شخص کو صحابی قرار دیا جس نے مدت تک آنحضرت صلعم کا شرف صحبت حاصل کیا، لیکن جمہور کے نزدیک صحابیت کا معیار صرف زہد وتقدس ہی، اس لیے وہ ہر اُس شخص کو صحابی کہتے ہین جس نے حالت اسلام مین آپ کو دیکھا ہی یا آپ سے ملاقات کی ہے،

صحابہ کی تعداد | صحابہؓ کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین اُن سے صحابہ کی تعداد کا صحیح پتہ لگانا سخت مشکل ہی اور اس کو خود ان کتابون کے مصنفین تسلیم کرتے ہین، چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ مین لکھتے ہین :-

ولو حفظوا ذلك الزمان	اگر خود صحابہ اپنے زمانہ مین صحابہ کے نام
لكانوا اضعاف من ذكره	محفوظ رکھتے تو ان کی تعداد اس سے کئی
العلماء	گنا زیادہ ہوتی جسکو علما نے بیان کیا ہی

لہ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳

لہ الفاروق جلد اول ص ۳

Marfat.com

البتہ احادیث کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہی کہ ہجرت کے بعد صحابہ کی تعداد مین روز بروز اضافہ ہوتا گیا، اور آپ کی وفات تک صحابہ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوگئی، چنانچہ صحیح بخاری مین ہی کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلعم نے حکم دیا،

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس، — جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہین مجھے ان کا نام لکھ کر دو،

اور جب اس حکم کی تعمیل کی گئی تو پندرہ سو مسلمانون کی فہرست مرتب ہوئی[1]، لیکن اس حدیث مین یہ تصریح نہین ہی کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا، اس لیے محدثین نے مختلف رائین قائم کی ہین، حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہی کہ غالبًا یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہ جنگ اُحد کے لیے جا رہے تھے[2]، ابن تین کے نزدیک یہ حکم غزوۂ خندق مین دیا گیا تھا، داؤدی کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہی، اس کے بعد اس تعداد مین اور اضافہ ہوا چنانچہ فتح مکہ مین دس ہزار صحابہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک جنگ ہوئے[3]، اور فتح مکہ کے بعد جب تمام عرب مسلمان ہوگیا، تو یہ تعداد اچھی خاصی مضاعفہ ہوگئی، غزوۂ حنین مین خادمون اور عورتون کے علاوہ بارہ ہزار[4] اور غزوۂ تبوک مین ۳۰ ہزار مجاہد آپ کے ساتھ تھے[5]، حجۃ الوداع مین جس کے ایک سال بعد آپ کا وصال ہوا ۴۰ ہزار صحابہ شریک تھے[6]، غرض سنہ ۱۰ھ تک کہ طائف مین کوئی شخص ایسا نہین رہ گیا تھا جو مسلمان ہوکر حجۃ الوداع مین شریک نہ ہوا ہو[7]، حجۃ الوداع مین چار ہزار صحابہ کی مزید تعداد بھی شامل ہی[8]، امام شافعی کی روایت ہی کہ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا، تو ساٹھ ہزار مسلمان موجود تھے، جن مین تیس ہزار خاص مدینہ مین اور تیس ہزار مدینہ

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب کتابۃ الامام الناس [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان [3] اسد الغابہ ص ۱۲ ج ۱

[4] طبقات ابن سعد ذکر غزوۂ تبوک [5] مقدمہ ابن صلاح باب ۳۹ ص ۱۵۱ [6] مقدمہ اصابہ ص ۲ [7] ایضاً ص ۱۲

Marfat.com

سے باہر اور مقامات مین تھے، ابوزرعہ رازی کا قول ہی کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگون نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی[1] جنمین مرد اور عورت دونون شامل تھے، اور ان مین ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی[2]، ابن فتحون نے ذیل استیعاب مین اس قول کو نقل کرکے لکھا ہی کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف لوگون کی بتائی ہی جو رواۃ حدیث مین تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہؓ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہین زیادہ ہوگی[3]، بہرحال اکابر صحابہؓ کے نام ان کی تعداد، اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہین، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کی صحیح تعداد نہین بتا سکتے، اسد الغابہ مین لکھا ہی کہ خود صحابہ کے زمانہ مین مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھین[4]، اس کے علاوہ اکثر صحابہؓ صحرانشین بدوی تھے، اس لیے ایسی حالت مین انکا گمنام رہنا ضرور تھا[5]،

صحابہ کی شناخت جن بزرگون کی نسبت صحابی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہی اس کی صحت کی دلیلین اور علامتین یہ ہین کہ

(۱) ان کا صحابی ہونا بطریق تواتر ثابت ہو، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام اکابر صحابہؓ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہی،

(۲) اُن کے صحابی ہونے کا ثبوت اگر تواتر کے درجہ تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم بطریق روایت مشہور ہونا ثابت ہو، حضرت عکاشہ بن محصنؓ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ وغیرہ کا صحابی ہونا اسی طریقہ سے ثابت ہی،

(۳) جن صحابہ کا صحابی ہونا یقینی طور پر ثابت ہی، ان کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت

---

[1] تجرید جلد ۱ صفحہ ۳ [2] مقدمہ اصابہ ص ۳ [3] ایضاً، [4] مقدمہ اسد الغابہ ص ۳، [5] مقدمہ اصابہ ص ۴،

Marfat.com

ہو سکتا ہے مثلاً ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں فلاں شخص کے ساتھ حاضر ہوا، یا آپ نے میرے سامنے فلاں شخص سے گفتگو کی اس شخص کے صحابی ہونے کی دلیل ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو،

(۴) اسی طرح تفاسیر تابعین کی شہادت سے بھی اس کا ثبوت ہو سکتا ہے،

(۵) چونکہ روایات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عہد خلافت میں صحابہ کو امیر العسکر بنائے جاتے تھے، اس لیے اگر غزوات و فتوحات میں کسی کا نام ہو جائے کہ وہ امیر بنایا گیا تو اس سے بھی صحابی ہونا ثابت ہو جائے گا،

(۶) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ صحابہ کی کثرت [illegible] تو وہ بہ تحقیق کسی غرض سے ان کو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں [illegible] جس کی نسبت روایات سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان کا صحابی [illegible] ثابت ہو جائے گا،

(۷) روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد کفار کے تمام قبائل ہو کر جوق در جوق اسلام میں شریک ہوئے تھے، اس لیے جن لوگوں کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اس وقت موجود تھے ان کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو جائے گا،

(۸) لیکن اگر کوئی شخص بذات خود صحابی ہونے کا مدعی ہو اور اس کے دعوی کی صحت کے لیے مذکورہ بالا دلیلوں میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہو تو اس کی نسبت محدثین کی مختلف رائیں ہیں،

(۹) بعض محدثین کا خیال ہے کہ چونکہ وہ خود اپنے لیے ایک شہادت کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کا دعوی مقبول نہ ہوگا،

(۱۰) بعضوں کے نزدیک اگر وہ نہایت مختصر اور مجرد صحبت کا مدعی ہو تو اس کا دعوی قبول کر لیا جائے گا، کیونکہ بہت سی گھڑیاں ایسی ہوتی تھیں جن میں رسول اللہ صلعم تنہا رہتے تھے،

Marfat.com

اس لیے اگر اس حالت مین کسی نے آپ سے ملاقات کی ہو، یا آپ کو دیکھا ہو تو اس کا ثبوت کسی دوسرے صحابی کی شہادت سے بہ مشکل ہو سکتا ہے،

(۳) لیکن اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مدتون آپ کی صحبت اُٹھائی ہے، اور مدتون سفر و حضر مین آپ کے ساتھ رہا ہے، تو اس کا دعویٰ مقبول نہ ہوگا، کیونکہ ایسے شخص کو عام طور پر لوگ آپ کے پاس دیکھتے رہے ہونگے، اس لیے جب تک اسکی صحابیت نقلِ صحیح اور روایتِ عامہ سے ثابت نہ ہو جائے، اس کا دعویٰ مقبول نہین ہو سکتا،

(۴) لیکن محدث ابن عبدالبر نے اس معاملہ مین بہت زیادہ فیاضی کی ہے، اور دو شرطون کے ساتھ اس قسم کے اشخاص کے دعوون کو مطلقاً مقبول قرار دیا ہے، ایک یہ کہ اس دعوی سے پہلے اس شخص کا عادل، ثقہ اور مقبول الروایۃ ہونا ثابت ہو، دوسرے یہ کہ خارجی قرائن اس کے دعوی کی تکذیب نہ کرتے ہون، مثلاً ہجرت کی ایک صدی گذرنے کے بعد اگر کوئی شخص دوسری صدی کے دسوین سال صحابی ہونے کا مدعی ہو تو اسکا دعویٰ مردود قرار دیا جائیگا، کیونکہ روایات سے ثابت ہو گیا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے ختم ہونے تک صحابہ کا دور گذر جائیگا اور اسکے بعد کوئی صحابی باقی نہ رہیگا، چھٹی صدی ہجری مین ایک شخص رتن ہندی گذرا ہے جس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن محدثین نے اسکو دجال اور کذاب قرار دیا.

صحابہؓ کی عدالت

اگرچہ اصول کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ "الصحابۃ کلھم عدول" یعنی تمام صحابہؓ عادل ہین لیکن شافعیہ مین ابوالحسین بن القطان نے اس عموم سے اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک صحابہ مین چند بزرگ ایسے بھی گذرے ہین جن سے کچھ لغزشین سرزد ہوئی ہین، مثلاً ولیدؓ صحابی تھے لیکن انھون نے شراب پی ہے، حاطب بن ابی بلتعہؓ صحابی تھے لیکن انھون نے رسول اللہ صلعم کے منشا کے خلاف کفار مکہ کو خط لکھا ہے، ایک خیال یہ ہے کہ خانہ جنگی کے زمانے سے پہلے گو تمام صحابہ عادل تھے، لیکن جب خود صحابہ مین خانہ جنگی پھیل گئی اور صفین و جمل کے معرکے گرم ہوئے، تو ان لوگونکی عدالت

Marfat.com

قابلِ بحث وتحقیق ہوگئی، معتزلہ کے نزدیک جن لوگون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی وہ عادل نہین رہے، لیکن جو لوگ حضرت معاویہؓ کے طرفدار ہین وہ اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہین[1]، محدث رازی نے عدالت کو صرف ان صحابہ کے لیے مخصوص کیا ہی، جو شب و روز رسول اللہ صلعم کی صحبت اور آپکی اعانت مین مصروف رہتے تھے، اس لیے ان کے نزدیک ہر صحابی عادل نہین ہی، چنانچہ ان کا قول ہی کہ

لسنا نعنی بقولنا "الصحابۃ عدول" — ہم جو یہ کہتے ہین کہ "صحابہ عادل ہین" تو اس کا

کل من را صلے اللہ علیہ وآلہ — یہ مطلب نہین کہ ہر وہ شخص جس نے آپ کو کسی

وسلم یومًا ما او زارہ لِماما — دن دیکھ لیا یا چلتے پھرتے آپ کی زیارت کرلی

او اجتمع بہ لغرض وانصرف عن — یا کسی غرض سے آپکی ملاقات کرکے تھوڑی

کثب وانما نعنی بہ الذین لازموہ — دیر کے بعد واپس گیا عادل ہی، بلکہ اس سے

وعزروہ ونصروہ واتبعوا — وہ لوگ مراد ہین جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے

النور الذی انزل معہ — آپ کی تائید و اعانت کی اور اس نور کا

اولئک ھم المفلحون[2]، — اتباع کیا جو آپ کے ساتھ اتارا گیا، یہی

لوگ ہین جو کامیاب ہین،

لیکن عام محدثین کے نزدیک ان آیات کی بنا پر جو قرآن مجید مین عموماً تمام صحابہ کے فضائل مین نازل ہوئی ہین، یہ خصوصیت تمام صحابہ مین پائی جاتی ہے اور ہر زمانہ مین پائی جاتی ہی، اسمین صحابہ کا ہر فرد داخل ہی، اور جو لوگ اس اصول کی ہمہ گیری کے مخالف ہین انھون نے عدالت کے مفہوم پر غور نہین کیا ہے عدالت ایک مشترک لفظ ہی، جس کے مختلف معنی ہین مثلاً

[1] فتح المغیث صفحہ ۲۷۷ [2] مقدمہ اصابہ صفحہ ۱۱،

Marfat.com

(۱) کبھی عدالت کو جور وظلم کے مقابل مین بولا جاتا ہی، اور اس وقت یہ لفظ انصاف کا مرادف ہوجاتا ہی،

(۲) کبھی فسق وفجور کے مقابل مین استعمال کیا جاتا ہے اور اس وقت یہ لفظ تقوی کا ہم معنی ہوتا ہے،

(۳) کبھی یہ لفظ صرف عصمت پر دلالت کرتا ہے، اور یہ وصف صرف انبیا، اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے،

(۴) کبھی یہ لفظ گناہون سے محفوظ رہنے پر دلالت کرتا ہی، اور نتائج کے لحاظ سے اگرچہ اس مین اور عصمت مین کوئی فرق نہین تاہم عصمت ایک ملکہ فطری وہبی ہی، اور گناہون سے محفوظ رہنا ایک ملکہ کسبی ہے، اسی بنا پر انبیا کو معصوم اور اولیا کو محفوظ کہا جاتا ہے۔

(۵) کبھی عدالت کے معنی روایتِ حدیث مین جھوٹ سے بچنے کے ہوتے ہین اور اس معنی مین عادل اس شخص کو کہتے ہین جو روایتِ حدیث مین دروغ بیانی نہ کرتا ہو، لیکن یہ کسی محدث کا دعوی نہین ہی کہ صحیح ہے کوئی کام انصاف کے خلاف نہین کرسکتے، ان سے کوئی فعل تقوی وطہارت کے خلاف صادر نہین ہوسکتا، وہ انبیا کی طرح معصوم ہین، یا وہ تمام گناہون سے محفوظ ہین، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے مین دروغ بیانی سے کام نہین لیتا، چنانچہ ابن الانباری کا قول ہے کہ

لیس المراد بعد الحکم بثبوت	ابن انباری کا قول ہی کہ صحابہ کی عدالت سے
العصمة لھم واستحالة	یہ مراد نہین کہ صحابہ بالکل معصوم ہین اور ان سے
المعصیة منھم وانما المراد	گناہون کا سرزد ہونا محال ہی، بلکہ یہ مراد ہی
قبول روایاتھم من غیر	کہ ان کی روایتون کو اسباب عدالت وثقاہت کی

Marfat.com

تکلف البحث عن اسباب العدالۃ وطلب التزکیۃ الا ان یثبت ارتکاب قادح لم یثبت ذلک

چھان بین کے بغیر قبول کرلینا چاہیئے بجز اس صورت کے جب ایسے امر کا ارتکاب کرین جو راوی مین قادح ہو اور یہ ثابت نہین ہی،

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہین،

"اہل سنت کا یہ مقررہ عقیدہ ہی کہ صحابہ کل کے کل عادل ہین، یہ لفظ بار بار بولا گیا ہی اور میرے والد مرحوم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس لفظ کی حقیقت سے بحث کی ہی ثابت ہوا کہ اس موقع پر عدالت کے متداول معنی مراد نہین ہین بلکہ صرف عدالت فی روایۃ الحدیث مراد ہی اسکے سوا اور کچھ مراد نہین ہی، اور اس عدالت کی حقیقت روایات مین جھوٹ سے بچنا ہے کیونکہ ہم نے تمام صحابہ کی سیرت کو خوب ٹٹولا، یہان تک کہ ان لوگون کی سیرت کا بھی مطالعہ کیا جو خانہ جنگیون فتنون اور لڑائی جھگڑون مین شریک ہوئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم کے ساتھ دروغ بیانی کو سخت ترین گناہ سمجھتے تھے اور بڑی شدت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے"[1]

صحابہ کے طبقے

مختلف حیثیتون کے لحاظ سے صحابہ کے مختلف طبقے قائم کیے گئے ہین لیکن فضائل و مناقب کے لحاظ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک بالاتفاق،

خلفاے راشدین رض تمام صحابہ سے افضل ہین اور خلفا مین بھی بہ ترتیب خلافت، مدارج فضیلت قائم ہوئے ہین خلفا کے بعد،

ازواج مطہرات رض افضل ہین اور ان دونون کے بعد فضیلت کی ترتیب یہ ہی،

مہاجرین اولین لیکن ان مین باہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہین دیجا سکتی،

[1] ظفر الامانی صفحہ ۳۱۱ - ۳۱۲ - ۳۱۳،

Marfat.com

اہلِ عقبہ مہاجرین اولین کے بعد اہلِ عقبہ تمام صحابہ سے افضل ہین،

اہلِ بدر اہلِ عقبہ کے بعد شرکائے بدر کا درجہ ہے،

اہلِ مشاہد اس کے بعد درجہ بدرجہ اہل مشاہد کو فضیلت حاصل ہی یعنی جو غزوہ پہلے ہوا ہے اس کے شرکا ان صحابہ سے افضل ہین جو اس کے بعد کی لڑائیون مین شریک ہوئے خداوند تعالےٰ خود فرماتا ہے :-

لا یستوی منکم من انفق	تم (مسلمانون) مین سے جن لوگون نے فتح (مکہ)
من قبل الفتح وقاتل اولئک	سے پہلے (راہِ خدا مین مال) خرچ کیے اور
اعظم درجۃً من الذین	(دشمنون سے) لڑے وہ درجہ مین ان (مسلمانون)
انفقوا من بعد وقاتلوا	سے بڑھکر ہین جنھون (فتح مکہ کے پیچھے (مال)
وکلا وعد اللہ الحسنیٰ	خرچ کیے اور لڑے اور (یون) حسن سلوک کا
(حدید - ۱)	وعدہ (تو) اللہ نے سب ہی سے کر رکھا ہی،

صحابہ کا زمانہ صحابۂ کرام کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہوکر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہوگیا اور اس طرح رسول اللہ صلعم کی وہ معجزانہ پیشینگوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ مین کیگئی ہے

فان راس مائۃ سنۃ لا یبقی	جو لوگ آج روے زمین پر موجود ہین ان مین
ممن ھو الیوم علیٰ ظھر الارض احد	سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے گا،

لیکن ان مبہم الفاظ سے صحابۂ کرام کو دھوکا ہوا، اور وہ یہ سمجھے کہ سو سال کے بعد قیامت آکر تمام دنیا ہی کا خاتمہ کردیگی، حالانکہ آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس پیشینگوئی کے وقت جو لوگ موجود ہین ان مین سے سب فنا ہوجائینگے[1] اور نسل انسانی کا یہ مخصوص دور ختم ہوجائیگا،

[1] بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء،

S8825

Marfat.com

اور جہان تک عہد صحابہ کا تعلق ہے، واقعات بھی اسکی تائید کرتے ہین، چنانچہ مدینہ کے صحابہ مین حضرت سہل بن سعدؓ آخری صحابی ہین جنھون نے باختلافِ روایت ۸۸ھ مین ۹۶ سال یا ۹۱ھ مین سو سال کی عمر مین وفات پائی، وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مین مرجاؤن تو رسول اللہ صلعم سے روایت کرنے والا کوئی دوسرا نہ ملے گا"[1]

بصرہ کے صحابہ مین حضرت انسؓ بن مالک آخری صحابی تھے جنھون نے باختلافِ روایت ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۲ھ یا ۹۳ھ مین زیادہ سے زیادہ ۱۰۳ سال کی عمر مین وفات پائی[2]، خود ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ اب کوئی صحابی باقی ہے یا نہین؟ تو بولے کہ "دیہات کے چند بدو البتہ باقی رہ گئے ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کی زیارت کی ہے لیکن اب کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے آپ کی صحبت اٹھائی ہو"[3]

لیکن ان سب مین حضرت ابو الطفیلؓ عامر بن واثلہ سب سے آخری صحابی تھے جنھون نے ۱۰۰ھ مین مکہ مین وفات پائی، وہ خود کہا کرتے تھے کہ آج میرے سوا روے زمین پر کوئی ایسا شخص نہین ہے جس نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہو"[4]

بہرحال حدیث صحیح اور عام روایات کی رو سے پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ صحابۂ کرام کا دور مبارک ختم ہوگیا، اور اب صرف ان کے اعمال صالحہ باقی رہ گئے ہین اور اس کتاب مین ہم انھین اعمال صالحہ کی تفصیل کرتے ہین،

---

[1] استیعاب تذکرہ سہل بن سعدؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت انس بن مالکؓ [3] مقدمہ ابن صلاح، باب ۳۹ صفحہ ۱۴۸، [4] استیعاب تذکرہ حضرت ابو الطفیلؓ،

Marfat.com

قبولِ اسلام

لطافتِ طبع، رقتِ قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کا اصلی جوہر ہین اور انھین کے ذریعہ سے وہ ہر قسم کی پند و موعظت، تعلیم و تربیت اور ارشاد و ہدایت کو قبول کر سکتا ہے، پھولون کی پنکھڑیان نسیم صبح کی خاموش حرکت سے ہلجاتی ہین لیکن تناور درختون کو بادِ صرصر کے جھونکے بھی نہین ہلا سکتے، شعاعِ نگاہ آئینہ کے اندر سے گذر جاتی ہے لیکن پہاڑون مین فولادی تیر بھی نفوذ نہین کرتے، یہی حال انسان کا بھی ہے، ایک لطیف الطبع، رقیق القلب اور اثر پذیر آدمی ہر دعوتِ حق کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے لیکن سنگدل اور غلیظ القلب لوگون پر بڑے سے بڑے معجزے بھی اثر نہین کرتے، اس فرق مراتب کی جزئی مثالین ہر جگہ مل سکتی ہین لیکن اشاعتِ اسلام کی تاریخ تمامتر اسی قسم کی مثالون سے لبریز ہے، کفارِ مکہ ہم کو بہت سے اشقیا کا نام معلوم ہے جنھون نے ہزارون کوششون کے بعد بھی خدائے ذوالجلال کے آگے سر نہین جھکایا لیکن صحابۂ کرام نے قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ صلعم کے اخلاق و عادات، آپ کے مواعظ و نصائح، شکل و شباہت، دعوۃ اسلام کی تعلیم، ہدایت و ارشاد اور معجزات و آیات غرض ہر موثر چیز کے اثر کو قبول کیا، اور بطوع و رضا اسلام کے حلقہ مین داخل ہوئے،

قرآن مجید کا اثر حضرت عمرؓ خود آنحضرت صلعم کا (نعوذ باللہ) کام تمام کرنے کے لیے گھر سے نکلے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی چند آیتین سنین تو ان کا دل نورِ ایمان سے لبریز ہو گیا[1]، حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید کے معجزانہ اثر کا ذکر سنا تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے

[1] اصابہ تذکرہ حضرت عمرؓ،

Marfat.com

اور صدق دل سے مسلمان ہوگئے،

حضرت عثمان بن مظعون نے جب یہ آیت سُنی،

انَ اللہ یامر بالعدل والاحسان	خدا عدل، احسان، اور قرابتداروں کیساتھ
وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن	سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بدکاری برائی
الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم	اور ظلم سے روکتا ہے وہ اس لیے یہ نصیحتیں
تذکرون، (نحل-۱۳)	کرتا ہے کہ شاید تم اسکو قبول کرو،

تو ان کے دل پر جو اثر ہوا اس کو وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

فذالک حین استقر الایمان	یہی وہ وقت ہے جب ایمان میرے دل میں
فی قلبی واحببت محمدا[۲]	جاگزین ہوا اور میں محمد صلعم سے محبت کرنے لگا،

حضرت جبیر بن مطعم نے جب یہ آیتیں سنیں:-

ام خلقوا من غیر شئ	کیا یہ لوگ خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ لوگ خود
ام ھم الخالقون ام خلقوا	پیدا کرنے والے ہیں کیا آسمان زمین کو بھی
السموات والارض بل لا	لوگوں نے پیدا کیا ہے ہیں تو ہرگز نہیں
یوقنون ام عندھم خزائن	ہیں ایمان نہیں لاتے یہ کیا انکے پاس تمہارے
ربک ام ھم المصیطرون،	پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں،

تو وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا،[۳] حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضؓ نے رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو بے اختیار ہو کر مسلمان ہوگئے،[۴] طائف کے سفر میں حضرت

---

[۱] صحیح مسلم فضائل ابوذر رضؓ [۲] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۱۰ [۳] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ طور

[۴] استیعاب و طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضؓ

Marfat.com

خالد العدوانیؓ نے آپ کی زبان سے یہ آیت سنی:۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، آسمان کی قسم اور رات مین آنیوالے کی قسم،

تو اسی وقت پوری سورہ کو یاد کرلیا، اور بالآخر مسلمان ہوگئے،

اشخاص سے الگ صحابہ کی جماعت قرآن مجید کے اثر سے متاثر ہوئی، اور اسلام لائی، مثلاً حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ، حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ جب آپ کی خدمت مین حاضر ہوے تو آپ نے دعوتِ اسلام دی، اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہوگئے[۲]،

قرآن مجید نے ایرانیون کے مقابل مین رومیون کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی تو بہت سے لوگون نے اسلام قبول کرلیا[۳]،

اخلاق نبوی کا اثر ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے بہت سی بکریان مانگین، آپ نے اس کا سوال پورا کیا، اس پر اس فیاضی کا یہ اثر پڑا کہ اپنے قبیلہ مین آکر کہا کہ لوگو اسلمان ہوجاؤ کیونکہ محمد صلعم اسقدر دیتے ہین کہ ان کو اپنے تنگدست ہوجانے کا بھی خوف نہین ہوتا[۴]،

ایک یہودی عالم نے جب آپ کو تقاضاے قرض مین اسقدر تنگ پکڑا کہ ظہر کی نماز سے لیکر فجر تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑا تو صحابہ کرام نے اس کو سخت دھمکیان دین لیکن آپ نے فرمایا خدا نے مجھے کسی ذمی پر ظلم کرنے کی اجازت نہین دی ہے دن چڑھا تو وہ اسلام لایا، اور کہا کہ میرا نصف مال خدا کی راہ مین صدقہ ہے، اس سخت گیری سے میرا صرف یہ مقصد تھا کہ توراۃ مین آپ کے جو اوصاف مذکور ہین انکا تجربہ کرون[۵]، ثمامہ ابن اثالؓ گرفتار ہوکر آئے تھے لیکن جب آپ نے

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۳۵، [۲] اسد الغابہ تذکرہ ابوسلمہ بن عبد الاسد، [۳] ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۂ روم
[۴] مسلم کتاب الفضائل باب ماسئل رسول اللہ صلعم شیا قط فقال لا وکثرت عطایہ [۵] مشکوٰۃ کتاب الفتن فی اخلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم،

Marfat.com

ان کو بلا شرط و بلا معاوضہ رہا کردیا، تو اُنھون نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور ان کا دل اسلام، داعی اسلام اور مدینۃ الاسلام کی محبت سے معمور ہوگیا۔[1]

مواعظ نبوی کا اثر

ایک بار حضرت ضمادؓ مکہ مین آئے تو کفار سے سنا کہ رسول اللہ صلعم کو جنون ہوگیا ہی۔ حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ "مین جنون کا علاج کرتا ہون" آپنے ان کے سامنے ایک تقریر کی جس کا اثر ان پر یہ پڑا کہ فوراً مسلمان[2] ہوگئے حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپ کے رضاعی باپ جب مکہ مین تشریف لائے تو قریش نے کہا کہ کچھ سنا ہی تمھارا بیٹا کہتا ہی کہ لوگون کو مرکر پھر جینا ہوگا"، انھون نے آپ سے کہا بیٹا یہ کیا کہتے ہو؟ آپنے فرمایا "اگر وہ دن آیا تو مین آپکا ہاتھ پکڑ کر بتادون گا کہ جو کچھ مین کہتا تھا سچ تھا" وہ فوراً مسلمان ہوگئے، اور ان فقرون کا اثر عمر بھر رہا، کہا کرتے تھے کہ "میرا بیٹا ہاتھ پکڑیگا تو جنت مین پہنچا کر ہی چھوڑیگا"[3]

شمائل نبوی کا اثر

بعض صحابہ نے صرف آپکی شکل و صورت ہی دیکھکر آپکی نبوت کا اعتراف کرلیا، حضرت ابو رافعؓ آپ کی خدمت مین قریش کی طرف سے قاصد بن کر آئے لیکن آپ پر نظر پڑتے ہی شیدائے اسلام ہوگئے، اور بلا تامل اسلام قبول کرلیا، حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو آپکا چہرہ دیکھتے ہی یقین ہوگیا کہ

وجہ لیس بوجہ کذاب[4] جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہین ہوسکتا،

دعاۃ اسلام کا اثر

صحابہ مین بکثرت دعاۃ اسلام کے اخلاقی اثر سے اسلام لائے متعدد صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے اثر سے اسلام قبول کیا، یمن کے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد و ہدایت سے اسلام لائے حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگون کو مسلمان کیا، قبیلۂ ہمدان حضرت

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب ربط الاسیر، [2] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوۃ والخطبہ، [3] اصابہ تذکرہ حضرت حارث بن عبدالعزیٰ، [4] ابوداؤد کتاب الجہاد باب یستجن بالاسلام فی العہود [5] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۹،

Marfat.com

عامر بن ضمرہؓ شہر کے اثر سے اسلام لایا، حضرت ابوذر غفاریؓ کا آدھا قبیلہ ان کے اثر سے مسلمان ہوا، غرض احادیث و سیر مین اس قسم کے بکثرت واقعات مذکور ہین، اور اشاعت اسلام کے عنوان مین ان کی تفصیل آئے گی،

معجزات کا اثر ایک سفر مین صحابہ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین پیاس کی شکایت کی، آپ نے دو آدمیون کو پانی کی تلاش مین بھیجا، یہ لوگ جستجو مین نکلے تو ایک ناقہ سوار عورت ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکین تھین، ان دونون بزرگون نے اسکو آپ کی خدمت مین پیش کیا تو آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس مین دونون مشکون سے پانی ڈھال کر مشکون کے دہانے بند کر دیئے اور عام اعلان کے ذریعہ سے تمام صحابہ آئے، اور پانی پی کر سیراب ہوئے لیکن مشکون کے پانی مین کوئی کمی نہین ہوئی، عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے قبیلہ مین آکر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان و زمین کے درمیان یہ شخص بجز پیغمبر روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے[1]

رسول اللہ صلعم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ حاضر خدمت ہوئے اور چند غیبی امور کے متعلق سوالات کیے، آپ نے ان کے جوابات دیئے تو انھون نے فوراً اسلام قبول کر لیا[2]

فتح مکہ کا اثر اگرچہ صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی تعداد جن مین تمام اکابر صحابہ داخل ہین متذکرۂ بالا اسباب سے اسلام قبول کیا، تاہم ایک جماعت اسلام کے عام غلبہ کا انتظار کر رہی تھی، اس لیے جب مکہ فتح ہوا تو عام اہل عرب نے بطوع و رضا خود بخود اسلام قبول کر لیا، صحیح بخاری مین ہے،

---

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ من الماء وکتاب المناقب باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ مع فتح الباری،

Marfat.com

وكانت العرب تلوم باسلامهم الفتح، فيقولون اتركوه وقومه فانه ان ظهر عليهم فهو نبي صادق فلما كانت وقعة اهل الفتح بادر كل قوم باسلامهم[1]

تمام عرب اپنے اسلام کے لیے فتح مکہ کا منتظر تھا وہ کہتے تھے کہ محمد کو اپنی قوم سے نپٹ لینے دو اگر وہ ان پر غالب آگئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں چنانچہ جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ کے لوگ نہایت سرعت کے ساتھ اسلام کی طرف دوڑے

---

[1] بخاری کتاب المغازی ذکر فتح مکہ

Marfat.com

قوّتِ ایمان

طمع و ترغیب سے برگشتہ از اسلام نہ ہونا

ابتدائے اسلام مین صحابۂ کرامؓ اس قدر مفلوک الحال تھے کہ افلاس کی وجہ سے بعض مسلمان خاندانون کے مرتد ہوجانے کا خطرہ تھا[1]، لیکن مخالفین اسلام یعنی یہود و کفار دولت و ثروت سے مالا مال تھے، بالخصوص یہود کے پاس یہ ایک ایسا زرین آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے وہ صحابہ کی روحانی طاقت پر زد لگا سکتے تھے، اس افلاس پر صحابۂ کرام کو صدقہ و زکوٰۃ بھی ادا کرنا پڑتا تھا اور بظاہر یہ ایک ایسا بار تھا جس سے سبکدوش ہونے کے لیے نہایت آسانی کے ساتھ اسلام سے برگشتہ ہونے کی ترغیب دی جا سکتی تھی، چنانچہ جب محمد ابن مسلمہؓ نے کعب بن اشرف سے حیلۃً گرانباری صدقہ کی شکایت کی اور اس غرض کے لیے اس سے قرض لینا چاہا تو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس نے کہا، "تم محمد سے گھبرا اٹھو گے"[2] اس کے ساتھ صحابہ کو اور طرح طرح کی مصیبتون مین مبتلا ہونا پڑتا تھا اور اس حالت مین ان سے نجات دلانے کا وعدہ، یک ضعیف الایمان دل کو ڈانوان ڈول کر سکتا تھا، لیکن صحابۂ کرام نے ان مین سے کسی چیز کے اثر کو قبول نہین کیا، بلکہ ان کی قوت ایمان نے یہودیون کی مالی ترغیبات کو اس قدر بے اثر کر دیا کہ حضرت محیصہؓ جس یہودی تاجر سے مالی فائدہ اٹھاتے تھے، جوشِ اسلام مین خود اسی کو قتل کر دیا، جس پر ان کے بڑے بھائی نے جو اب تک کافر تھے ان کو یہ طعنہ دیا کہ "او خدا کے دشمن تیرے پیٹ کی کل چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے"[3]

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب البیوع باب السلف فی کیل معلوم و وزن معلوم الی اجل معلوم، [2] بخاری کتاب المغازی باب قتل کعب بن اشرف [3] ابوداؤد کتاب الخراج باب کیف کان اخراج الیہود من المدینہ،

Marfat.com

مصیبتون سے نجات دلانے کی توقعات کو صحابۂ کرام نے اس بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیا کہ جب غزوۂ تبوک مین شریک نہ ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلعم حضرت کعب بن مالک رضؓ سے ناراض ہوگئے اور آپ کے حکم سے تمام صحابہ رضؓ نے ان سے معاشرتی تعلقات منقطع کر لیے تو شاہِ غسان نے ان کو لکھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد نے تم پر ظلم کیا ہے لیکن خدا تم کو ذلت اور کس مپرسی کی زندگی مین نہ رہنے دیگا، آؤ اور ہم سے ملجاؤ ہم اپنے مال کے ذریعہ تمھاری خاطر کرینگے" لیکن انھون نے اس خط کو خود تنور مین ڈالدیا، اور حسرت سے کہا "اللہ کی مار کہ ہم کو ایسا خط لکھا" اور اس کو دیکھنے لگے[1]

انسان دوسرون کے مال و دولت سے بے نیاز ہو سکتا ہے" لیکن خود اپنے ذاتی مال و جائداد کو نہین چھوڑ سکتا لیکن صحابۂ کرام نے اپنے مال و جائداد کو بھی اسلام پر قربان کر دیا، اور ان مین کسی چیز کی محبت انکو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکی عاص بن وائل پر حضرت خبابؓ کی اجرت باقی تھی لیکن جب انھون نے اس کا تقاضا کیا تو ملعون نے کہا کہ جب تک محمد کی نبوت سے انکار نہ کروگے نہ دونگا، لیکن انھون نے کہا کہ "یہ تو قیامت تک بھی نہ ہوگا"[2]

صحابۂ کرام نے ہجرت کی تو اپنے تمام مال و متاع کو خیرباد کہا، اور وراثت سے جو مال ملتا اس سے اس لیے محروم ہوگئے کہ مسلمان کافر کا وارث نہین ہو سکتا لیکن ان چیزون مین ایک چیز بھی اُن کے رشتۂ ایمان کو ڈھیلا نہ کر سکی ہجرت کرنے کے بعد بھی ابتلا و امتحان کے مختلف مواقع پیش آئے لیکن صحابۂ کرام نے عارضی فوائد کیلیے اپنے عقائد کے اظہار مین کسی قسم کی مداہنت نہین کی چنانچہ جب صحابۂ کرام ہجرت کرکے حبش کو گئے، تو نجاشی کے ظلِ عاطفت مین نہایت امن و سکون کی زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش کو یہ گوارا نہ ہوا اور انھون نے دو ممتاز آدمیون کو مکہ

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک مع فتح الباری [2] بخاری کتاب التفسیر تفسیر کہیعص

Marfat.com

کے بہترین تحف وہدایا کے ساتھ روانہ کیا، کہ وہ نجاشی کو اسپر آمادہ کرین کہ وہ صحابہ کو مکہ مین واپس بھیجدے، قریش کی بڑی خواہش یہ تھی کہ نجاشی اور صحابہ کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہ ہونے پائے، لیکن نجاشی نے اس کو منظور نہین کیا اور کہا کہ جب تک مین اس معاملہ کے متعلق اُن سے گفتگو نہ کرلونگا ان کو واپس نہین کرسکتا، اس غرض سے اس نے صحابہ کو طلب کیا، اور صحابہؓ نے باہمی مشورہ سے یکزبان ہوکر کہا کہ نتیجہ جو کچھ بھی ہو لیکن ہم وہی بات کہین گے جس کا ہم کو یقین ہے اور جس کا ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے، چنانچہ اس قرارداد کے بموجب حضرت جعفر بن ابی طالب نے اسلام کی پاک تعلیمات کو نجاشی کے سامنے بیان کیا تو اس پر نہایت عمدہ اثر پڑا اور کفار کی تمام کوششین ناکامیاب رہین، اب انھون نے نجاشی کو اشتعال دلانے کے لیے دوسری تدبیر اختیار کی اور کہا کہ اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہین، یعنی ان کو خدا کا بندہ سمجھتے ہین خود ان کو بلاکر پوچھ لے، صحابہ نے مشورہ کیا کہ اس سوال کا کیا جواب دیا جائیگا؟ سب نے کہا کہ "جو کچھ بھی ہو ہم حضرت عیسیٰ کے بارہ مین وہی کہین گے جو خدا نے کہا ہے، اور رسول اللہ صلعم نے اسکی تعلیم دی ہے" نجاشی ایک عیسائی بادشاہ تھا اور اسی وجہ سے ان دونون آدمیون نے اس سوال پر اس کو آمادہ کیا تھا لیکن جب اس نے سوال کیا تو صحابہ نے صاف صاف کہا کہ "وہ خدا کے بندے ہین، اسکے رسول ہین، اسکی روح ہین اور اس کے کلمہ ہین" اب نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ "اسکے سوا عیسیٰ بن مریم اس تنکے سے بھی زیادہ نہین ہے"[1]

تحمل شدید | ضعیف القلب انسان مصائب کے تصور سے بھی کانپ اٹھتا ہے لیکن صحابہ کرام نے اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفین برداشت کین اور ان کے ایمان مین ذرہ برابر تزلزل واقع نہین ہوا حضرت بلالؓ کو کفار نے لوہے کی زرہ پہناکر دھوپ مین ڈالدیا، لڑکے ان کو مکہ کی پہاڑیون مین گھسیٹتے پھرتے

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲،

Marfat.com

لیکن ان کی قوت ایمان مین کسی قسم کا ضعف نہین[1] پایا، حضرت خبابؓ ام انمار کے غلام تھے، وہ اسلام لائے تو ام انمار نے دہکتا گرم کرکے ان کے سر پہ رکھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا کہ آجتک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہین گذری، حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ "کفار نے انگارون پر لٹا کر مجھ کو گھسیٹا تھا"[2]، حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ کو کفار لوہے کی زرہین پہنا کر دھوپ مین چھوڑ دیتے تھے[3] لیکن دھوپ کی شدت سے انکی حرارت اسلام مین کوئی کمی واقع نہین ہوتی تھی[4]

کفار حضرت ابو فکیہہؓ کے پاؤن مین بیڑی ڈال کر دھوپ مین لٹا دیتے، پھر پشت پر پتھر کی چٹان رکھ دیتے، یہان تک کہ وہ مختل الحواس ہو جاتے ایک دن امیہ نے ان کے پاؤن مین رسی باندھی اور آدمیون کو ان کے گھسیٹنے کا حکم دیا، اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا، اتفاق سے راہ مین ایک گبریلا جا رہا تھا، امیہ نے استہزاءً کہا "تیرا پروردگار یہی تو نہین ہے" بولے میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالے ہے"، اس پر اس نے زور سے ان کا گلا گھونٹا لیکن اس کے بیدرد بھائی کو جو اُس وقت اُس کے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہین ہوئی اور اس نے کہا کہ[5] "اس کو اور اذیت دو"

حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھین، ایک دن کفار نے ان کو دھوپ مین لٹا دیا تھا، اسی حالت مین رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو فرمایا، صبر کرو صبر تمھارا ٹھکانا جنت مین ہے" لیکن ابوجہل کو اس پر بھی تسکین نہین ہوئی، اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا، چنانچہ اسلام مین سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا،

حضرت عمرؓ کی بہن جب اسلام لائین، اور حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہولہان ہو گیا، لیکن انھون نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کر دین تو اسلام لا چکی،

---

[1] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴ فضل سلمان وابی ذر والمقداد، [2] اسد الغابہ تذکرہ خباب بن ارتؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ صہیبؓ [4] ایضاً تذکرہ ابو فکیہہؓ [5] اسد الغابہ تذکرہ سمیہؓ [6] ایضاً تذکرہ عمرؓ

Marfat.com

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے جب خانہ کعبہ مین اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا،[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اول اول خانہ کعبہ مین قرآن مجید کی چند آیتین باواز بلند پڑھین تو کفار نے ان کو اس قدر مارا کہ چہرے پر نشان پڑ گئے، لیکن انھون نے صحابہ سے کہا کہ "اگر کہو تو کل پھر اسی طرح باواز بلند قرآن کی تلاوت کر آؤن"۔[2]

ان اذیتون کے علاوہ کفار ان غریبون کو اور بھی مختلف طریقون سے ستاتے تھے، پانی مین غوطے دیتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہان تک کہ ضعف سے بیچارے بیٹھ نہین سکتے تھے،[3]

یہ وہ لوگ تھے جن مین اکثر یا تو لونڈی غلام تھے، یا غریب الوطن لیکن ان کے علاوہ بہت سے دولتمند اور معزز لوگ بھی کفار کے دست تطاول سے محفوظ نہ رہ سکے،

حضرت عثمانؓ نہایت معزز شخص تھے لیکن جب اسلام لائے تو خود ان کے چچا نے ان کو رسی مین باندھ دیا،[4]

حضرت زبیرؓ جب اسلام لائے تو ان کا چچا ان کو چٹائی مین لپیٹ کر لٹکا دیتا تھا، پھر نیچے سے ان کی ناک مین دھوان دیتا تھا[5]

حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی سعید بن زیدؓ اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو رسیون مین باندھ دیا،[6]

حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ اور حضرت سلمہ بن ہشامؓ اسلام لائے تو کفار نے دونون کے پاؤن کو ایک ساتھ باندھ دیا،[7]

---

[1] مسلم کتاب مناقب فضائل حضرت ابو ذر غفاریؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ [3] ایضاً تذکرہ عمارؓ [4] طبقات ابن سعد ترجمہ عثمانؓ بن عفان [5] ریاض النضرہ للمحب الطبری تذکرہ حضرت زبیرؓ بن عوام [6] بخاری کتاب الاکراہ باب من اختار الضرب والقتل والہوان علی الکفر، [7] طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولید

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ سے دعوت اسلام دی، کفار نے یہ نامانوس آواز سُنی تو ان پر دفعۃً ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ حضرت ابوبکرؓ کے قبیلہ بنو تیم کو ان کی موت کا یقین آگیا، اور وہ ان کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر گھر لے گئے، شام کے وقت ان کی زبان کھلی تو بجائے اسکے کہ اپنی تکلیف بیان کرتے رسول اللہ صلعم کا حال پوچھا، اب خاندان کے لوگ بھی ان سے الگ ہوگئے، لیکن ان کو اسی محبوب کے نام کی رٹ لگی رہی، بالآخر لوگون نے ان کو آپ تک پہنچا دیا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو ان کے اوپر گر پڑے ان کا بوسہ لیا، اور سخت رقتِ طبع کا اظہار فرمایا[1]

صبر و استقامت کی یہ بہترین مثالین تھین، اور صحابۂ کرام کے زمانے مین خود اہل کتاب تک ان کے معترف تھے، چنانچہ استیعاب مین ہے کہ جب صحابۂ کرام شام مین گئے تو ایک اہل کتاب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کے وہ اصحاب جو آروں سے چیرے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے، ان سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والے نہ تھے[2]

قطع علائق انسان مال و دولت سے بے نیاز ہوسکتا ہے، اگر عزم و استقلال سے کام لے تو ابتلاء و امتحان پر بھی صبر کرسکتا ہے، لیکن ماں باپ، بھائی، بہن، عزیز و اقارب، اور اہل و عیال کے تعلقات کو منقطع نہین کرسکتا، یہی لوگ غربت و افلاس کی حالت مین اسکی دستگیری کرتے ہین، تکلیف و مصیبت مین تسکین دیتے ہین، عیش و عشرت مین لطفِ زندگی بڑھاتے ہین، غرض کسی حالت مین انکے تعلقات کو نظر انداز نہین کیا جاسکتا، لیکن جو لوگ اپنا رشتہ خدا سے جوڑتے ہین ان کو کبھی کبھی یہ رشتہ بھی توڑنا پڑتا ہے،

صحابۂ کرامؓ اسلام لائے تو حالات نے انکو اس رشتے کے توڑنے پر مجبور کیا، اور ایسا ان کو اسلام

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ ام الخیر ۵ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۶

Marfat.com

کے لیے اُنھون نے آسانی کے ساتھ اسکو گوارا کرلیا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اسلام لائے تو ان کی ماں نے قسم کھالی کہ جب تک وہ اسلام کو نہ چھوڑین گے وہ اُن سے نہ بات چیت کرین گی نہ کھانا کھائین گی نہ پانی پیئین گی چنانچہ اُنھون نے یہ قسم پوری کی یہان تک کہ تیسرے دن کے قاوہ بیہوش ہوگئین[1] لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر اس کا کچھ اثر نہ پڑا، اور انھون نے اپنی ماں سے صاف صاف کہدیا کہ اگر تمھارے قالب مین ہزار جانین بھی ہون اور ایک ایک کرکے ہر جان نکل جائے تب بھی مین اپنے اس دین کو نہ چھوڑون گا[2]،

حضرت خالد بن سعیدؓ اسلام لائے تو ان کے باپ نے انکو سخت سرزنش کی کوڑے مارے قید کیا، کھانا پینا بند کردیا، اور اپنے دوسرے لڑکون کو اُن سے بات چیت کرنے کی ممانعت کردی، لیکن انھون نے رسول اللہ صلعم کی معیت نہ چھوڑی، اور آخرکار حبش کی طرف ہجرت کرگئے، اب ان کے باپ کو اور بھی رنج ہوا، اور کہا کہ مجھے ان صابیون سے الگ ہوجانا پسند ہی لیکن یہ گوارا نہین کہ اپنے باپ دادا اور معبودون کے معائب سنون، چنانچہ وہ طائف کے ایک مقام مین جہان اُنکی کچھ جائداد تھی چلے گئے[3]،

دین وایمان کے معاملہ مین صحابۂ کرام نے صرف معاشرتی بے تعلقی کو گوارا نہین کیا بلکہ ان کو اعزہ واقارب کے رشتۂ حیات کے منقطع کردینے مین بھی تامل نہ ہوا، ایک غزوہ مین عبداللہ بن سلول نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اشتعال دلایا، تو اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ "یارسول اللہ صلعم اگر آپ اجازت دین تو مین اسکو قتل کرڈالون"[4]،

عتبہ غزوہ بدر مین شمشیر بکف میدان مین آیا تو مقابلے کیلیے اسکے لختِ جگر حضرت ابوحذیفہؓ نکلے، چنانچہ عتبہ کی بیٹی ہندنے اس پر ان کی ہجو مین یہ اشعار لکھے،

---

[1] مسلم کتاب المناقب مناقب سعد بن ابی وقاصؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ عمرو بن سعید و خالد بن سعیدؓ [4] استیعاب تذکرہ عبداللہ بن ابی سلول،

Marfat.com

فما شکرت اباً ربالک من صغر	حتی شببت شابا غیر مجحون
تو نے اس باپ کا شکر ادا نہین کیا	جس نے تجھے بڑا کین مین پالا یہانتک کہ تو جوان ہوا
الا حول الا لغل المشئوم طائرہ	ابوجندل شر الناس فی الدین
او ا احول، کج دندان، بدبخت،	ابوجندل جو مذہبی حیثیت سے بدترین شخص ہے

اسی غزوہ مین حضرت عبدالرحمٰنؓ (اس وقت وہ کافر تھے) صفِ جنگ سے نکلے تو ان کے والدِ بزرگوار حضرت ابوبکرؓ نے ان کا مقابلہ کیا،

اسیرانِ بدر گرفتار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے انکے متعلق مشورہ کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ "آپ علی کو ان کے بھائی عقیل کی گردن مارنے کا حکم دیجیے اور مجھ کو میرے ایک عزیز کو حوالہ کیجیے کہ مین اسکی گردن اڑا دون"، یہود بنو قریظہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے، اور عرب مین حلیفون مین بالکل برادرانہ تعلقات پیدا ہو جاتے تھے لیکن جب رسول اللہ صلعم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذؓ پر رکھ دیا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے تو انھون نے اس تعلق کی کچھ پرواہ نہ کی اور بے لاگ فیصلہ کر دیا کہ لڑنے والے قتل کر دیے جائین عورتون اور بچون کو لونڈی غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال و اسباب مسلمانون پر تقسیم کر دیا جائے،

صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا تمسکوا بعصم الکوافر — کافرہ عورتون کو نکاح مین نہ رکھو،

اور اس کے ذریعہ سے صحابہ کو حکم دیا گیا کہ مکہ مین انکی جو کافرہ عورتین ہین اُن کو چھوڑ دین تو

سلہ استیعاب تذکرہ ابوحذیفہؓ ۲ ایضاً تذکرہ عبدالرحمٰن، ۳ مسلم کتاب الجہاد باب الامداد فی الملائکہ فی غزوہ بدر و اباحۃ الغنائم ۴ اسد الغابہ تذکرہ سعد بن معاذ و طبقات ابن سعد ذکر غزوہ بنو قریظہ، ۵ بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ بنو قریظہ ۶ بخاری کتاب التفسیر سورہ ممتحنہ،

Marfat.com

حضرت عمرؓ نے اسی وقت اپنی دو کافرہ بیویون کو طلاق دیدی، بہت سی صحابیات اپنے اپنے شوہرون کو چھوڑ کر ہجرت کر آئین، اور ان مین سے ایک بھی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہوئی، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین،

ما نعلم ان احدا من المهاجرات	ہم کو کسی ایسی مہاجرہ عورت کا حال معلوم
ارتدت بعد ایمانها[1]،	نہین جو ایمان لاکر پھر مرتد ہوئی ہو،

اعزہ و اقارب کے علاوہ قبائل کی یکجہتی بھی عرب کی سب سے بڑی طاقت تھی لیکن بعض صحابہ نے اسلام کیلیے قبیلہ کے تعلق کو بھی منقطع کردیا، حضرت سعد بن معاذؓ اسلام لائے تو اپنے قبیلہ سے تمام تعلقات منقطع کرلیے اور کہا کہ "مجھ پر تمھارے مردون اور عورتون سے بات چیت کرنا حرام ہے"[2] لیکن ان تمام واقعات سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اسلام نے صحابۂ کرام مین قساوت اور سنگدلی پیدا کردی تھی، اور اسی سنگدلی کی وجہ سے انھون نے تمام اعزہ و اقارب سے تعلقات منقطع کرلیے تھے، بلکہ اس کے برعکس اسلام نے صحابۂ کرام کے جذبۂ محبت کو اور بھی زیادہ مشتعل کردیا تھا، اس لیے جب وہ اپنے اعزہ و اقارب بالخصوص اپنی اولاد اور اپنی شریکِ زندگی بی بی کو دیکھتے تھے کہ وہ کفر کی بدولت جہنم کا ایندھن بن رہے ہین تو فطری محبت کی بنا پر ان کا دل جلتا تھا اور وہ سخت اضطراب کی حالت مین خدا سے دعا کرتے تھے کہ

ربنا هب لنا من ازواجنا	اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیون (اور بچون)
وذریتنا قرة اعین	سے اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھون کی
واجعلنا للمتقین اماما	ٹھنڈک عنایت فرما اور ہم کو پرہیزگارون
	کا پیشوا بنا،

[1] بخاری کی کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ [2] اصابہ تذکرہ حضرت سعد بن معاذؓ [3] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۹

Marfat.com

یعنی ہماری ہی طرح ہماری بیبیون اور بچون کو بھی ایمان واسلام کی دولت عطا کر اور وہ اس معاملہ مین ہماری پیروی کرین تاکہ ان کو دیکھ کر ہماری آنکھین ٹھنڈی ہون اور ہم پرہیزگارون کے پیشوا بن سکین[1]

ہجرت صحابۂ کرامؓ نے اسلام کے لیے جو مصائب برداشت کیے ان مین ہجرت کی داستان نہایت درد انگیز ہے، خود حدیث شریف مین آیا ہے

ان الهجرة شانها شديد[2] ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے،

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے وہ بھی اس مصیبت کو برداشت نہ کر سکے، چنانچہ ایک بدو مدینہ مین ہجرت کر کے آیا اور رسول اللہ صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی، سوء اتفاق سے اسلام لانے کے بعد اس کو بخار آ گیا، اس لیے اس نے اصرار کے ساتھ بیعت فسخ کرالی، اس موقع پر آپ نے فرمایا:-

انما المدينة كالكير تنفي خبثها وتنصع طيبها[3] مدینہ بھٹی کے مثل ہے جو میل کچیل کو باہر پھینک دیتی ہے اور خالص زر کو الگ کر دیتی ہے

یہ زر خالص صحابۂ کرام ہی تھے، جو مدتون مدینہ مین نخل دار آتش رہے، لیکن اسلام کے لیے ان تمام سختیون کو گوارا کر لیا، چنانچہ صحابہ کرام ہجرت کر کے آئے تو مدینہ کی آب ہوا راس نہ آئی، اور متعدد بزرگ بخار مین مبتلا ہو گئے، اس حالت مین حضرت ابوبکرؓ یہ شعر پڑھتے تھے،

كل امرئ مصبح في اهله والموت ادنى من شراك نعله

حضرت بلالؓ مکہ کی وادیون، چشمون اور پہاڑیون کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور اپنے

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۵۹۰، [2] بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم واصحابہ الی المدینۃ، [3] بخاری کتاب الاحکام باب من بایع ثم استقال البیعۃ مع فتح الباری

Marfat.com

رنج وغم کا اظہار ان حسرت ناک اشعار مین کرتے تھے،

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ — بواد وحولی اذخر وجلیل

کاش مین ایک رات اس میدان مین بسر کرتا — جسمین میرے گرد اذخر وجلیل ہوتے (مکہ کی دو قسم کی گھاس کا نام ہی)

وھل اردن یوما میاہ مجنۃ — وھل یبدون لی شامۃ وطفیل[1]

کیا مین پھر کسی دن کوہ مجنہ کے چشمون سے سیراب ہونگا — کیا میرے سامنے پھر شامہ وطفیل (دو پہاڑیان) ہونگی

حضرت عامرؓ کی زبان پر یہ شعر تھا،

انی وجدت الموت قبل ذوقہ — ان الجبان حتفہ من فوقہ[2]

مجھے موت سے پہلے ہی موت آگئی — نامرد ون کی موت اوپر سے آتی ہے

ایک صحابی ہجرت کرکے آئے تو بیمار ہوگئے، حالت مرض مین رسول اللہ صلعم نے حال پوچھا بولے بیمار ہون، اگر بطحان کا پانی پی لیتا تو اچھا ہوجاتا، فرمایا تو کون روکتا ہی؟ بولے ہجرت، ارشاد ہوا، جاؤ، تم ہر جگہ مہاجر ہی رہوگے[3]

سخت سے سخت رکاوٹین بھی صحابۂ کرام کو ہجرت سے باز نہین رکھ سکتی تھین، کفار نے حضرت ابوجندلؓ کے پاؤن مین بیڑیان ڈالدی تھین، لیکن حدیبیہ کا معاہدۂ صلح ہورہا تھا کہ وہ بیڑیان پہنے ہوئے پہنچے اور اپنے آپ کو مسلمانون کے سامنے ڈالدیا، اگرچہ معاہدہ مین یہ شرط تھی کہ جو مسلمان مدینہ جائیگا وہ واپس کردیا جائیگا، تاہم چونکہ معاہدہ اب تک مکمل نہین ہوا تھا اس لیے رسول اللہ صلعم کو بھی ان کی حالت پر رحم آیا، اور فرمایا کہ "ابتک ہمنے مصالحت نہین کی ہی" لیکن ابوجہل نے کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی کو واپس کرنا ہوگا، معاہدۂ صلح آپنے ان کو واپس کرنا چاہا، تو انھون نے کہا، مسلمانو! کیا مین مشرکین کی طرف پھر واپس کردیا جاؤن گا؟

[1] بخاری کتاب الحج فضائل مدینہ [2] مندرج ہ ص ۵۶۵ [3] اسد الغابہ تذکرہ اسعد بن زرارہؓ

Marfat.com

حالانکہ مسلمان ہوکر آیا ہون، کیا تم میری مصیبتون کو نہین دیکھتے"، اس وقت اگرچہ وہ واپس کردیئے گئے، تاہم دوبارہ بھاگ کر آئے، اور حضرت ابو بصیرؓ نے سمندر کے ساحل پر اس قسم کے مہاجرین کی جو جماعت قائم کرلی تھی اسمین شامل ہوگئے،[1]

حضرت صہیبؓ نے ہجرت کرنا چاہی تو کفار نے سخت مزاحمت کی، اور کہا کہ "تم مکہ مین محتاج آئے تھے، لیکن یہان آکر دولتمند ہوگئے، اب یہ مال لیکر کہان جاتے ہو"؟ انھون نے کہا "اگر مین سب مال تم کو دیدون تو مجھے جانے دوگے"؟ کفار راضی ہوگئے، اور انھون نے تمام مال ان کو دیدیا،[2]

ان تمام تکلیفون اور مزاحمتون مین صحابہ کیلیے صرف یہ خیال مسرت خیز تھا کہ انھون نے کفر کے گہوارہ سے باہر قدم نکالا اور اسلام کے دائرہ مین آگئے، حضرت ابو ہریرہؓ نے ہجرت کی تو گو طول سفر سے اکتا گئے، تاہم یہ شعر زبان پر تھا،

یالیلۃ من طولھا وعنائھا ۔۔۔ علی انھا من دارۃ الکفر نجت[3]

کتنی لمبی اور تکلیف دہ یہ رات ہے، تاہم یہ بات تسکین بخش ہے کہ اس نے دارالکفر سے نجات دلائی،

فتح مکہ کے بعد اگرچہ تمام عرب مین امان قائم ہوگیا تھا، اور ہر شخص آزادی سے فرایض اسلام بجالاسکتا تھا، تاہم بعض مسلمانون کے دلون مین اب بھی ہجرت کا شوق باقی تھا، چنانچہ چند لوگ یمن سے ہجرت کرکے مدینہ کو چلے جو قبا تک پہنچے تو راستہ مین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال ہوچکا،[4] لوگ سمجھتے ہین کہ صحابہ کرام نے صرف جان و مال کی حفاظت کیلیے ہجرت کی تھی، لیکن حقیقت یہ خیال صحیح نہین بلکہ ہجرت کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دین کی حفاظت ہو اور ہر شخص آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرسکے، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ "ہر مسلمان اپنے دین کو

[1] بخاری کتاب الشروط ذکر صلح حدیبیہ [2] طبقات ابن سعد ذکر حضرت صہیبؓ [3] بخاری کتاب الاکراہ [4] بخاری کتاب المغازی ذکر وفات النبی وبعث اسامہ

Marfat.com

لیکر خدا اور خدا کے رسول کی طرف بھاگ آتا تھا، تاکہ دینی فتنہ مین نہ مبتلا ہو،[1] لیکن یہ ذوق اس قدر ترقی کر گیا کہ جس سرزمین مین برائی نظر آتی تھی صحابہ کرام اسکو چھوڑ کر رسول اللہ صلعم کے دامن مین پناہ لیتے تھے تاکہ ان کے گناہون کا کفارہ ہو، چنانچہ ایک بار حضرت لبابہؓ بن عبدالمنذر سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، اور ان پر اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جب انکی توبہ مقبول ہوئی تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین عرض کی یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ جس سرزمین مین مین نے گناہ کیا ہے چھوڑ دون، اور آپ کے پاس آ رہون، اور اپنا کل مال اللہ و رسول کو صدقہ مین دیدون[2] اسلامی اوجِ حکومت کے زمانۂ شباب مین بھی جب کہین صحابۂ کرام کو بدی کا احساس ہوتا تو فوراً اس مقام کو چھوڑ کر مدینہ کا رخ کرتے تھے،

ایک بار غزوۂ روم مین حضرت عبادہؓ بن صامت انصاری نے دیکھا کہ لوگ سونے کے ٹکڑے اشرفیون سے اور چاندی کے ٹکڑے درہمون سے بیچ رہے ہین، فرمایا "لوگو تم سود کھا رہے ہو" رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سونے کو سونے کے برابر خریدو اس مین نہ زیادتی ہے، نہ ادھار" امیر حضرت معاویہؓ نے کہا "میرے نزدیک صرف ادھار کی صورت مین سود ہے"، بولے "مین حدیث بیان کرتا ہون اور تم اپنی رائے ظاہر کرتے ہو، اگر خدا نے توفیق دی، تو جس سرزمین مین مجھ پر تمھاری حکومت ہے اس مین قیام نہ کرون گا"، چنانچہ پلٹے تو سیدھے مدینہ چلے آئے،[3]

تو اب آخرت کی تمنا نے دار الہجرت یعنی مدینہ کو صحابۂ کرام کی نگاہون مین اس قدر محبوب بنا دیا تھا کہ حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تو بعض لوگون نے مشورہ دیا کہ شام کو نکل چلین، وہان امیر معاویہؓ کی حمایت حاصل ہو گی، بولے "مین دار الہجرت اور مجاورتِ رسول کا فراق ہرگز گوارا نہ کرونگا"

---

[1] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینہ [2] موطا امام مالک کتاب الایمان والنذور باب جامع الایمان [3] سنن ابن داؤد باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلعم والتغلیظ علی من عارضہ [4] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۶۷، مسند عثمانؓ ابن عفانؓ،

Marfat.com

جب حضرت سعد بن ابی وقاص مکہ مین سخت بیمار ہوکر اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے تو ان کو صرف یہ افسوس ہوا کہ وہ دارالہجرت سے دور ایسی سرزمین مین مر رہے ہین جس سے اُنھون نے ہجرت کرلی ہے[1] حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ دعا کرتے تھے کہ خداوندا مکہ مین مجھے موت نہ آئے، مکہ مین ان کا انتقال ہونے لگا تو اپنے بیٹے سالم کو وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری لاش حدود حرم سے باہر دفن کی جائے، کیونکہ مجھے یہ پسند نہین کہ وہین سے ہجرت کی اور وہین دفن ہون[2]، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مکہ مین آتے تھے تو اپنے زمانۂ جاہلیت کے قدیم مکان مین جس سے وہ ہجرت کرچکے تھے اترنا نہین پسند کرتے تھے[3]،

---

[1] مسلم کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالثلث لا یتجاوز [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

[3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ،

Marfat.com

عقائد

توحید صحابۂ کرامؓ نے اگرچہ اپنی زندگی مین بہت سے بیک کام کیے تھے لیکن ان سب مین کلمۂ توحید کو راس الاعمال سمجھتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو رونے لگے، ان کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین؟ کیا موت کے ڈر سے؟ بولے خدا کی قسم نہین، صرف واقعات مابعد الممات کا خوف ہی، انھون نے تسکین دی اور کہا" آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے، آپ نے رسول اللہ صلعم کا فیض صحبت پایا، اور آپ نے مصر و شام مین فتوحات کین"، بولے" تم نے ان سب سے بہتر چیز یعنی شہادت لا الہ الا اللہ کو تو چھوڑ ہی دیا"[1]

کفار حضرت بلالؓ کو کس قدر اذیت دیتے تھے، لیکن ان کی زبان سے صرف احد احد نکلتا تھا، حضرت ابو فکیہہؓ بھی اسی مصیبت مین مبتلا تھے، لیکن اس حالت مین بھی جب ان کے آقا اُمیہ نے ایک گبریلے کی طرف اشارہ کرکے حقارت آمیز لہجہ مین کہا کہ "تمھارا پروردگار یہی تو نہین" تو بولے کہ "میرا اور تیرا دونون کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہی"

حضرت ام شریکؓ ایمان لائین تو اُن کے اعزہ و اقارب نے ان کو دھوپ مین کھڑا کردیا اور اس حالت مین روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے تھے اور پانی تک نہین پلاتے تھے جب اس طرح تین دن گذر گئے تو ظالمون نے کہا کہ "جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس قدر بدحواس ہوگئی تھین کہ ان جملون کا مطلب ہی نہ سمجھ سکین، اب ان لوگون نے

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عمرو بن العاصؓ، [2] سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴ فضل سلمان و ابی ذرؓ و المقداد،

Marfat.com

آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھین کہ توحید کا انکار مقصود ہی، بولین "خدا کی قسم ہین تو اسی عقیدہ پر قائم ہون[1]"

تنزہ عن الشرک | لیکن توحید کی تکمیل کے لیے صرف اسی قدر کافی نہ تھا بلکہ اہل عرب ہین جو مشرکانہ خیالات پھیلے ہوے تھے ان کا انکار بھی توحید کا ایک جزو تھا، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لانے کے ساتھ ہی اس گورکھ دھندے سے بھی نکل گئے، مثلاً عرب کا خیال تھا کہ بتون کی برائیان بیان کرتے ہین ان کو برص یا جذام یا جنون ہو جاتا ہی، لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہؓ جب رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت سے اسلام کے نشہ مین چور ہو کر واپس گئے اور اپنی قوم کے سامنے لات وعزیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کیا، تو اس خیال کی بنا پر سب نے کہا کہ "ضمام برص جذام اور جنون سے ڈرد،، بولے "خدا کی قسم یہ دونون بت کچھ بھی نفع ونقصان نہین پہنچا سکتے[2]"

حضرت زینبؓ اسلام لانے کے بعد اندھی ہوگئین، تو کفار نے کہنا شروع کیا کہ لات وعزیٰ نے ان کو اندھا کر دیا ہی، بولین کہ لات وعزیٰ کو پوجنے والون کی کیا خبر ہے یہ مصیبت تو آسمان سے آئی ہے[3]"

زمانۂ جاہلیت مین جھاڑ پھونک کا عام رواج تھا لیکن چونکہ اسمین عموماً شرک کی آمیزش پائی جاتی تھی، اس لیے وہ ایک مشتبہ چیز تھی، لیکن ایک سفر مین اتفاق سے چند صحابہؓ کے ایک قبیلے کے یہان اترے اور اُن لوگون نے ان کے مذہبی تقدس کی بنا پر درخواست کی کہ ہمارے رئیس کو بچھو نے ڈنک مارا ہی، کیا آپ لوگ اسکو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہین ان مین

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ ام شریکؓ، اصابہ مین یہ واقعہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ مذکور ہی۔ [2] صحیح بخاری کتاب الوضوء باب فرض الوضوء والصلوۃ، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زینبؓ،

Marfat.com

ایک بزرگ رئیس کے پاس آئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، تو وہ بھلا چنگا ہو گیا، ان لوگون نے صحابہ کو اس کا معاوضہ دیا، جس کو ان لوگون نے تقسیم کرنا چاہا لیکن جن بزرگ نے سورۂ فاتحہ کا دم کیا تھا اس سے اختلاف کیا، اور کہا کہ اس کے متعلق چل کر رسول اللہ صلعم سے مشورہ کر لینا چاہیے، چنانچہ آپکی خدمت مین آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا "تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہ جھاڑ پھونک ہی؟ معاوضہ تقسیم کرو، اور میرا بھی ایک حصہ لگاؤ"[1]

زمانۂ جاہلیت مین تعویذ گنڈے کا عام رواج تھا لیکن ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ بی بی نے گلے مین گنڈا ڈال رکھا ہی، توڑ کے پھینکدیا، اور کہا کہ آل عبداللہ شرک سے بے نیاز ہین، رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہی کہ تعویذ گنڈا شرک ہے"[2]

عرب کے لوگ بچون کے بچھونے کے نیچے استرا رکھ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح بچے آسیب سے محفوظ رہتے ہین، حضرت عائشہؓ نے ایک بار کسی بچے کے سرہانے استرا دیکھا تو منع فرمایا، اور کہا کہ "رسول اللہ ٹوٹکے کو سخت ناپسند فرماتے تھے"[3]

بت شکنی عرب مین شرک کا اصلی مظہر بت تھے، اس لیے صحابۂ کرام اسلام لائے تو سب سے پہلے راہ توحید سے اسی سنگ گران کو دور کیا، عرب مین دستور تھا، کہ سردارانِ قبائل خاص طور پر اپنے لیے بت بناتے تھے، اور ان کو گھرون مین رکھتے تھے اس طریقہ کے مطابق قبیلہ بنو سلمہ کے سردار عمرو بن الجموح نے ایک لکڑی کا بت بنوا کر گھر مین رکھا تھا، نوجوانانِ بنو سلمہ یعنی حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت معاذ بن عمروؓ وغیرہ اسلام لائے، تو رات کو خفیہ طور پر آتے تھے، اور اس بت کو اٹھا کر ایک گڑھے مین جس کے اندر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا، پھینک آتے تھے، عمرو بن الجموح صبح کو اٹھتا تو بت کو وہان سے ڈھونڈھ کے اٹھا لاتا اور پاک صاف کر کے گھر مین رکھتا

[1] ابوداؤد کتاب الطب باب کیف الرقی [2] سنن ابن ماجہ کتاب الطب باب تعلیق التمائم [3] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن صفحہ ۸۰،

Marfat.com

اور کہتا کہ "اے بُت جس نے تیرے ساتھ یہ بدسلوکی کی ہی، اگر مین اسکو پاجاتا تو اسکی بڑی فضیحت کرتا"، دوسرے دن یہ پرجوش نوجوان بُت کے ساتھ پھر یہی سلوک کرتے، اس طرح جب یہ واقعہ پے در پے ہوا، تو عمرو بن الجموح نے بت کے گلے مین ایک تلوار لٹکا دی اور کہا کہ "اگر تجھ مین کچھ بھلائی ہے تو خود اپنی حفاظت کر" رات کو یہ نوجوان حسب معمول پھر آئے اور بت کو ایک مردہ کتے کے ساتھ رسی مین باندھکر گڑھے مین ڈالدیا، عمرو بن الجموح نے بت کو اس حالت مین پایا تو خود بخود مسلمان ہوگیا[1]،

قبیلہ سعد کا ایک بُت تھا جس کا نام قراض تھا، حضرت ذباب بن حارث اسلام لائے تو اس کو چکنا چور کردیا، اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے :-

تبعت رسول اللہ اذ جاء بالہدیٰ وخلفت قراضا بدار ھوان

جب رسول اللہ صلعم ہدایت لائے تو مین نے آپکا اتباع کیا، اور قراض کو ذلیل ترین مقام مین چھوڑ دیا

شددت علیہ شدۃ فکسرتہ کان لم یکن والدھر ذو حدثان[2]

مین نے اس پر حملہ کیا، اور اس کو اس طرح چور چور کردیا، کہ گویا اس کا وجود ہی نہ تھا،

حضرت ہند بن عتبہؓ جب ایمان لائین تو گھر مین جو بُت نصب تھا اس کو توڑ پھوڑ ڈالا، اور کہا کہ "ہم تیری نسبت بڑے دھوکے مین مبتلا تھے"[3]،

حضرت ابو طلحہؓ نے جب حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کی خواہش کی تو انھون نے کہا، "ابو طلحہ کیا یہ خبر نہین کہ جس خدا کو تم پوجتے ہو وہ زمین سے اگا ہی"، بولے "مجھے معلوم ہے"، بولین تو کیا تمھین ایک درخت کی عبادت سے شرم نہین آتی"، چنانچہ جب تک انھون نے بت پرستی سے

[1] یہ تفصیل ابن ہشام جلد اول صفحہ ۲۴۸ مین ہی، اصابہ تذکرہ معاذ بن جبلؓ مین اجمالاً صرف اس قدر مذکور ہی کان معاذ من یکسر اصنام بنی سلمہ یعنی معاذ ان لوگون مین ہین جو بنی سلمہ کے بت کو توڑا کرتے تھے [2] اسد الغابہ تذکرہ ذبابؓ، [3] اصابہ تذکرہ ہند بن عتبہؓ،

Marfat.com

توبہ کرکے کلمۂ توحید نہین پڑھا، انھون نے اُن سے نکاح کرنا پسند نہین کیا،[1]

ایمان بالرسالۃ | رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اعتقاد صحابۂ کرام کے لوحِ دل پر کالنقش فی الحجر ہوگیا تھا، اس لیے وہ کسی حالت مین اسکو مٹنے نہین دیتے تھے، غزوۂ حدیبیہ مین جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصالحت نامہ لکھا تو کفار نے اصرار کیا کہ اس پر "رسول اللہ" کا لفظ نہ لکھا جائے، رسول اللہ صلعم نے یہ شرط منظور کرلی اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اس فقرے کو مٹادین، صحابۂ کرام اگرچہ کبھی آپکی نافرمانی نہین کرتے تھے، تاہم اس موقع پر اُنھون نے صاف کہہ دیا کہ "مین اس کو نہین مٹا سکتا" بالآخر آپ نے خود دستِ مبارک سے اس کو مٹادیا،[2]

ایمان کا درجۂ کمال یہ ہی کہ پیغمبر کے اقوال پر اس وثوق کے ساتھ ایمان لایا جائے کہ محال ممکن مستقبل حال اور غائب حاضر بن جائے، صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کی ہر بات پر اسی شدت کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اسی درجۂ کمال نے حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا خطاب دیا تھا،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "بکری کے ایک گلے پر بھیڑیئے نے حملہ کیا، اور ایک بکری اٹھا لیچلا، چرواہے نے اسکو بلایا، تو بھیڑیئے نے جواب دیا کہ یوم السبع مین بکری کا نگران کون ہوگا جبکہ میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا؟ آپنے فرمایا کہ ایک شخص بیل پر بوجھ لادے ہوئے جارہا تھا، بیل نے مڑکر کہا مین اس کے لیے نہین بنایا گیا، مین صرف کھیتی باڑی کیلیے پیدا ہوا ہون" بہت سے صحابہ نے اس کو استعجاب سے سنا اور کہا "سبحان اللہ" لیکن آپ نے فرمایا "ہم، ابوبکرؓ اور عمر بن الخطاب اس پر ایمان لائے ہین"[3]

ایک بار حضرت عمران بن حصینؓ نے یہ حدیث بیان کی، کہ "اہل وعیال کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہی" اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ "اگر ایک آدمی خراسان مین مرجائے اور

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت ام سلیمؓ، [2] مسلم کتاب الجہاد باب صلح الحدیبیہ فی الحدیبیہ سے بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ،

Marfat.com

اہل وعیال یہاں پر ماتم کریں تو کیا آپکے خیال میں اس پر خراسان میں عذاب ہوگا؟
بولے "رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا وہ سچ ہے اور تو جھوٹ بکتا ہے"[1]

ایکبار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آیندہ زمانے میں تمھاری مختلف جماعتیں قائم ہوجائینگی، کوئی جماعت شام میں رہیگی، کوئی یمن میں اقامت پذیر ہوگی، اور کوئی عراق میں سکونت اختیار کریگی" سراپیتین گوئی پر حضرت ابن حوالہؓ اس شوق کے ساتھ ایمان لائے کہ آپ سے درخواست کی کہ "مبادا میں بھی اس زمانہ تک زندہ رہوں اس لیے آپ خود میری اقامت گاہ متعین فرما دیجیے"[2]

ایک بار آپ نے کسی بدو سے گھوڑا خریدا، اور قیمت ادا کرنے کے لیے اسکو ساتھ لیچلے۔ لیکن آپ تیزی سے آگے بڑھ گئے، اور بدو پیچھے رہ گیا، لیکن جن لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ نے اسکو خرید لیا ہے، وہ بدو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے، خریداروں کو دیکھکر بدو نے آپ کو پکار کر کہا۔ لینا ہو تو لیجیے، ورنہ میں گھوڑے کو فروخت کر ڈالتا ہوں" آپ نے فرمایا کہ "تم نے تو اسکو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے" بولا "نہیں، اگر گواہ ہو تو لائیے، حضرت خزیمہؓ اس بات اگرچہ بیع کے موقع پر موجود نہ تھے تاہم کہا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ تم نے آپ کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر دیا ہے" ارشاد ہوا "تم نے کیون کر شہادت دی"؟ بولے "آپکی تصدیق کی بنا پر" اس موقع پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ نے انکی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا[3]

صحابہ کرام کے عہد میں بچہ بچہ یہ راسخ عقیدہ رکھتا تھا کہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے

---

[1] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت [2] ابوداؤد کتاب الجہاد فی سکنی الشام [3] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد یجوز لہ الحکم،

Marfat.com

جو لفظ نکل جائیگا، اسکے خلاف نہ ہوگا، ایک بار آپنے ایک لڑکی کو بددعا دیدی کہ "تیرا سن زیادہ نہ ہو" وہ روتی ہوئی حضرت ام سلیمؓ کے پاس آئی اور کہا کہ "آپ نے مجھ کو یہ بددعا دی ہے اب میرا سن ترقی نہ کریگا"، وہ فوراً حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ "آپ نے میری بیٹی کو بددعا دیدی"، آپ ہنس پڑے اور فرمایا "میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں، پس جسکو میں ایسی بددعا دوں جس کا وہ مستحق نہیں تو یہ اسکے لیے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہوگی"[1]

جب رسول اللہ صلعم سے کوئی معجزہ صادر ہوتا تھا تو صحابۂ کرام کی قوت ایمانیہ میں اور اضافہ ہو جاتا تھا، حضرت جابرؓ کو اپنے باپ کی جانب سے بہت سے لوگوں کا قرض ادا کرنا تھا، اور کھجوروں کے باغ کے سوا ادا کرنے کا کوئی سامان نہ تھا لیکن قرضداروں نے باغ کے پھل لینے پر آمادہ نہ تھے، بالآخر رسول اللہ صلعم خود باغ میں آئے اور اسکی کھجوروں کیلئے دعائے برکت فرمائی، نتیجہ یہ ہوا کہ جب کھجوریں توڑی گئیں تو سب کا قرض بھی ادا ہو گیا اور بہت کچھ کھجوریں بچ بھی رہیں، حضرت جابرؓ نے آپ کو اسکی خبر کی تو آپنے حضرت عمرؓ سے فرمایا سنتے ہو؟ بولے "ہم کو تو یقین ہی تھا کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں، خدا کے پیغمبر ہیں"[2]

غزوۂ خیبر میں ایک شخص نہایت بیگیری سے لڑ رہا تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ "دوزخی ہے"، اس پر تمام صحابہ کو سخت تعجب ہوا اور ایک صحابی اسکی تصدیق کے لیے اس کے ساتھ ہو لیے، اتفاق سے وہ زخمی ہو کر زندگی سے تنگ آ گیا، اور خودکشی کر لی، اس حالت کو دیکھکر وہ آپکی خدمت میں آئے، اور کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں"[3]

یہ قوت ایمانیہ جس طرح رسول اللہ صلعم کی زندگی میں قایم تھی، اسی طرح آپکی وفات کے بعد بھی قائم رہی، رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ نے رو کر کہا کہ "کاش ہم آپ سے پہلے ہی مر جاتے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے بعد ہمارے دین میں کوئی خلل آئے، لیکن حضرت معنؓ بن عدی

---

[1] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب من لعنہ النبی صلعم دسبہ ودعا علیہ [2] بخاری کتاب الہبۃ باب اذا وہب دینا علی رجل،
[3] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوۂ خیبر،

Marfat.com

نے کہا کہ "مین آپ سے پہلے مرنا پسند نہین کرتا تاکہ جس طرح مین نے آپکی زندگی مین آپکی تصدیق کی اسی طرح بعد وصال بھی آپکی تصدیق کرون"[1]۔

ایمان بالغیب شریعت مین صرف ایمان بالغیب معتبر ہی اور صحابۂ کرامؓ کو غیب کی تمام چیزون پر اس شدت کے ساتھ یقین تھا کہ گویا ان کو یہ چیزین علانیہ نظر آتی تھین،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت حارثہؓ سے پوچھا کہ کیا حال ہی؟ بولے "یا رسول اللہ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہون" فرمایا "ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہی تمھارے ایمان کی کیا حقیقت ہی؟" بولے "دنیا سے میرا دل پھر گیا ہی اسلیے رات کو جاگتا ہون اور دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہون، گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہی، گویا مین اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہون، اور گویا اہل دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آرہے ہین، آپ نے فرمایا، "تم نے جان لیا، اب اس پر قایم رہو"[2]،

رسول اللہ صلعم کے فیض صحبت سے یہ ایمان اور بھی تازہ رہتا تھا حضرت حنظلہؓ کا بیان ہی کہ جب ہم آپکی خدمت مین ہوتے تھے اور آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو گویا ہمارے سامنے ان کی تصویر کھچ جاتی تھی[3]،

ایمان بالقدر صحابۂ کرامؓ مسئلۂ تقدیر پر شدت کے ساتھ یقین رکھتے تھے، طاؤس یمانی کا بیان ہی کہ مین نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی، سب کے سب کہتے تھے کہ کل چیزین تقدیر سے وجود مین آتی ہین[4]، ابن دیلمی کہتے ہین کہ میرے دل مین مسئلۂ تقدیر کے متعلق خدشہ پیدا ہوا، انھون نے حضرت ابی بن کعبؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انھون نے کہا کہ خدا کی راہ مین کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کردگے تو خدا اسوقت تک قبول نہ کریگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاؤگے، اور اگر اس

---

[1] اسد الغابہ بتذکرہ معن بن عدیؓ [2] اسد الغابہ بتذکرہ حضرت حارثہ بن مالکؓ [3] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۵۰ [4] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۱۰،

Marfat.com

عقیدہ کے خلاف تم کو موت آئی تو جہنم مین داخل ہوگے، اسکے بعد وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور زید بن ثابتؓ کے پاس آئے تو سب نے یہی کہا حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے ابو حفصہؓ کو نصیحت کی کہ بیٹے تم کو اسوقت تک حقیقت ایمان کی لذت نہ ملے گی جب تک تمکو یہ یقین نہ ہو، کہ جو کچھ ہوا اس کا ہونا لازمی تھا، اور جو کچھ نہین ہوا اس کا نہ ہونا ضروری[1] تھا، اس بنا پر جب کوئی شخص مسئلہ تقدیر کا انکار کرتا تھا تو صحابہ کرام شدت کے ساتھ اس سے تحاشی کرتے تھے،

بصرہ مین جب معبد جہنی نے مسئلہ تقدیر کا انکار کیا تو یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمن نے اس مسئلہ مین صحابہ کرام کی طرف رجوع کرنا چاہا حسن اتفاق سے ایک سفر حج مین حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ملاقات ہوگئی، دونون نے انکو دائین بائین سے گھیر لیا، اور کہا کہ "کچھ مسلمان ایسے پیدا ہوگئے ہین جو تقدیر کے منکر ہین" فرمایا "اُن سے ملنا تو کہدینا کہ مین ان سے الگ ہون، اور وہ مجھ سے الگ ہین خدا کی قسم جب تک وہ تقدیر پر ایمان نہ لائین گے، اگر کوہ اُحد کے برابر بھی سونا خیرات کرین گے تو خدا اسکو قبول نہ کریگا[2]" ان کا ایک دوست شام مین رہتا تھا، اور باہم اس قدر تعلقات تھے کہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، لیکن یکبار انھون نے اسکو لکھ بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مسئلہ تقدیر کے متعلق کچھ قیل و قال شروع کی ہے، اس لیے اب خط و کتابت کا سلسلہ بند کردو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت مین کچھ لوگ پیدا ہوجائین گے جو تقدیر کا انکار کرین گے[3]"

یہ صرف اعتقاد ہی اعتقاد نہ تھا، بلکہ بعض صحابہ سخت سے سخت مصیبت مین اسی پر عمل بھی کرتے تھے، طاعون عمواس کے زمانے مین حضرت عمرؓ نے سرغ تک پہنچکر واپس آنا

---

[1] ابوداؤد کتاب السنۃ باب فی القدر۔ [2] مسلم کتاب الایمان باب ما جاء فی الایمان والاسلام وذکر القدر وغیرہ،
[3] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۹۰،

Marfat.com

چاہا تو حضرت ابوعبیدہ جراحؓ نے فرمایا :-

افرار من قدر اللہ — کیا آپ تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہین'

بولے "کاش تمھارے سوا کوئی دوسرا اختلاف کرتا، ہان تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہین' مگر تقدیر الٰہی ہی کی طرف[1]

بصرہ مین طاعون آیا تو کسی نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ "ہم کو مقام وابق مین لیکر نکل چلیے"، بولے :-

الی اللہ آبق کلا الی وابق[2] — خدا کی طرف بھاگون گا نہ کہ وابق کی طرف

---

[1] مسلم کتاب السلام باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوہا [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ،

Marfat.com

عبادات

(ابوابُ الطہارۃ)

پنجوقتہ نیا وضو کرنا ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا بڑی پاکی اور بڑے ثواب کا کام ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اول اول رسول اللہ صلعم پر پنجوقتہ نماز کے ساتھ پنجوقتہ وضو بھی فرض کر دیا تھا، بعد کو اگرچہ اسکی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن بعض صحابہ عملاً اس کے پابند رہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر نماز نئے وضو کے ساتھ ادا فرماتے تھے[1]

ہمیشہ باوضو رہنا بعض صحابہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے حضرت عدی بن حاتمؓ کا قول ہے:-

مَا اقیمت الصلوٰۃ منذ اسلمت — جب سے میں اسلام لایا ہر نماز کے وقت

الا دانیا علی وضوء[2]، — باوضو رہتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ کل تم مجھ سے پہلے کیونکر جنت میں داخل ہو گئے؟ بولے "یا رسول اللہ! میرا معمول یہ ہے کہ جب اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز لازمی طور پر پڑھ لیتا ہوں، اور جسوقت وضو ٹوٹ جاتا ہے، اسی وقت فوراً وضو کر لیتا ہوں"[3]

پنجوقتہ مسواک کرنا رسول اللہ صلعم کمال طہارت و نظافت کی وجہ سے پنجوقتہ مسواک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اگر امت پر شاق نہ ہوتا تو میں پنجوقتہ نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا بھی حکم دیتا" لیکن صحابہ کرامؓ کے جوشِ عمل کے سامنے کون سا کام شاق تھا، حضرت زید بن خالدؓ نے اس شدت

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب السواک و مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۲۵ [2] اصابہ تذکرہ حضرت عدی بن حاتمؓ
[3] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۰، تذکرہ حضرت بلالؓ

Marfat.com

کے ساتھ اس کا التزام کیا کہ ہمیشہ قلم کی طرح کان پر مسواک رکھے رہتے تھے[1]،

(ابواب الصلوٰۃ)

نماز پنجگانہ صحابۂ کرام جس مستعدی و سرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے، اس کے متعلق احادیث مین نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہین، بخاری مین ہے کہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی تو تمام صحابہ اس تیزی کے ساتھ دوڑتے تھے کہ شور ہوجاتا تھا[2] سخت سے سخت مصروفیت کی حالت مین بھی جب نماز کا وقت آتا تھا تو تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہوجاتے تھے

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے :-

کانوا یتبایعون ولا یدعون الصلوات المکتوبات فی الجماعۃ	صحابہ بیع و شرا کرتے تھے، لیکن نماز فرض کو جماعت کے ساتھ کبھی نہین چھوڑتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ "ایک بار مین بازار مین تھا کہ نماز کا وقت آگیا تمام صحابہ دوکانین بند کرکے مسجد مین چلے گئے"، چنانچہ قرآن مجید کی یہ آیت :-

رجال لا تلہیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ،	صحابہ ایسے لوگ ہین جن کو تجارت کے کاروبار خدا کی یاد سے نہین روکتے،

ان ہی لوگون کی شان مین نازل ہوئی[3]۔

سخت سے سخت تکلیف مین بھی صحابہ کرام کی نماز قضا نہین ہوسکتی تھی، جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات کی صبح کو لوگون نے نماز فجر کے لیے جگایا تو بولے "ہان جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام مین اس کا کوئی حصہ نہین" چنانچہ اسی حالت مین کہ زخم سے متصل خون جاری تھا نماز پڑھی[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارت باب السواک صفحہ ۵ بخاری کتاب الاذان باب قول الرجل فاتتنا الصلوٰۃ صفحہ ۵۵ فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۲۵۳، [2] موطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح او رعاف

Marfat.com

اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہوجاتی تو صحابہ کرامؓ کو سخت برہمی پیدا ہوتی، غزوۂ خندق مین حضرت عمرؓ کی نماز عصر قضا ہوگئی تو کفار کو بُرا بھلا کہتے ہوئے آئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ! سورج غروب ہو رہا ہی اور مین نے اب تک نماز عصر نہین پڑھی"[1]،

نماز جمعہ | صحابۂ کرامؓ نماز جمعہ کو نہایت اہم سمجھتے تھے، اور اس اہمیت کا اظہار مختلف طریقون سے کرتے تھے، اسلام کی تاریخ مین حضرت اسعد بن زرارہؓ پہلے شخص تھے جنھون نے مدینہ مین جمعہ کو قائم کیا تھا، اُن کے انتقال کے بعد جب جمعہ کی اذان ہوتی تھی تو حضرت کعب بن مالکؓ ان پر رحمت کی دعا کرتے تھے، اُن کے بیٹے نے ایک روز اس کی وجہ پوچھی تو بولے کہ "وہ پہلے شخص تھے جنھون نے ہم کو جمعہ کیلیے جمع کیا، اس وقت ہماری تعداد صرف چالیس تھی"[2]،

ایک صحابیہ تھین جو اپنے کھیتون مین چقندر بویا کرتی تھین، جب جمعہ کا دن آتا تھا تو اس کو پکاتی تھین، اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھین[3]،

تمام صحابہؓ غسل جمعہ کا نہایت اہتمام کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہی کہ غسل جنابت کی طرح غسل جمعہ بھی فرض ہی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بغیر غسل کیے ہوئے، اور بغیر خوشبو لگائے ہوئے کبھی شریک جمعہ نہین ہوتے تھے[4]،

ایک بار حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی حالت مین حضرت عثمانؓ آگئے، بولے "بھلا یہ کون سا وقت ہی"؟ فرمایا "بازار سے پلٹا تو اذان سنی، اور صرف وضو کرکے چلا آیا" فرمایا یہ بھی قابل اعتراض بات ہے، کہ صرف وضو کیا، حالانکہ تمھین معلوم ہی کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلعم غسل کا حکم دیتے تھے[5]،

---

[1] بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ الخوف باب الصلوٰۃ عند مناھضۃ والقاء العدو، [2] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ فی القری [3] بخاری کتاب الجمعہ باب فی قول اللہ عزوجل "فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ" [4] موطا امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعہ وباب وقت الجمعہ وما یستحب من الطیب والادھان للرجل [5] ایضاً باب الاغتسال یوم الجمعہ،

Marfat.com

اگرچہ صحابۂ کرامؓ عموماً پابندیِ اوقات نماز کا لحاظ رکھتے تھے، لیکن جمعہ کے دن خاص طور پر یہ اہتمام کیا جاتا تھا کہ مسجد کی مغربی دیوار پر ایک چادر تان دیجاتی تھی، اور جب دیوار کا سایہ اس کو پورے طور پر ڈھک لیتا تھا، تو حضرت عمرؓ فوراً نماز کیلیے گھر سے نکل کھڑے ہوتے تھے[1]،

عہد نبوت مین اگرچہ جہاد افضل الاعمال سمجھا جاتا تھا، لیکن جمعہ کا شوق اس پر بھی غالب آتا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ایک سریہ مین جانے کا حکم دیا، لیکن اور لوگ تو روانہ ہوگئے وہ ٹھہر گئے جمعہ کا دن تھا، آپ نے جماعت مین دیکھا تو فرمایا کیون رُک گئے؟ بولے "مین نے چاہا کہ آپکے ساتھ جمعہ پڑھ لون تو جاؤن"[2]،

نوافل، اشراق اور صلوٰۃ کسوف صحابۂ کرام کو جس شوق و مستعدی کے ساتھ نماز مفروضہ ادا فرماتے تھے، اسی طرح نوافل، اشراق، اور صلوٰۃ کسوف وغیرہ بھی پڑھتے تھے بخاری مین حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہی :-

لقد ادرکت کبار اصحاب النبی صلعم یبتدرون السواری عند المغرب	مین نے کبار صحابہ کو دیکھا کہ مغرب کے وقت مسجد کے ستونون کی طرف نماز کیلیے دوڑتے تھے،

اور شراحِ حدیث نے تصریح کی ہے کہ یہ نفل کی نماز ہوتی تھی جس کو مغرب کی نماز شروع ہونے سے پہلے صحابۂ کرام ادا فرماتے تھے، خود اس حدیث مین ہی :-

حتی یخرج النبی صلعم	یعنی صحابہؓ نفل اس وقت تک پڑھتے تھے جب تک رسول اللہ صلعم امامت کے لیے نکل نہ آئین،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ سفر مین ہوتے تھے تو سواری کے

[1] موطاے امام محمد باب وقت الجمعہ و مایستحب من الطیب والدہان [2] ترمذی ابواب الجمعہ باب ماجاء فی السفر یوم الجمعۃ، [3] بخاری کتاب الصلوٰۃ الی الاسطوانۃ۔

Marfat.com

اوپر ہی بیٹھے بیٹھے نفل کی نمازین پڑھ لیتے تھے، اور اس کو رسول اللہ صلعم کی سنت سمجھتے تھے[1]

نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے بہت کم پڑھی ہے لیکن بہت سے صحابہ نے اس کا التزام کرلیا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے ہوئے نہین دیکھا، لیکن مین خود پڑھتی ہون، کیونکہ آپ بہت سی چیزون کو پسند فرماتے تھے لیکن اس پر اسلیے عمل نہین کرتے تھے کہ مبادا امت پر فرض نہ ہوجائے[2]، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کو آپ نے نماز اشراق کی وصیت فرمائی تھی، اسلیے یہ دونون بزرگ اسکو کبھی نہین چھوڑتے تھے[3]

چاند اور سورج مین جب گہن لگتا تھا تو تمام صحابہ صلوۃ الکسوف ادا فرماتے تھے، ایک بار مدینہ مین گہن لگا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دو رکعت نماز پڑھی[4] ایک بار اور گہن لگا تو حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے صفحۂ زمزم مین لوگون کو جمع کیا اور باجماعت نماز ادا فرمائی[5]

تہجد و نماز شب رات جس مین ہم نیند کا لطف اٹھاتے ہین، اس مین صحابہ کرامؓ عبادت الٰہی اور تہجد گذاری مین مصروف رہتے تھے، ایک صحابی نے رات کو نماز مین نہایت بلند آہنگی سے قرأت کی، صبح ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "خدا اس پر رحم کرے مجھے بہت سی آیتین یاد دلادین جنکو مین بھول گیا تھا،

ایک بار آپ مسجد مین معتکف تھے، اور صحابہ کرامؓ بھی مصروف نماز تھے اور اس قدر بلند آہنگی کے ساتھ قرأت کرتے تھے، کہ آپ نے پردہ اٹھا کر فرمایا "تم مین ہر شخص خدا کے ساتھ سرگوشی کر رہا ہے اتنا نہ چلاؤ کہ ایک سے دوسرے کو تکلیف پہنچے"[6] حضرت ابوالدرداءؓ رات کے اکثر حصے مین نماز پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے ان کی بی بی کی شکایت پر اس سے اُن کو باصرار روکا[7]

صحابہ کرامؓ راتون کو نہ صرف خود نمازین پڑھتے تھے، بلکہ غیرون بالخصوص اپنے اہل و عیال

---

[1] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب جواز الصلوٰۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجہت [2] ایضاً باب استحباب صلوۃ الضحیٰ [3] بخاری ابواب صلوۃ الکسوف باب خطبۃ الامام فی الکسوف [4] بخاری باب صلوۃ الکسوف جماعۃ، [5] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت بالقرأۃ [6] بخاری کتاب الصوم، اقسم علی اخیہ لیفطر فی التطوع،

Marfat.com

کو بھی بیدار کر کے شریکِ نماز کرتے تھے، ایک روز آپ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ نماز میں قرات کر رہے ہیں آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ نماز میں قرأت کرتے ہوئے نظر آئے، دونوں بزرگ آپکے پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ "ابوبکر! نماز میں تمھاری آواز پست تھی" بولے کہ "میں جس سے (خدا سے) سرگوشی کر رہا تھا، اس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی"، حضرت عمرؓ سے ارشاد ہوا کہ "تمھاری آواز نہایت بلند تھی" بولے کہ "یا رسول اللہ! میں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دور بھگاتا ہوں" موطائے امام مالک میں ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو نماز پڑھتے تھے تو اخیر شب میں اپنے اہل و عیال کو بھی نماز کے لیے جگاتے تھے، اور یہ آیت پڑھتے تھے:

وامر اھلك بالصلوٰة واصطبر علیھا لا نسئلك رزقا نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ،

حضرت ابوہریرہؓ اور ان کی بیوی اور خادم نے رات کے تین حصے کر لیے تھے اور ان میں جب ایک نماز سے فارغ ہو چکتا تھا تو دوسرے کو نماز کے لیے جگا دیتا تھا۔

یہ ذوق نماز صرف چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ عموماً تمام صحابہ میں پایا جاتا تھا، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مغرب سے عشا تک بیدار رہ کر نماز میں پڑھتے تھے، چنانچہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے:-

کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون،	یہ لوگ (عبادت میں مشغول رہنے کے سبب سے) راتوں کو بہت ہی کم سوتے تھے۔

اس میں صحابہ کرامؓ کو سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، اول اول سورۂ مزمل

سنہ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب رفع الصوت بالقراۃ فی صلوٰۃ اللیل، سنہ موطا کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل

سنہ بخاری کتاب الاطعمہ باب سنہ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب قدر قیام النبی صلعم من اللیل۔

Marfat.com

کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، تو صحابہ کرام تراویح کی طرح راتوں کو نماز پڑھتے تھے، یہانتک کہ پاؤں پھول جاتے تھے[1]،

قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :-

تتجافی جنوبھم عن المضاجع	اُنکے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں، وہ لوگ
یدعون ربھم خوفا وطمعا	خوف ورجا سے خدا کو پکارتے ہیں اور جو کچھ
ومما رزقنٰھم ینفقون،	ہم نے دیا ہے اسمیں سے صرف کرتے ہیں

رسول اللہ صلعم کے ساتھ تہجد اور نوافل میں شرکت

رسول اللہ صلعم رات کی نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورہ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور انعام پڑھتے تھے، اور جس قدر وقت قیام میں صرف ہوتا تھا، اتنا ہی وقت رکوع وسجود میں بھی صرف فرماتے تھے، اسلیے اس قدر طویل اور پرسکون نماز میں وہی شخص شریک ہو سکتا تھا جس کا دل شوق عبادت اور شوق اقتدائے رسولؐ سے لبریز ہو، صحابہ کرامؓ اسی قسم کا شوق عبادت اور شوق اقتدائے رسول رکھتے تھے، اس لیے آپ کے ساتھ شریک نماز ہو کر اس دولت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے، چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ ایکبار آپکے ساتھ تہجد میں شریک ہوئے، آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ اور دوسری میں آل عمران پڑھی اور وہ ذوق عبادت میں کھڑے رہے،

ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا[2]،

آپ نماز شب میں بقرہ، آل عمران اور نساء کی سورتیں پوری پوری پڑھتے، اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے، اور اس سے پناہ مانگتے، اسی طرح اگر کوئی بشارت آمیز آیت آتی تو دعا کرتے اور اس کی خواہش فرماتے، حضرت عائشہؓ بھی آپ کے ساتھ اس

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب نسخ قیام اللیل ورباب فی صلوٰۃ اللیل [2] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب یقوم الرجل فی رکوعہ وسجودہ

Marfat.com

نماز مین شریک ہوتے[1]،

یہ شوق صرف چند صحابہؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عموماً تمام صحابہ مین پایا جاتا تھا، ایک بار چند صحابہؓ نے آپ کو شب مین نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور شریک ہوگئے، صبح کو اور لوگون سے ذکر کیا تو دو بھی شریک ہوئے اور تعداد دس تک پہنچ گئی، آپ برابر شریک ہوتے رہے، آپ نے یہ حالت دیکھی تو ایک شب گھر سے نہ نکلے، لیکن صحابہ کرامؓ نے مختلف طریقون سے اپنے شوق کا اظہار کیا، کھانسنے کھنکارنے چلانے، اور دروازے پر کنکریان مارین، آپ اندر سے غصہ مین نکلے اور فرمایا کہ تمھاری ان حرکتون سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے[2]،

آپ شب مین چٹائی کو گھیر کر حجرے کی صورت پیدا کر لیتے تھے، اور اس مین نماز ادا فرماتے تھے، صحابہ کرامؓ کو خبر ہوئی تو وہ بھی شریک نماز ہونے لگے، لیکن آپ نے ان کو اس سے روک دیا[3]،

یہ شوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچون کا دل بھی اس سے خالی نہ تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ عہد نبوت مین نہایت صغیر السن تھے لیکن اس شوق مین ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس سوئے، آدھی رات ہوئی تو آپ نے اٹھ کر پہلے آل عمران کی چند آیتین تلاوت فرمائین پھر وضو کر کے نماز شروع کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی ان اعمال کی تقلید کی اور آپ کے پہلو مین کھڑے ہو کر نماز ادا کی[4]،

قیام رمضان صبح سے شام تک کی بھوک پیاس کے بعد ہم لوگ مشکل تراویح پڑھنے کے لیے آمادہ ہوتے ہین، لیکن صحابہ کرامؓ اس کے بھوکے تھے اس لیے ان کو کبھی اس سے سیری نہیں ہوتی تھی،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲، [2] بخاری کتاب الصلوۃ باب اذکان بین الامام وبین القوم حایط او سترۃ وابوداؤد باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی فضل التطوع فی البیت، [3] بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ اللیل، [4] ابواب صلوۃ الوتر،

Marfat.com

ایک بار رسول اللہ صلعم نے تراویح ادا فرمائی تو چند صحابہؓ شریک ہوئے، دوسرے روز اس تعداد میں اور اضافہ ہوا لیکن تیسرے روز اس مقصد سے جمع ہوئے تو آپ گھر سے نہ نکلے اور فرمایا کہ "مجھے خوف ہے کہ وہ تم پر کہیں وہ فرض نہ ہو جائے"[۱]

آپ نے ایک بار اخیر رمضان میں تراویح شروع کی اور پہلے دن ثلث شب تک پڑھی، دوسرے دن نصف فرما دیا، تیسرے دن آدھی رات تک پڑھی، لیکن ابوذر غفاریؓ کو اس سے تسکین نہیں ہوئی اور آپ کی خدمت میں گذارش کی کہ کاش آپ اس کو رات بھر ادا فرماتے،

حضرت انیس جہنیؓ صحرا میں رہتے تھے، اس لیے متصل مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن رسول اللہ صلعم کے حکم سے رمضان کی تیئسویں شب کو صحرا سے آکر نماز عصر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتے، صبح تک مصروف نماز رہتے اور نماز فجر ادا کر کے صحرا کو روانہ ہو جاتے[۲]،

صحابۂ کرام کو تراویح کے ادا کرنے میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی تھیں لیکن ان کے شوق میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی، حضرت عمرؓ نے جب تراویح کو باجماعت کر دیا، تو امام ایک ایک رکعت میں سو سو آیتیں پڑھتا تھا، اس لیے صحابۂ کرام کھڑے کھڑے اسقدر تھک جاتے تھے کہ لکڑی کے سہارے کی ضرورت ہوتی تھی، اور سحر کے وقت فارغ ہو کر واپس آتے تھے[۳]،

پابندی اوقات نماز نماز اکثر مسلمان پڑھتے ہیں، لیکن ان میں کتنے ہیں جو اوقات نماز کی ٹھیک طور پر پابندی کرتے ہیں، لیکن سخت سے سخت خطرہ اور مستعدی کی حالت میں بھی صحابۂ کرامؓ کی نماز کا وقت فوت نہیں ہو سکتا تھا، ایک صحابی کو رسول اللہ صلعم نے ایک پُرخطر کام کیلیے ایک جگہ روانہ فرمایا جب وہ منزلِ مقصود کے قریب پہنچے تو عصر کا وقت ہو چکا تھا، انھوں نے دل میں کہا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نماز میں ۔۔۔۔ دیر ہو جائے"، اس لیے منزل مقصود کی طرف بڑھتے شاروں ہی میں نماز پڑھتے

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی قیام شہر رمضان، [۲] ایضاً باب تفریع ابواب شہر رمضان باب فی لیلۃ القدر [۳] موطائے امام مالک کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی قیام رمضان مع زرقانی شرح موطا،

Marfat.com

ہوئے بڑھے[1]، غزوۂ احزاب سے واپسی کے بعد آپ نے صحابہ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا، اور حکم دیا کہ عصر کی نماز جاکر ہی پڑھیں، لیکن راستے میں عصر کا وقت آگیا، تو بہت سے صحابہ نے فوراً نماز پڑھ لی[2]،

ایک دن ظہر کے بعد کچھ لوگ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ عصر کی نماز پڑھنے لگے، تو ان لوگوں نے کہا "آپ نے بڑی عجلت کی"، بولے کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ منافقین کی نماز ہے، منافقین کی نماز ہے کہ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں، اور جب سورج زرد ہونے لگتا ہے تو چار رکعت پڑھ لیتے ہیں، اور خدا کو تھوڑا بہت یاد کرتے ہیں[3]"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ میں حجاج کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، لیکن جب اس نے تاخیر کرنا شروع کی، تو اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا، اور مکہ سے نکل گئے[4]،

پابندی جماعت صحابہ کرامؓ نماز باجماعت کو نہ صرف ذریعۂ ازدیاد ثواب خیال کرتے تھے بلکہ اسکو اسلام و نفاق اور ایمان و کفر کے درمیان حد فاصل سمجھتے تھے، حضرت جابرؓ اپنی قوم کے امام تھے، لیکن ان کا معمول یہ تھا کہ پہلے رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز ادا کر لیتے تھے، پھر اپنی مسجد میں جاکر نماز پڑھاتے تھے، لیکن ایک روز دیر میں واپس آئے اور نماز میں سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی، ایک کاروباری آدمی تھک کر جماعت سے علیحدہ ہوگیا، اور الگ نماز پڑھ لی، تو ایک صحابی نے فوراً کہا کہ تم منافق ہوگئے[5]،

ایک صحابی کہتے ہیں کہ نماز باجماعت سے صرف مشتبہ منافق ہی الگ رہتا تھا، اور بعض لوگوں کی حالت یہ تھی کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آکر شریک جماعت ہوتے تھے[6]،

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے عام حکم دیدیا تھا کہ بارش اور اندھیری میں لوگ اپنے اپنے گھروں

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الطالب [2] بخاری باب صلوۃ الخوف، باب صلوۃ الطالب المطلوب راکبا و ایماء [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب وقت صلوۃ العصر [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [5] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الصلوۃ للامر یحدث [6] نسائی کتاب الامامۃ والجماعۃ باب المحافظۃ علی الصلوۃ جیسی نیز دیکھیں،

Marfat.com

ہی مین نماز پڑھ لیا کرین، لیکن صحابۂ کرامؓ کو آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ ایک دن پانی برس رہا تھا اور سخت اندھیری چھائی ہوئی تھی کہ اسی حالت مین چند صحابہ اس غرض سے نکلے کہ چل کے آپکے ساتھ نماز ادا کرین[1]،

ایک صحابی کا گھر مدینہ کے انتہائی کنارے پر تھا، لیکن ہر وقت کی نماز رسول اللہ صلعم کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک صحابی کو انکی حالت پر رحم آگیا اور کہنے لگے کہ کاش تم ایک گدھا خرید لیتے جو زمین کی تمازت، ٹھوکر، اور سانپ بچھو سے تم کو محفوظ رکھتا، بولے "مین رسول اللہ صلعم کے گھر کے قریب رہنا نہین چاہتا، کیونکہ مجھ کو اپنے ہر نقشِ قدم کے ثواب کی توقع ہی،،

مدینہ مین قبیلہ بنو سلمہ کا محلہ مسجد سے بہت دور تھا، لیکن وہ لوگ نماز باجماعت کو اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ اپنا محلہ چھوڑکر مسجد نبویؐ کے آس پاس آباد ہو جانا چاہا، لیکن چونکہ اس سے ایک محلہ ویران ہوا جاتا تھا آپ نے فرمایا کہ "تم کو ہر اس قدم کا ثواب ملے گا جو مسجد کی جانب اُٹھے گا"[2]،،

جماعت کے انتظار مین صحابۂ کرام سخت تکلیفین برداشت کرتے تھے، لیکن اس کی پابندی مین کوئی فرق نہین آتا تھا، ایک رات رسول اللہ صلعم کو کوئی کام پیش آگیا، اسلیئے عشاء کی نماز مین بہت تاخیر ہوگئی، یہانتک کہ صحابۂ کرام سو گئے، لیکن نماز کا وقتی خواب کیونکر بھلایا جا سکتا تھا، پھر جاگے، پھر سوئے، پھر اُٹھے، پھر نیند آگئی، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج دنیا مین تمھارے سوا کوئی دوسرا نماز کا انتظار نہین کرتا،،

حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ صحابۂ کرامؓ عشاء کا انتظار اتنی دیر تک کرتے تھے کہ نیند کے ماتے ان کی گردنین جھک جھک جاتی تھین[3]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجرا،
[3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من النوم،

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک شب نماز عشا کے لیئے رسول اللہ صلعم کا انتظار کر رہے تھے، ایک تہائی رات گذر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اگر امت پر شاق نہ گذرتا تو میں اسی وقت نماز عشا ادا کرتا"

ایک دن نماز عشاء کے وقت رسول اللہ صلعم کے انتظار میں اس قدر دیر ہوئی کہ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ آپ نماز ادا کر چکے اور اب گھر سے نہ نکلیں گے، آپ تشریف لائے اور لوگوں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو فرمایا کہ "اس نماز کو اسی وقت پڑھو تم کو تمام امتوں پر اسی کی وجہ سے فضیلت ہے تمھارے پہلے کسی اُمت نے اس نماز کو ادا نہیں کیا"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نماز عشاء کے لیے آدھی رات تک آپ کا انتظار کیا، آپ گھر سے نکلے تو فرمایا کہ "اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ"، ہم لوگ بیٹھ گئے تو ارشاد ہوا کہ "اور لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے، لیکن تمھارے انتظار کی گھڑیاں بھی نماز میں داخل تھیں"[1]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے رفقاء غزوہ بنی آئے، تو بقیع بطحان میں قیام کیا، وہاں سے اگرچہ تمام لوگ نماز عشاء میں شریک نہیں ہو سکتے تھے، تاہم باری باندھ لی تھی، اور اپنی اپنی باری پر لوگ آکر آپ کے ساتھ عشاء پڑھتے تھے[2]

نماز میں خشوع و خضوع صحابہ کرامؓ کی نمازوں میں نہایت خوبی کے ساتھ خشوع، خضوع اور تضرع و زاری پائی جاتی تھی، حضرت ابوبکرؓ اس خشوع و خضوع کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھتے کہ آنسو پر شدت سے گریہ طاری ہو جاتا، اور گھر کی عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑتا، حضرت عمرؓ نماز میں اس شدت سے روتے کہ پچھلی صف کے لوگ رونے کی آواز سنتے، حضرت عبداللہ بن شدادؓ کا

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی وقت العشاء والآخرۃ۔ [2] بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل العشاء

[3] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس

Marfat.com

بیان ہو کہ "مین باوجودیکہ پچھلی صف مین رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز سنتا تھا"[1]

حضرت تمیم داریؓ ایک رات تہجد کے لیے کھڑے ہوئے تو صرف ایک آیت یعنی ام حسب الذین اجترحوا السیئات الخ کی قرأت مین صبح کردی، اسی کو بار بار پڑھتے تھے، رکوع کرتے تھے، سجدے مین جاتے تھے، اور روتے تھے،

سخت سے سخت تکلیف کی حالت مین بھی صحابہ کرامؓ کی یہ محویت قائم رہتی تھی، دو بہادر صحابی ایک پہاڑ کے درّے مین رسول اللہ صلعم کی حراست پر مامور تھے، ان مین ایک بزرگ مصروفِ نماز ہوئے تو اسی حالت مین ایک انتقام کیش مشرک آیا اور ان کے جسم مین تین تیر لگائے، لیکن انھون نے نماز کو برابر قائم رکھا، ان کے دوسرے رفیق سو گئے تھے، بیدار ہوئے اور اُن کے خون آلود زخم دیکھے تو کہا "مجھے پہلے ہی کیون نہین جگایا؟" بولے کہ مین نماز مین ایک سورہ پڑھ رہا تھا، جس کو ناتمام چھوڑنا مجھ کو پسند نہ آیا"[2]

محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہ کی حضوری نماز مین خلل انداز ہوتی تو وہ ان کی نگاہ مین مبغوض ہو جاتی، ایک دن حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ مین نماز پڑھ رہے تھے، ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی، اور چونکہ باغ بہت گھنا تھا، اور کھجورون کی شاخین باہم ملی ہوئی تھین، پھنس گئی اور نکلنے کی راہین ڈھونڈھنے لگی، ان کو باغ کی شادابی اور اس کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا، اور اس کو تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتین پڑھی ہین، دل مین کہا کہ "اس باغ نے یہ فتنہ پیدا کیا، فوراً رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے اور واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا" یا رسول اللہ صلعم مین اس باغ کو صدقہ کرتا ہون"[3]۔

---

[1] بخاری کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الجماعۃ والامامۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ، [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت تمیم داریؓ: [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم،

Marfat.com

ایک اور صحابی اپنے باغ مین نماز پڑھ رہے تھے، پھل کا زمانہ تھا، دیکھا تو کھجورین پھل سے لدی ہوئی ہین، اس قدر فریفتہ ہوے کہ نماز کی رکعتین یاد نہ رہین، نماز سے فارغ ہوکر حضرت عثمانؓ کی خدمت مین آئے اور کہا کہ "اس باغ کی وجہ سے مین فتنہ مین مبتلا ہوگیا، اس کو اموال صدقہ مین داخل کرلیجیے"، چنانچہ انھون نے اس کو ۵۰ ہزار پر فروخت کیا، اور اس مناسبت سے اس کا نام خمسین[1] پڑگیا۔

اسی خشوع و خضوع کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے حضرت انسؓ رکوع کے بعد قیام مین دونون سجدون کے درمیان اس قدر دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ کچھ بھول گئے ہین[2] حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نماز کیلیے کھڑے ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ ستون کھڑا ہے، ایک دن رکوع مین اس قدر جھکے رہے کہ ایک شخص نے بقرہ، آل عمران، نسا اور مائدہ جیسی طویل سورتون کی تلاوت کرڈالی لیکن انھون نے اس درمیان مین سر نہ اٹھایا[3]

(ابواب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ مفروضہ | صحابہ کرام اگرچہ سخت مفلس اور نادار تھے تاہم خدا کی راہ مین وہ اپنا مال سیکڑون طریقے سے صرف کرتے تھے، جہاد کے سامان اور نومسلمون کی کفالت کے علاوہ صدقہ و خیرات سے کوئی دن خالی نہین جاتا تھا، زکوٰۃ سب سے مقدم اور اعلیٰ چیز تھی، یعنی غلہ پر الگ، سامان تجارت پر الگ، گھوڑون پر الگ، اونٹون پر الگ، باغون پر الگ، غرض کوئی چیز ایسی نہ تھی جسمین خدا کا حق نہ ہوتا، تاہم اس سے گھبراتے تھے نہ تنگدل ہوتے تھے، بلکہ نہایت فیاضی کے ساتھ خدا کے اس حق کو ادا کرتے تھے جب کھجورون کی فصل تیار ہوتی تو تمام صحابہ زکوٰۃ کی کھجورین لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت

---

[1] موطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ النظر فی الصلوٰۃ الی ما یشغلک عنہا [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ ابواب صفۃ الصلوٰۃ باب المکث بین السجدتین [3] اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ عبداللہ بن زبیرؓ،

Marfat.com

میں حاضر ہوتے اور آپ کے گرد کھجوروں کا ڈھیر لگا دیتے،

حضرت عدی بن حاتمؓ اپنے قبیلے کا صدقہ لیکر حاضر ہوئے تو چونکہ اسلام میں یہ پہلا صدقہ تھا، اس لیے اس کو دیکھ کر رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے[۱]

جو لوگ اپنے قبیلہ کی زکوۃ لیکر آتے، رسول اللہ صلعم اُن کے لیے دعائے خیر فرماتے حضرت ابو اوفیؓ اپنی قوم کی زکوۃ لیکر آئے تو آپ نے دعا دی[۳]،

اللھم صل علیٰ آل ابی اوفی — خداوندا آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما،

جو لوگ زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجے جاتے صحابہ کرام ہمیشہ ان کو رضامند رکھتے، ایکبار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چند لوگوں نے محصلین زکوۃ کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا، ان کو راضی رکھو، حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے یہ سنا میرے پاس سے محصل زکوۃ ہمیشہ خوش گیا[۴]

زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیاتؓ کو خدا کی مرضی ان سے بھی زیادہ عزیز تھی، ایک بار آپکی خدمت میں ایک صحابیہ اپنی لڑکی کے ساتھ حاضر ہوئیں جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے کنگن دیکھ کر فرمایا "کیا تم اس کی زکوۃ دیتی ہو"، بولیں "نہیں"، فرمایا "کیا تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن ان کے بدلے تمھارے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے"؟ انھوں نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں[۵]"

صدقہ فطر ادا کرنا صدقہ فطر واجب ہے اس لیے صحابہ کرامؓ ہر چھوٹے بڑے غلام آزاد کی طرف سے نہایت التزام کے ساتھ صدقہ فطر ادا فرماتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے غلام نافع کے بچوں بلکہ کافر غلاموں کی جانب سے بھی صدقہ فطر دیتے تھے[۶]، رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ نماز عید سے

---

[۱] بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ عند صرام النخل: [۲] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل غفار واسلم وغیرہا،
[۳] ابو داؤد، کتاب الزکوۃ باب المصدق لاہل الصدقۃ، [۴] مسلم کتاب الزکوۃ باب رضا المصدق: [۵] ابو داؤد کتاب الزکوۃ باب الکنز ما ہو وزکوۃ الحلی [۶] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک،

Marfat.com

پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس شدت کے ساتھ اس حکم کی پابندی کرتے تھے کہ دو ایک دن پیشتر ہی صدقۂ فطر دیتے تھے[1]، ان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام صحابہ ایسا کرتے تھے[2]، عہد رسالت میں ایک صاع جو یا کھجور یا منقے صدقۂ فطر میں دیا جاتا تھا، لیکن جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں گیہوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا تو انھوں نے ان چیزوں کے بجائے نصف صاع گیہوں کر دیا، حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے لوگوں نے دو مد شامی گیہوں کے دینے کا التزام کر لیا[3]،

زکوٰۃ کی طرح صدقۂ فطر وصول کرنے کے لیے بھی اشخاص مقرر ہوئے تھے، جو اس کو وصول کر کے ایک جگہ جمع کرتے تھے[4]، بخاری کتاب الوکالہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے جو یہ مروی ہے:

وکلنی رسول اللہ صلعم بحفظ	رسول اللہ صلعم نے زکوٰۃ رمضان کا مجھ کو
زکوٰۃ رمضان،	وکیل بنایا،

اس میں زکوٰۃ رمضان سے صدقۂ فطر ہی مراد ہے، جو ادا کرنے کے لیے ایک جگہ جمع کیا گیا تھا، اور اس کی حفاظت کے لیے رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوہریرہؓ کو مقرر کیا تھا[5]،

صدقۂ خیرات اگرچہ صحابہ کرامؓ سخت تنگدست تھے، تاہم ان کو تھوڑا بہت جو کچھ ملتا تھا، اس کو صدقۂ خیرات کر دیتے تھے[6]، حضرت ابومسعودؓ انصاری سے روایت ہے کہ جب بیت صدقہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام بازاروں میں جاتے اور حمالی کرتے، محنت و مزدوری میں جو کچھ ملتا، اس کو صدقہ کر دیتے[7]،

حضرت اسماءؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کی قیمت گود میں لیے بیٹھی تھیں کہ انکے

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب متی تودی صدقۃ الفطر [2] بخاری باب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک، [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر [4] بخاری مع فتح الباری ابواب صدقۃ الفطر باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک [5] بخاری مع فتح الباری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجلا فترک الوکیل شیئا، فاجازہ الموکل فہو جائز [6] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرہ،

Marfat.com

مشہور حضرت زبیرؓ آئے اور قیمت دیکھ کر کہا "مجھے دیدو" بولین "مین نے تو اس کو صدقہ کردیا"[1]

حضرت حکیم بن حزامؓ زمانہ جاہلیت ہی مین نیک کامون کے کرنے مین مشہور تھے، اسلام لائے تو زمانہ جاہلیت مین جو جو نیک کام کیے تھے، اسلام مین بھی اسی قسم کے نیک کام کیے، دارالندوہ جو قریش کا ایک قابلِ فخر یادگار تھا، ان ہی کے قبضہ مین تھا، انھون نے اس کو حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم پر فروخت کیا اور اُس کی کل قیمت خیرات کردی[2]،

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے، اور پانچہزار وظیفہ پاتے تھے لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی توکل کی کل خیرات کردیتے تھے اور خود اپنے کسب سے روزی پیدا کرتے تھے[3]،

حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہزار غلام تھے، وہ کما لاتے تھے توکل رقم صدقہ کردیتے تھے، گھر مین ایک حبہ بھی آنے نہین پاتا تھا[4]،

حضرت ابوذر غفاریؓ سرے سے مال کا جمع کرنا ہی ناجائز سمجھتے تھے[5]،

بعض حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو چیز صدقہ مین دیدے اسکو دوبارہ نہ خریدے اس لیے حضرت ابن عمرؓ اگر صدقہ کا مال دیکر پھر خریدتے تو اسکو اپنی ملک مین نہ رکھتے بلکہ صدقہ کردیتے[6]،

رسول اللہ صلعم کی ترغیب وتحریض سے صحابہ کرامؓ اور بھی زیادہ صدقہ وخیرات کی طرف مائل ہوجاتے تھے، ایکبار آپنے خطبۂ عید مین صدقہ کی ترغیب دی، عورتون کا مجمع تھا حضرت بلالؓ دامن پھیلائے ہوے تھے، اور عورتین اپنے کان کی بالیان اور ہاتھ کی انگوٹھیان پھینکتی جاتی تھین[7]، ایکبار قبیلہ مضر کے بہت سے فاقہ زدہ لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے اُن کی حالت دیکھی تو چہرے کا رنگ بدل گیا، اور نماز کے بعد ایک خطبہ دیا جس مین اُن پر

---

[1] مسلم کتاب الآداب باب جواز ابداء الانسان المرأۃ الاجنبیۃ او اعجبت فی الطریق،
[2] اسد الغابہ تذکرہ حکیم بن حزامؓ [3] استیعاب حضرت سلمان فارسی [4] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن عوامؓ،
[5] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما ادی زکوٰۃ فلیس بکنز [6] ایضاً باب ہل یشتری صدقتہ [7] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الخطبۃ فی یوم العید،

Marfat.com

صدقہ کرنے کی ترغیب دی، ایک صحابی کے پاس درہم و دینار کی ایک تھیلی اس قدر وزنی تھی کہ اس کو بمشکل اُٹھا سکتے تھے، لیکن اُنھون نے اس کو آپ کے سامنے ڈال دیا، اس کے بعد اور تمام صحابہ نے کپڑے اور غلّہ کا ڈھیر لگا دیا[1]،

ایک بار آپ نے دیکھا کہ انصار نے اپنے باغون کے گرد چار دیواریان قایم کردی ہین، حالانکہ پہلے ایسا نہین کرتے تھے، فرمایا کہ "نماز جمعہ کے بعد چلے نہ جانا مین کچھ کہون گا، جب نماز ہو چکی تو تمام انصار نبی کے گرد جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ "تم پہلے قوم کا تاوان دیتے تھے، یتیمون کی پرورش کرتے تھے، اور دوسری نیکیان کرتے تھے لیکن جب اسلام آیا تو مال کی اس قدر حفاظت کرتے ہو؟ انسان جو کچھ کھائیتا ہی اس کا ثواب ملتا ہی، اور چڑیان جو کچھ کھالیتی ہین اس کا ثواب ملتا ہی"، انصار پر اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ پلٹے تو سب نے اپنے اپنے باغ کی دیوارون مین ایک ایک دو دو شگاف کر دیئے[2]، کہ ان کا فائدہ سب کو پہنچے،

ایک بار مسجد نبوی مین ایک سائل آیا، آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کپڑے زمین پر ڈالدین، سب نے اپنے اپنے کپڑے ڈال دیئے، اوران مین سے آپ نے سائل کو دو کپڑے دیدیئے، پھر آپ نے صدقہ کی ترغیب دی، اب خود سائل نے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا پھینک دیا[3]،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "آج تم مین کسی نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہی"؟ حضرت ابوبکرؓ مسجد مین آئے جہان اُن کو ایک سائل ملا، اُن کے بیٹے حضرت عبدالرحمانؓ کے ہاتھ مین روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اُن سے لیکر سائل کو دیدیا[4]،

صحابہ کرام جو ہر قسم کی چھوٹی بڑی چیز خالصۃً لوجہ اللہ صدقہ مین دیتے اس کو دیکھکر

---

[1] نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ [2] اسد الغابہ تذکرہ خالد بن صخرؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ [4] ایضاً باب المسألۃ فی المساجد

Marfat.com

منافقین طعنہ دیتے، بدگمانی کرتے، لیکن اُن پر اس کا کچھ اثر نہ پڑتا، ایک بار حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آٹھ ہزار صدقہ میں دیئے تو منافقین نے کہا کہ "یہ ریاکار آدمی ہیں" لیکن ایک صحابی نے ڈول کھینچنے کی اُجرت میں ایک صاع پایا اور اس کو صدقہ میں دیا تو منافقین نے کہا "خدا اس حقیر خیرات سے بے نیاز ہے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

والذین یلمزون المطوعین	یہ (منافق ہی تو ہیں کہ) مسلمانوں میں جو لوگ
من المومنین فی الصدقات	(دیا مقدور ہیں اور) خوشدلی سے خیرات
والذین لا یجدون	کرتے ہیں ان پر (ریاکاری) کا عیب لگاتے
الا جھدھم فیسخرون	ہیں اور جو لوگ اپنی محنت (کی کمائی) کے سوا
منھم سخر اللہ منھم	(زیادہ) کا مقدور نہیں رکھتے (اور اس پر بھی جو
ولھم عذاب الیم	میسر آجاتا ہے خدا کی راہ میں دینے کو موجود
(توبہ)	ہو جاتے ہیں) اُن پر (ناحق کی شیخی کا) عیب
	لگاتے ہیں غرض ان (سب) پر ہنستے ہیں
	جو اللہ ان منافقوں پر ہنستا ہے اور ان کے لئے
	عذاب دردناک (تیار) ہے،

مردوں کی جانب سے صدقہ کرنا صحابہ کرامؓ نہ صرف اپنی طرف سے بلکہ اپنے مردوں کی جانب سے بھی صدقہ کرتے تھے، اور ان کو اس کا ثواب پہنچاتے تھے، حضرت سعدؓ بن عبادہ کی والدہ نے انتقال کیا تو انھوں نے اُن کی جانب سے بطور صدقہ جاریہ کے ایک کنواں کھدوایا۔[۲] ایک صحابی کی والدہ نے انتقال کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ

[۱] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ مع فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۴ ۔ [۲] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی فضل سقی الماء

Marfat.com

میری ماں دفعۃً مرگئی اور کوئی وصیت نہین کی لیکن اگر اس کو بات چیت کرنے کا موقع ملتا تو صدقہ کرتی، اب اگر مین اسکی جانب سے صدقہ کرون تو اس کو ثواب ملیگا؟ آپ نے فرمایا "ہان ملیگا"[1]

اعزہ واقارب پر صدقہ کرنا

عام خیال ہے کہ صدقہ وخیرات صرف فقراء ومساکین کے ساتھ مخصوص ہین لیکن درحقیقت اعزہ واقارب کی اعانت کرنا سب سے بڑا صدقہ ہے اور سب سے پہلے اسلام نے اس دقیق نکتہ کو بتایا، اور صحابہ کرام نے اس پر عمل کیا،

حضرت ابوطلحہؓ نے اپنا کنوان بیرحا خدا کی راہ مین وقف کرنا چاہا تو رسول اللہ صلعم کے حکم سے اپنے اعزہ واقارب پر تقسیم کردیا، ایکبار رسول اللہ صلعم نے عورتون کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی حضرت زینبؓ نے اُن سے کہا کہ "تم نادار آدمی ہو رسول اللہ کے پاس جاؤ، اگر آپ اجازت دین تو مین جو صدقہ کرنا چاہتی ہون تمھین پر کردون لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا "تمھین جاؤ" وہ آئین تو آستان مبارک پر اسی غرض سے ایک دوسری بی بی بھی موجود تھین، دونون بی بیون نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ "دو عورتین اپنے شوہرون اور چند یتیمون پر جو ان کی کفالت مین ہین صدقہ کرنا چاہتی ہین کیا یہ جائز ہے؟" آپ نے فرمایا، "ان کو دوہرا ثواب ملیگا ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا" ایکبار حضرت ام سلیمہؓ نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ! مین اپنے لڑکون کے مصارف برداشت کرتی ہون کیا مجھ کو اس کا ثواب ملیگا، مین اُن کو چھوڑ نہین سکتی کیونکہ وہ میرے لڑکے ہین"، فرمایا "ہان تم کو ثواب ملیگا"[2]

ایک صحابیہ نے اپنی ماں کو ایک لونڈی صدقہ دی تھی ماں کا انتقال ہوگیا، تو رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت دریافت کیا، فرمایا "صدقہ کا ثواب تمھین مل چکا، اور اب وہ لونڈی

---

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب النفقۃ علی الاقربین والزوج والاولاد والوالدین ولو کانوا مشرکین

Marfat.com

تمھاری دراخت مین داخل ہوگئی[1]"

صدقہ دینے پر اصرار | صرف یہی نہین کہ صحابۂ کرامؓ صدقہ دیتے تھے، بلکہ صدقہ دینے پر اصرار کرتے تھے، ایک بار ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ "یا رسول اللہ مین نے اس کو ایک کان مین پایا ہے قبول فرمالیجیے، یہ صدقہ ہے، اس کے سوا میرے پاس کچھ نہین" آپ نے اعراض فرمایا، پھر داہنے جانب سے آئے، اور یہی درخواست کی، آپ نے مُنھ پھیر لیا، پھر بائین جانب سے آئے، آپ نے پھر روگردانی کی، پھر پیچھے سے آئے، اب کی بار آپ نے اس کو لیکر ان کی طرف اس زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑا ہوتا، تو چوٹ آتی، اور فرمایا کہ "تم لوگ اپنا تمام سرمایہ صدقہ مین دیدیتے ہو پھر بھیک مانگنے لگتے ہو، بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی انسان کے پاس کچھ مال رہجائے[2]"

آپ نے ایک بار صدقہ دینے کا حکم دیا، تو ایک صحابی نے کہا "میرے پاس ایک دینار ہے" فرمایا "اس کو اپنے اوپر صدقہ کرو"، بولے "ایک دینار اور بھی ہے" فرمایا "اپنے لڑکے پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنی بی بی پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اپنے خادم پر صدقہ کرو" بولے "ایک اور بھی ہے" فرمایا "اب تمھین سمجھو[3]"

صدقہ دینے مین مسابقت | اسلام نے اگرچہ قمار بازی کو حرام کردیا تاہم صحابۂ کرام بازی لگانے سے باز نہین آتے تھے، لیکن اس بازی مین جو شخص کامیاب ہوجاتا تھا، اس کے ہاتھ ناجائز مال نہین آتا تھا، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول آتے تھے،

ایک دن رسول اللہ صلعم نے صدقہ کرنے کا حکم دیا، حُسنِ اتفاق سے اُس وقت حضرت عمرؓ کے پاس مال تھا، اُنھون نے دل مین کہا "آج مین ابوبکرؓ سے بازی لیجاؤن گا، نصف مال

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من تصدق بصدقۃ ثم ورثہا۔ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ ۳ ایضاً باب فی صلۃ الرحم،

Marfat.com

لیکر حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا "کچھ اہل وعیال کے لیے بھی رکھا ہی" بولے "اسی قدر" اسی اثنا مین حضرت ابوبکرؓ اپنا کل سرمایہ لیکر حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا "اہل وعیال کیلیے کیا چھوڑا" بولے "اللہ اور اللہ کا رسول" اب حضرت عمرؓ نے کہا "مین تم سے کبھی بازی نہ لیجا سکون گا"[1]

اخفاے صدقہ | صدقہ وخیرات اگرچہ ہر حال مین نیکی کا کام ہی لیکن چھپا کر صدقہ دینا اور بھی افضل ہی اس لیے قرآن مجید مین آیا ہی :-

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان	اگر علانیہ صدقہ دو تو یہ بھی بہتر ہی لیکن اگر چھپا کر
تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم	دو تو یہ اور بھی اچھا ہے،

اس لیے بعض صحابہ مخفی طور پر صدقہ دینا زیادہ پسند کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما	تم نیکی کو اس وقت تک نہین پا سکتے جب تک
تحبون،	اپنے محبوب ترین مال کو خیرات نہ کرو،

یا یہ آیت :-

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا	وہ کون ہی جو خدا کو اچھا قرض دے،

نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "اگر ممکن ہوتا تو مین اپنے فلان باغ کو صدقہ مین دیتا، اور اس کو بالکل مخفی رکھتا اسکا اعلان نہ کرتا"[2]

بہترین مال کا انفاق | ہم ہین کہ صدقہ خیرات اور زکوٰۃ مین ادنیٰ درجہ کی چیز بھی نہین دیسکتے لیکن صحابہ کرامؓ ان مین ہمیشہ اپنا بہترین مال صرف کرتے تھے جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتی تنفقوا	تم لوگ جب تک اپنا بہترین مال خیرات نہ کرو
مما تحبون	نیکی کو نہین پا سکتے،

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۷۴،

Marfat.com

تو حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یا رسول اللہؐ خدا کہتا ہی کہ جب تک تم لوگ اپنا بہترین مال خیرات نہ کروگے نیکی کو نہ پاؤگے، میرا محبوب ترین مال بیرحا ہی جسکو مین خدا کی راہ مین صدقہ کرتا ہون اور خدا سے اس کے ثواب کی امید کرتا ہون"[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا معمول تھا کہ ان کو اپنی چیز جو پسند آتی، اس کو خدا کی راہ مین دیدیتے، ایکبار سفر حج مین تھے، اونٹنی کی چال پسند آئی، تو اس سے اتر گئے اور اپنے غلام نافع سے کہا کہ اسکو قربانی کے جانورون مین داخل کرلو[2]

اگرچہ رسول اللہ صلعم نے مصدقین زکوٰۃ کو حکم دیا تھا کہ زکوٰۃ مین مال کا بہترین حصہ لین لیکن صحابہ کرامؓ بخوشی اپنے مال کا بہترین حصہ دیتے تھے، ایک صحابی نے ایک محصل زکوٰۃ کو اپنی بہترین اونٹنی دی، لیکن اس نے لینے سے انکار کیا، تو کہا کہ "میری خواہش ہے کہ آپ میرا بہترین اونٹ لین" پھر اس سے کم درجہ کی اونٹنی دی، لیکن اس نے اب بھی انکار کیا، بالآخر اس سے بھی کم درجہ کی اونٹنی لینے پر راضی ہوا۔

ایک دن ایک صحابی پہاڑ کے درّے مین بکریان چرا رہے تھے، دو مصدقِ زکوٰۃ آئے، اور کہا کہ "ہم کو رسول اللہ صلعم نے تمھاری بکریون کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے" بولے "مجھکو کیا دینا پڑیگا؟" اُنھون نے کہا "ایک بکری" انھون نے ایک نہایت فربہ گابھن بکری دی تو بولے کہ "ہم اس کو نہین لے سکتے، آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا، وہ ایک صحابی کے پاس آئے اور اُنھون نے اپنے تمام اونٹ حاضر کردیئے، وہ سب کا جائزہ لیکر بولے کہ "تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا" بولے "نہ تو وہ سواری کے قابل ہی، نہ دودھ دیتا ہے، یہ

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزکوٰۃ علی الاقارب [2] طبقات ابن سعد و اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

Marfat.com

جوان فربہ اونٹنی حاضر ہے"، بولے جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے مین اس کو قبول نہین کر سکتا رسول اللہ صلعم تم سے قریب ہی ہین، اگر تم چاہو تو خود آپ کی خدمت مین اس اونٹنی کو پیش کر سکتے ہو، اگر آپ نے قبول فرمالیا تو مین بھی قبول کرلون گا"، وہ اونٹنی لیکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ "یا نبی اللہ میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے آپ کا محصل آیا، اور آج سے پہلے رسول اللہ یا رسول اللہ کا کوئی محصل میرے پاس صدقہ وصول کرنے کے لیے نہین آیا تھا مین نے اپنے تمام اونٹ اس کے سامنے حاضر کر دیئے، تو اس نے کہا کہ "تم پر صرف ایک بچہ فرض ہی لیکن وہ نہ تو دودھ دیتا تھا، نہ سواری کے قابل تھا، اس لیے مین نے اس کو جو ان اور فربہ اونٹنی دی لیکن اس نے انکار کر دیا، اب مین اس کو آپ کی خدمت مین پیش کرتا ہون" آپ نے ارشاد فرمایا "فرض تو تم پر وہی ہی، اس سے زیادہ دو تو صدقہ ہوگا، اور ہم اس کو قبول کرلین گے"، انھون نے کہا "تو یہ حاضر ہی"، آپ نے اس کے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال مین برکت کی دعا فرمائی[1]،

(ابواب الصیام)

صوم رمضان رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ابتدا مین عشار کے بعد کھانا پینا حرام ہو جاتا تھا، اس پابندی کی وجہ سے اگرچہ بعض اوقات صحابہؓ کو سخت زحمتین برداشت کرنی پڑین لیکن باین ہمہ انھون نے روزہ رکھنے مین کبھی سہل انگاری سے کام نہین لیا، ایک دن رمضان کے مہینے مین حضرت صرمہ بن قیسؓ انصاری نے بی بی سے کھانا مانگا، سوا اتفاق سے گھر مین کچھ نہ تھا، وہ باہر گئین کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائین، لیکن اس اثنا مین ان کی آنکھ لگ گئی اور کھانا نہ کھا سکے، صبح کو پھر روزہ رکھے ہوئے کام دھندے کے لیے نکل گئے، دو دن کا متصل فاقہ، اس پر کام کی محنت، دوپہر ہوئی تو بھوک کی شدت سے بیہوش ہو گئے[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ السائمۃ [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب مبدء فرض الصیام،

Marfat.com

اگر کسی غلطی سے صحابہ کرامؓ کا روزہ ٹوٹ جاتا تو ان پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا، ایک صحابی نے رمضان مین دن کو اپنی بی بی سے مباشرت کرلی بعد کو اس قدر بدحواس ہوئے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بال نوچتے ہوئے حاضر ہوئے[1]

سفر مین روزہ رکھنا حالت سفر مین اگرچہ روزہ رکھنا فرض نہین ہے، تاہم صحابہ کرامؓ اس حالت مین بھی سخت سے سخت تکلیف برداشت کرتے لیکن افطار کرنا پسند نہ کرتے، ایک صحابی نے سفر مین روزہ رکھا تو دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنے کے لیے لوگون نے اُن کے سر پر چادر تان دی، رسول اللہ صلعم نے اُن کے گرد لوگون کا ہجوم دیکھا تو فرمایا "سفر مین روزہ رکھنا نیکی کا کام نہین ہے"[2]

رسول اللہ صلعم ایک سفر مین تھے، دھوپ اس قدر تیز تھی کہ لوگ اس کی شدت سے سر پر ہاتھ رکھتے تھے، لیکن اس حالت مین بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ روزے سے تھے[3]

ایک بار صحابہ کرامؓ ایک نہایت گرم دن مین سفر کر رہے تھے، ان مین جو لوگ روزے سے تھے منزل پر پہنچکر ضعف سے گر پڑے اور بے روزہ داروں نے خیمے وغیرہ کھڑے کیے[4]

رسول اللہ صلعم نے مکہ کا سفر کیا تو تمام صحابہ روزہ سے تھے، منزل پر پہنچکر فرمایا کہ "تم لوگ دشمن کے قریب پہنچ گئے، اور افطار تمھارے لیے ازدیاد قوت کا سبب ہوگا" اس پر بھی بہت سے صحابہ نے روزہ افطار نہین کیا، دوسری منزل آئی تو آپ نے اور بھی تاکید کے ساتھ افطار کی ترغیب دی، اب تمام صحابہ نے روزہ توڑ دیا[5]

صوم عاشورا رمضان کے روزون کے علاوہ صحابہ کرامؓ اور بھی مختلف قسم کے روزے رکھتے تھے، اول اول عاشورا کا روزہ فرض تھا، اس لیے عاشورا کی صبح کو رسول اللہ صلعم منادی کرا دیتے کہ

---

[1] موطا امام مالک کتاب الصیام باب ما جاء فی کفارۃ رمضان [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب اختیار الفطر [3] بخاری کتاب الصوم باب اذا صام ایاما من رمضان ثم سافر [4] مسلم کتاب الصوم باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر [5] ایضاً باب اجر المفطر فی السفر اذا تولی العمل،

Marfat.com

جن لوگون نے روزہ رکھا ہے وہ اپنے روزے پورے کرلین، اور جو لوگ کھا پی چکے ہین، وہ بقیہ دن کا روزہ رکھین، اس اعلان کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ نہ صرف خود روزے رکھتے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچون سے بھی روزے رکھواتے اور جب وہ کھانے کے لیے روتے تو بہلانے کے لیے اُن کو رنگین اُون کی گڑیان دیدیتے[1]، فرضیتِ صوم رمضان کے بعد اگرچہ یہ روزہ فرض نہین رہا، تاہم بعض صحابہ نے اس کو قایم رکھا، ایک بار حضرت معاویہؓ نے مدینہ مین خطبہ دیا، جس مین فرمایا، کہ "اس دن کا روزہ اگرچہ فرض نہین ہی تاہم مین روزے سے ہون، جس کا جی چاہے روزہ رکھے، جس کا جی چاہے افطار کرلے[2]"

صوم داؤدی حضرت عبداللہ بن عمرؓ صائم الدہر رہا کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے ان کو منع فرمایا، اور کہا کہ "ہر مہینہ مین صرف تین دن رکھا کرو، لیکن اُن کے شوق کو اس سے کیا تسکین ہوسکتی تھی؟ بولے "مجھ مین اس سے زیادہ طاقت ہی" ارشاد ہوا، تو صوم داؤدی کا التزام کرلو، یعنی ایک دن کا ناغہ دیکر دوسرے دن کا روزہ رکھو[3]"

صوم وصال رسول اللہ صلعم متصل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے، آپ کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے بھی متصل روزے رکھنے شروع کیے، لیکن آپ نے صحابہ کو روک دیا، اور فرمایا "میری حالت تم سے مختلف ہے، مجھ کو خدا کھلاتا پلاتا ہے[4]"، تاہم بعض صحابہ صوم وصال کے پابند تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ متصل ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھا کرتے تھے[5]،

دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے رسول اللہ صلعم ان دونون دنون کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "ان دونون دنون مین اللہ تعالےٰ کے سامنے بندون کے اعمال پیش کیے جاتے ہین، بعض صحابہ

---

[1] مسلم کتاب الصوم باب من اکل فی عاشورا فلیکف بقیۃ یومہ [2] ایضاً باب صوم یوم عاشورا [3] مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شہر [4] ایضاً باب النہی عن الوصال فی الصوم [5] اسد الغابہ تذکرہ بن زبیر

Marfat.com

نے بھی اس کا التزام کرلیا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت اسامہؓ وادی قریٰ کو گئے، اور ان دنون کے روزے رکھے، غلام نے کہا "آپ تو بڈھے ہین، ان دنون مین کیون روزہ رکھتے ہین" بولے "رسول اللہ صلعم ان دنون کے روزے رکھا کرتے تھے"[1]

ایام بیض کے روزے رسول اللہ صلعم ایام بیض ہر مہینے کی تیرھوین چودھوین اور پندرھوین کے روزے رکھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ "یہ روزے صوم دہر کے مثل ہین"[2] صحابہ کرامؓ کو بھی یہی حکم تھا،

صائم الدہر رہنا ایک صحابی ایک سال آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر واپس چلے گئے، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوے تو صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ آپ نے اُن کو نہین پہچانا، اس پر انھون نے خود اپنا تعارف کرایا، اور کہا کہ "مین وہی شخص ہون جو پہلے سال آیا تھا"، فرمایا تمھارا کیا حال ہوگیا؟ تمھاری صورت تو اچھی خاصی تھی" بولے جب سے آپ سے جدا ہوا ہون رات کے سوا دن کو کبھی کھانا نہین کھایا، لیکن آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا[3]، با ایں ہمہ بہت سے صحابہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے، حضرت ابوامامہؓ نے متعدد غزوات مین رسول اللہ صلعم سے بار بار دعاے شہادت کی درخواست کی، لیکن آپ نے سلامتی کی دعا فرمائی، اخیر مین عرض کی کہ "اچھا یہ نہ سہی تو کسی ایسے عمل کی ہدایت فرمائیے کہ خدا مجھے اُس سے نفع دے" آپ نے روزے کا حکم دیا اور انھون نے متصل روزے رکھنے کا التزام کرلیا، خادم اور بی بی نے بھی اس عمل صالح مین شرکت کی، اور روزہ اُن کے گھر کی امتیازی علامت ہوگئی، اگر کسی دن ان کے گھر مین دھوان اٹھتا یا آگ جلائی جاتی تو لوگ سمجھتے، کہ آج ان کے گھر مین کوئی مہمان آیا ہے[4]، ورنہ اس گھر مین دن کا کھانا کیونکر پک سکتا تھا،

---

[1] ابوداؤد کتاب الصوم باب فی صوم الاثنین والخمیس [2] ایضاً باب فی صوم الثلاث من کل شہر [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم اشہر الحرم [4] مسند جلد ۵ صفحہ ۲۵۵،

Marfat.com

حضرت زید بن سہل رضؓ عہدِ رسالت مین غزوات کی شرکت کی وجہ سے روزے نہین رکھ سکتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو اس کی تلافی کرنا شروع کی اور ۴۰ برس تک متصل روزے رکھے، اور عید کے سوا کہ اُس دن روزہ رکھنا حرام ہے کبھی یہ روزہ نہ رہے[1]،

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی بھی ہمیشہ روزے سے رہتے تھے[2]،

نفل کے روزے رکھنا

حضرت ابو الدرداؓ کو نفل کے روزہ کا اس قدر شوق تھا کہ اگر یہ معلوم ہوتا کہ آج گھر مین کچھ کھانے کو نہین ہی تو کہتے کہ "مین آج روزے سے ہون" حضرت ابو طلحہؓ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی حال تھا[3]،

بعض صحابیہ نفل کے روزے رکھتی تھین جس سے ان کے شوہر کو تکلیف ہوتی تھی اُنھون نے روکا تو ان کو سخت ناگوار ہوا، اور رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جاکر شکایت کی لیکن آپ نے حکم دیا کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفل کا روزہ نہین رکھ سکتی[4]،

مُردون کی جانب سے روزہ رکھنا

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچون سے بھی روزہ رکھواتے تھے، اوپر گذر چکا ہی کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے عاشورا کے لیے منادی کروائی تو صحابہ بھی روزے رکھتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا اور اس پر پورے مہینے کے روزے فرض تھے کیا مین ان کو پورا کردون؟ آپ نے فرمایا ہان[5]،

بچون سے روزہ رکھوانا

صحابہ کرامؓ نہ صرف خود روزہ رکھتے تھے بلکہ اپنے بچون سے بھی روزہ رکھواتے تھے، اوپر گذر چکا ہی کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے صوم عاشورا کے لیے منادی کروائی تو صحابہ

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت زید بن سہل رضؓ، [2] مسلم کتاب الصوم باب التغلیظ فی الافطار فی رمضان [3] بخاری کتاب الصوم باب صوم شعبان، [4] ابوداؤد کتاب الصیام باب المرأۃ تصوم بغیر اذن زوجہا، [5] بخاری کتاب الصوم باب من مات وعلیہ صوم،

Marfat.com

کرامؓ نے خود روزہ رکھا اور بچون سے بھی روزے رکھوائے، ایک بار حضرت عمرؓ نے رمضان مین ایک بدمست کو یہ کہہ کر سزا دی کہ "ہمارے بچے روزے رکھتے ہین اور تمھارا یہ حال ہی، افسوس"[1]

اعتکاف ایک بار رسول اللہ صلعم نے رمضان کے آخری عشرہ مین اعتکاف کیا، تو تمام صحابہؓ بھی آپ کے ساتھ معتکف ہوئے[2]

ازواج مطہرات کو اعتکاف کا اس قدر شوق تھا کہ ایک بار رسول اللہ صلعم نے اعتکاف کے لیے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اپنا خیمہ الگ نصب کروایا، انکی دیکھا دیکھی تمام ازواج مطہراتؓ نے خیمے نصب کرائے، آپ نے دیکھا تو اپنے ساتھ ازواجِ مطہرات کے خیمے بھی گروا دیئے[3]، کہ اس سے آپ کے سکون وجمعیت خاطر مین فرق آتا تھا،

حضرت عمرؓ نے زمانہ جاہلیت مین اعتکاف کی نذر مانی تھی، اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلعم سے اس کے پورا کرنے کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دی تو انھون نے اُس نذر کو پورا کیا[4]،

(ابواب الحج)

حج فرائض اسلام مین اگرچہ حج تمام عمر مین صرف ایکبار فرض ہی لیکن بعض صحابہ تقریباً ہر سال فریضۂ حج ادا فرماتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم سے جہاد کی اجازت چاہی تو فرمایا "بہترین جہاد حج مبرور ہے"، اس کے بعد سے وہ کبھی حج کو چھوڑنا نہین چاہتی تھین[5]، حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ مین فرمایا کہ "جب تم جہاد سے فارغ ہو تو حج کے لیے کہا دے کیونکہ حج بھی ایک جہاد ہے"[6]

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب صوم الصبیان [2] مسلم کتاب الصوم باب فضل لیلۃ القدر [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی الاعتکاف [4] ایضاً باب المعتکف یعود المریض [5] بخاری کتاب الحج باب حج النساء
[6] بخاری مع فتح الباری کتاب الحج باب الحج علی الرحل

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت سے سخت خطرے کی حالت مین بھی حج کو قضا نہین فرماتے تھے، حجاج اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان جنگ شروع ہوئی اور خود مکہ محاصرہ مین آگیا تو انھون نے اس حالت مین بھی سفر حج کرنا چاہا، صاحبزادے نے روکا تو بولے کہ "ہمارے سامنے رسول اللہ صلعم کا نمونہ موجود ہے، آپ حج کے لیے چلے تو کفار نے روکدیا، اگر مجھے بھی روکا جائیگا تو مین بھی وہی کرون گا جو رسول اللہ صلعم نے کیا"[1]

صحابۂ کرام جس ذوق وشوق سے حج کرتے تھے اس کا مؤثر منظر حجۃ الوداع مین دنیا کو نظر آیا تھا، رسول اللہ صلعم نے اعلان حج کیا تو مدینہ مین بکثرت صحابہ جمع ہوئے حضرت اسماءؓ بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھین اور اسی سفر مین بہ مقام ذوالحلیفہ ان کو وضع حمل بھی ہوگیا، تاہم وہ بھی شریک سفر ہوئین آپ مقام بیداء مین پہنچے تو صحابہ کا اس قدر ازدحام ہوا کہ دائین بائین آگے پیچھے آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے[2]

تمام خلفا اپنے زمانہ خلافت مین بالالتزام حج کرتے تھے، اور خود امیرالحاج ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت دس برس ہوا اور اس مدت مین انھون نے متصل دس سال حج کیے، اخیر سال جب لوگون نے ان کا محاصرہ کرلیا تو خود نہ جاسکے لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیرالحاج بنا کر بھیجا[3]

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو باطل کردیا تھا، تاہم بعض صحابہ فریضۂ حج کے ادا کرنے مین طرح طرح کا التزام مالایلزم کرتے تھے، ایک صحابیہ نے خانۂ کعبہ تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی اور رسول اللہ صلعم سے دریافت کروایا، تو آپ نے کہا "پاپیادہ بھی چلین اور سوار بھی ہولین"، آپ نے ایک بوڑھے صحابی کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹون کے سہارے پاپیادہ چل رہے ہین،

---

[1] بخاری کتاب الحج باب حج النساء [2] کتاب الحج باب حجۃ النبی صلعم [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ

Marfat.com

فرمایا کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ پیادہ حج کرنے کی منت مانی ہے، آپ نے سوار ہونے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ "خدا اُس کی جان کو عذاب میں ڈالنے سے بے نیاز ہے"[1]

اگر کسی معذوری سے حج کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا تھا تو صحابہ کرام کو سخت صدمہ ہوتا تھا، حجۃ الوداع میں حضرت عائشہؓ کو ضرورت نسوانی سے معذوری ہو گئی، رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو دیکھا کہ رو رہی ہیں، فرمایا کیا ماجرا ہے؟ بولیں کہ "کاش میں اس سال حج نہ کرتی" فرمایا "سبحان اللہ یہ تو فطری چیز ہے، تمام مناسک ادا کرو، صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرو"[2]

باپ ماں کی طرف سے حج کرنا

صحابہ کرام نہ صرف خود بلکہ اپنے ماں باپ کی جانب سے بھی حج ادا کرتے تھے، حجۃ الوداع کے زمانہ میں ایک صحابیہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور کہا کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے، لیکن وہ بڑھاپے کی وجہ سے سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں اُن کی جانب سے حج ادا کر دوں؟ آپ نے اُن کو اس کی اجازت دیدی[3]،

ایک صحابیہ کی ماں کا انتقال ہو چکا تھا، وہ آپ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا کیا میں اُن کی جانب سے اس فرض کو ادا کر دوں؟ آپ نے اُن کو بھی اجازت دیدی[4]،

عمرہ

بعض صحابہ عمرہ کو فرض سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال تھا کہ حج کی طرح عمرہ بھی ہر شخص پر فرض ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی فرضیت پر یہ استدلال کرتے تھے کہ قرآن مجید میں حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک ساتھ آیا ہے،

اتموا الحج والعمرۃ للہ[5] خدا کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو،

بہرحال عمرہ فرض ہو یا نہ ہو، لیکن صحابہ کرامؓ اس کو نہایت پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے اور

---

[1] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ، [2] ابوداؤد کتاب المناسک باب فی افراد الحج [3] بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ، مسلم کتاب الصوم باب قضاء الصیام عن المیت، [4] بخاری ابواب العمرۃ باب وجوب العمرۃ وفضلہا،

Marfat.com

جب وہ فوت ہو جاتا تھا، تو ان کو سخت قلق ہوتا تھا، حجۃ الوداع کے زمانے مین رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ حضرت عائشہؓ رو رہی ہین، وجہ پوچھی تو بولین کہ مین ضرورتِ نسوانی سے معذور ہون، لوگ دو دو فرض (حج اور عمرہ) کا ثواب لیکر جاتے ہین، اور مین صرف ایک کا"۔ فرمایا۔ کوئی حرج نہین، خدا تم کو عمرہ کا ثواب بھی عطا فرمائیگا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو ساتھ کر دیا، اور مقام تنعیم مین جاکر انھون نے عمرہ کا احرام باندھا، اور آدھی رات کو فارغ ہوکر آئے[1]۔

قربانی کرنا | صحابہ کرامؓ نہایت پابندی اور نہایت شوق کے ساتھ قربانی کرتے تھے، ابوکباشہؓ حضرت ابوکباشہؓ تجارت کی غرض سے کچھ بکریون کے بچے لائے لیکن کسی نے نہین پوچھا، وہ حضرت ابوہریرہؓ سے ملے اور اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے:۔

ونهمت الاضحية الجذع، بکری کا بچہ قربانی کرے جو کس قدر موزون ہو،

یہ سنا تھا کہ صحابہ نے ہاتھون ہاتھ گلے کو خرید لیا[2]۔

ایک بار حضرت اسود بن ہلالؓ مدینہ مین بہت سے اونٹ لیکر آئے، مسجد مین گئے تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ تقریر کر رہے ہین اور لوگون کو حج کرنے اور ہدی لیجانے کی ترغیب دے رہے ہین، وہ مسجد سے نکلے تو ہر شخص نے ایک ایک اونٹ خرید لیا، اور وہ مالا مال ہو گئے[3]۔

(ابواب الجہاد)

شوق جہاد | اسلام کے فرایض و اعمال مین جہاد سے زیادہ سخت نہین ہے، لیکن صحابہ کرامؓ کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے حضرت عثمانؓ کے عہد تک برابر جہاد مین مشغول رہے[4]۔

---

[1] بخاری ابواب العمرۃ کتاب الحج، [2] ترمذی کتاب الاضاحی باب فی الجذع من الضان فی الاضاحی [3] طبقات ابن سعد تذکرہ اسود بن ہلالؓ [4] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی الجہاد بنفسہ،

Marfat.com

ایک بار رسول اللہ صلعم نے شرکت جہاد کے لیے عام منادی کرائی، ایک صحابی نہایت بوڑھے تھے اور خدمت کے لیے اُن کے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا، تاہم اس قدر شوق جہاد رکھتے تھے کہ شریک جہاد ہوئے اور خدمت کے لیے تین دینار کی اجرت پر ایک شخص کو ساتھ لیتے گئے[1]،

بی بی اور جائداد سب کو عزیز ہوتے ہین، لیکن شوقِ جہاد مین بعض صحابہ نے ان کو بھی الگ کر دیا تھا، حضرت سعد بن ہشامؓ فرماتے ہین کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دیدی اور مدینہ آیا کہ وہان کی جائداد کو بیچ کر ہتھیار خریدون اور جہاد کرون لیکن چند صحابہ ملے اور انھون نے کہا کہ "ہم مین بھی چھ شخصون نے یہی ارادہ کیا تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا[2]"،

شوق شہادت عہد نبوت مین شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی، اس لیے ہر شخص اس آب حیات کا پیاسا رہتا تھا، حضرت ام ورقہ بنتؓ نوفل ایک صحابیہ تھین، جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو انھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین عرض کی کہ "مجھ کو شریک جہاد ہونیکی اجازت عطا فرمائیے مین مریضون کی تیمارداری کرون گی، شاید مجھے وہ درجۂ شہادت حاصل ہوجائے، لیکن آپ نے فرمایا "گھر ہی مین رہو، خدا تمھین وہین شہادت دیگا" یہ معجزانہ پیشینگوئی کیونکر غلط ہوسکتی تھی؟ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام مدبر[3] کیے تھے جنھون نے ان کو شہید کر دیا[4] کہ جلد آزاد ہوجائین،

رسول اللہ صلعم پر ایک بدو ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہجرت کرنے پر آمادگی ظاہر کی لیکن آپ نے اس کو بعض صحابہؓ کے سپرد کر دیا، جن کے اونٹ وہ چرایا کرتا تھا، لیکن جب ایک غزوہ مین مال غنیمت ہاتھ آیا، اور آپ نے اُس کا بھی حصہ لگایا، تو اس نے کہا "مین اس لیے ایمان نہین لایا تھا مین اس لیے حلقۂ اسلام مین داخل ہوا ہون کہ میرے حلق مین تیر لگے اور مین شہید ہوکر جنت مین

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرجل یغزو باجیر یخدم، [2] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی صلوٰۃ اللیل، [3] مدبر ان غلامون کو کہتے ہین جن سے آقا یہ کہدے کہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوجائین گے، [4] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ النساء،

Marfat.com

داخل ہون" تھوڑی دیر کے بعد معرکۂ کارزار گرم ہوا تو وہ ٹھیک حلق پر تیر کھاکر شہید ہوا صحابۂ کرام لاش کو آپ کے سامنے لائے، تو آپ نے فرمایا کہ "اس نے خدا کی تصدیق کی، تو خدا نے بھی اسکی تصدیق کی"، یہ کہکر خود اپنا جُبّہ کفن کے لیے عنایت فرمایا[1]،

غزوۂ اُحد مین ایک صحابی نے آپ سے پوچھا "اگر مین شہید ہوجاؤن تو میرا ٹھکانا کہان ہوگا؟" ارشاد ہوا کہ "جنت مین"، کھجورین ہاتھ مین تھین، ان کو پھینکا اور لڑکر شہید ہوئے،

غزوۂ بدر مین جب مشرکین مکہ قریب آگئے تو آپ نے صحابۂ کرامؓ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "اُٹھو اور وہ جنت لو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے"، حضرت عمیر بن الحمام انصاریؓ نے کہا "یا رسول اللہ، آسمان و زمین کے برابر" ارشاد ہوا "ہان"، بولے "واہ واہ"، فرمایا "واہ واہ کیون کہتے ہو؟" بولے "صرف اس امید مین کہ شاید مین بھی اس مین داخل ہوسکون" ارشاد ہوا کہ "تم داخل ہوگے" اس سوال و جواب کے بعد اُنھون نے جھولی سے کھجورین نکالین اور کھانے لگے پھر شوق شہادت نے جوش مارا، اور بولے کہ "اتنا وقفہ بھی جسمین یہ کھجورین کھا سکون میرے لیے بہت ہے"، یہ کہکر کھجورون کو پھینکا میدان مین گئے، لڑے اور شہید ہوئے،

حضرت انسؓ کے چچا غزوۂ بدر مین شریک نہ ہوسکے تھے، اس کا ہمیشہ کا غم ان کے دل مین کھٹکا کرتا تھا، غزوۂ احد پیش آیا تو اس مین اس جانبازی کے ساتھ لڑکر شہید ہوئے کہ ان کی بہن کا بیان ہے کہ نیزے اور تلوار کے اسّی زخم سے زیادہ کم پہنچے، مین نے صرف انگلیون سے ان کو پہچانا،

ایک بار ایک صحابی نے معرکۂ جنگ مین یہ روایت کی کہ جنت کے دروازے تلوار کے سایہ کے نیچے ہین" ایک صحابیؓ اٹھے اور کہا کہ مین نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے" بولے

[1] نسائی کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہداء ص۲۷

Marfat.com

"ہاں" وہ وہان سے اٹھ کر اپنے رفقار کے پاس آئے، اور سلام کر کے اُن سے رخصت ہوئے، تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا، اور دشمن کی صف مین گھس کر لڑے اور شہید ہوئے[1]

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ کو طاعون ہوا، رسول اللہ صلعم عیادت کے لیے تشریف لائے تو آثارِ موت طاری ہو چکے تھے، عورتین رونے پیٹنے لگین، اُن کی صاحبزادی روتی تھین اور کہتی تھین کہ "مجھے توقع یہ تھی کہ آپ شہید ہون گے، آپ نے جہاد کا سامان مکمل بھی کر لیا تھا، آپ نے فرمایا "ان کو میت کا ثواب مل چکا"[2]

حضرت عمرو بن الجموحؓ ایک بوڑھے اور لنگڑے صحابی تھے، غزوۂ بدر مین رسول اللہ صلعم نے لنگڑا پن کی وجہ سے ان کو مدینہ ہی مین چھوڑ دیا تھا، لیکن غزوۂ اُحد مین اُنھون نے بیٹون سے کہا کہ "مجھے میدان جہاد مین جانے دو"، صاحبے کہا "آپ کو تو رسول اللہ صلعم نے معاف کر دیا ہے" بولے "افسوس تم نے مجھے بدر مین جنت سے محروم رکھا اور اب اُحد مین بھی محروم رکھنا چاہتے ہو"؟ یہ کہہ کر روانہ ہوے، جب لڑائی کا وقت آیا تو "بولے یا رسول اللہ! اگر مین شہید ہو جاؤن تو اسی طرح لنگڑاتا ہوا جنت مین پہنچ جاؤن گا" ارشاد ہوا "ہان"، یہ سُن کر آگے بڑھے لڑے اور شہید ہوے[3]

خلوص فی الجہاد صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب مین خلوص سب سے زیادہ نمایان چیز ہے، حضرت ولید بن ولیدؓ غزوۂ بدر مین گرفتار ہوئے اور فدیہ دیکر رہائی پائی، فدیہ ادا کرنے کے بعد مکہ کو روانہ ہوے اور ذوالحلیفہ تک پہنچکر واپس گئے اور اسلام لائے، اس پر ان کے بھائی خالد نے کہا "تو اگر اسلام ہی لانا تھا تو فدیہ دینے سے پہلے ہی اسلام لاتے کہ فدیہ سے بچ جاتے" بولے "مین نے اس لیے فدیہ دینے کے بعد اسلام لایا کہ قریش یہ نہ کہین کہ فدیہ سے بچنے کیلیے اسلام قبول کیا ہے"[4]

جہاد مین اس خلوص کا اظہار اور بھی شدت سے ہوتا تھا، حضرت عمرو بن قیشؓ غزوۂ اُحد کے

---

[1] مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فضل من مات فی الطاعون [3] اسد الغابہ تذکرہ سلیمؓ مولی عمرو بن الجموح [4] طبقات ابن سعد تذکرہ ولید بن ولیدؓ

Marfat.com

کے زمانہ تک کافر تھے، احد کا معرکہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ہدایت دی اور گھر میں آکر کہا کہ "میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟ فلان کہاں ہیں؟ فلان کہاں ہے"؟ لوگوں نے احد کا نام لیا تو زرہ پہن کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور احد کا راستہ لیا صحابہ کرام نے دیکھا تو کہا کہ "ہم سے الگ رہو"، بولے کہ میں تو ایمان لاچکا" یہ کہہ کر کفار پر حملہ شروع کر دیا، اور زخمی ہو کر گھر واپس آئے، حضرت سعد بن معاذؓ نے ان کی بہن سے پچھوایا کہ جہاد کی شرکت حمیت قومی کے لیے تھی یا خدا کی راہ میں بولے "صرف خدا اور رسولؐ کی حمایت کیلئے"[1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی شرکت کے لیے منادی کرائی تو حضرت واثلہ بن اسقعؓ تمام مدینہ میں پکارتے پھرے کہ کون اس شخص کو سواری دیتا ہے جو اپنی غنیمت کا حصہ اس کے صلے میں دینے کیلیے تیار ہے؟ ایک بڈھے انصاری نے جواب دیا کہ "میں دیتا ہوں"، وہ راضی ہوگئے، اور ان کے ساتھ چل کھڑے ہوئے، مال غنیمت تقسیم ہوا تو ان کے حصہ میں چند نوجوان اونٹنیاں آئیں اور انھوں نے اونٹنیوں کو لاکر انصاری بزرگ کے سامنے کھڑا کر دیا، بولے "ذرا ادھر اور ادھر پھرا کے تو دکھاؤ"، انھوں نے ان کو آگے بڑھایا، پھر پیچھے ہٹایا، دیکھ بھال کے بولے "نہایت عمدہ ہیں"، انھوں نے کہا "شرط کے موافق تو آپ ہی کی ہیں"، بولے "اپنی اونٹنیاں لیجاؤ ہمارا مقصود تمھارا یہ حصہ نہ تھا، بلکہ اور کچھ تھا"[2] یعنی ثواب جہاد میں شرکت

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی من یسلم ویقتل مکانہ فی سبیل اللہ تعالیٰ، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب الرجل یکری دابتہ علی النصف او السہم،

Marfat.com

عمل بالقرآن

آج ہر مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہی، عقائد، احکام، اخلاق، معاش اور معاد کے متعلق تمام آیتین اس کی نگاہ سے گذرتی ہین، لیکن چونکہ دل سے اثر پذیری کا مادہ مفقود ہو چکا ہی، اس لیے کانون پر جون بھی نہین رینگتی، لیکن صحابۂ کرامؓ کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی، ان پر قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا اثر پڑتا تھا، اور اس شدت کے ساتھ پڑتا تھا کہ اُس کے خوف سے ہمیشہ کانپتے رہتے تھے،

ایک سفر مین حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے بار بار ایک سوال کیا، جواب ملا تو آگے نکل گئے اور دل مین خوف پیدا ہوا کہ کہین ان کے بارے مین کوئی آیت نہ نازل ہو جائے تھوڑی دیر کے بعد دربار نبوت سے پکار ہوئی، وہ گھبرا گئے کہ آیت نازل ہو گئی حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے یہ آیت سنائی :-

انا فتحنا لك فتحا مبينا[1]	ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی،

رسول اللہ صلعم کا وصال ہوا تو تمام صحابہ سخت اضطراب مین مبتلا تھے، حضرت عمرؓ کو آپکے وصال کا یقین ہی نہین آتا تھا، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا، اور اس مین یہ آیت

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل، الخ	محمد صلعم صرف پیغمبر ہین، اور ان کے پیشرو بہت پیغمبر گذر چکے ہین،

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۃ الحدیبیہ،

Marfat.com

پڑھی تو صحابہؓ پر یہ اثر ہوا کہ گویا یہ آیت اس سے پیشتر نازل ہی نہین ہوئی تھی، تمام صحابہ نے اس کو ازبر کرلیا اور سب کے سب اسکو پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "جب مین نے ابوبکر سے اس آیت کو سُنا تو زمین میرے پاؤن کے نیچے سے نکل گئی، اور مین زمین پر گر پڑا"[1]

حضرت سعدؓ غزوۂ بدر مین ایک تلوار لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "آج دشمن کے خون سے خدا نے میرے کلیجہ کو ٹھنڈا کیا ہے، اِس لیے یہ تلوار مجھے عطا فرمایئے" ارشاد ہوا کہ "یہ نہ تمھاری ہے نہ میری" وہ دل مین یہ کہتے ہوے چلے گئے کہ "یہ اس کو دیجائیگی جس نے مجھ جیسا مردانہ کام نہین کیا ہے" تھوڑی دیر کے بعد آپکا قاصد آیا، وہ گھبرائے کہ میری اس گفتگو کے بعد کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی، آپکی خدمت مین آئے تو آپنے یہ آیت سنائی،

یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ و الرسول،	لوگ تم سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہین، کہہ دو مالِ غنیمت تو خدا اور رسولؐ کا ہے

اور فرمایا کہ "خدا نے یہ تلوار مجھ کو دی ہے، مگر نہین تم کو دیتا ہون"[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ عہد نبوت مین ہم لوگ اس خوف کے مارے عورتون سے ہنسی خوشی کی باتین نہین کرتے تھے کہ مبادا اس بارے مین کوئی آیت نازل ہوجائے، لیکن آپ کے وصال کے بعد یہ مہر خموشی ٹوٹ گئی[3]

ایک دن رسول اللہ صلعم خانۂ کعبہ کی دیوار کے سایے مین بیٹھے ہوے تھے، حضرت ابوذر غفاریؓ آگئے تو آپ نے اُن کو دیکھکر فرمایا ھُمُ الخاسِرُون یعنی وہ لوگ گھاٹے مین ہین، وہ گھبراگئے کہ میرے بارے مین کوئی آیت تو نازل نہین ہوئی[4]

---

[1] بخاری جلد ۲ باب مرض النبی صلعم و وفاتہ [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الانفال، [3] صحیح ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر وفاتہ و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم و بخاری کتاب النکاح، [4] نسائی کتاب الزینۃ باب التغلیظ فی جلیس الکوفۃ،

Marfat.com

ایک بار آپ نے نماز صبح کے بعد فرمایا کہ "فلان قبیلے کا کوئی شخص موجود ہی؟" کسی نے جواب نہین دیا، دوسری بار اسی فقرہ کا اعادہ کیا، تو ایک شخص اُٹھا، آپ نے فرمایا کہ "پہلی بار کیون نہین اُٹھے؟" بولا مجھے خوف پیدا ہوا کہ اس قبیلے کے متعلق کوئی آیت تو نہین نازل ہوئی ہے بالخصوص جن آیتون مین کسی فعل پر عذاب کی دھمکی دیجاتی تھی صحابہ کرامؓ ان سے اور بھی خوف زدہ ہوتے تھے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی :-

والذین یکنزون الذھب والفضۃ	جو لوگ چاندی اور سونا جمع کرتے ہین اور
ولاینفقونھا فی سبیل اللہ	اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے انکو
فبشرھم بعذاب الیم،	سخت عذاب کی بشارت دو،

تو تمام صحابہ پر گویا ایک مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ نے صحابہ کی بدحواسی کا یہ عالم دیکھکر کہا "مین تمھاری مشکل کو حل کرتا ہون" چنانچہ آپکی خدمت مین آئے اور کہا کہ "آپکے اصحاب پر یہ آیت نہایت گران گذری ہی"، آپ نے فرمایا "خدا نے زکوٰۃ صرف اس لیے فرض کی ہی کہ تمھارے بقیہ مال کو اُس کے ذریعہ سے پاک کرے اور میراث اس لیے مقرر کی ہی کہ بعد کی نسل کے ہاتھ آئے"، اس پر حضرت عمرؓ نے نعرہ مارا،[2]

عہد رسالت مین حضرت مالکؓ بن ثعلبہ ایک دولتمند صحابی تھے، ایک دن رسول اللہ صلعم اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے :-

والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ	جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہین اُن پر یہ عذاب ہوگا،

اتفاق سے حضرت مالکؓ کا گذر ہوا تو آیت سُن کر ان پر غشی طاری ہوگئی، ہوش مین آئے تو

[1] اسد الغابہ تذکرہ وہب ابو عثمان بن وہب، [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی حقوق المال، روایت مین پوری آیت نہین ہے،

Marfat.com

خدمتِ مبارک مین حاضر ہوکر عرض کی کہ "یارسول اللہ میرے باپ ماں آپ پر قربان، کیا یہ آیت اُن لوگون کی شان مین نازل ہوئی ہے جو سونا چاندی جمع کرتے ہین؟" ارشاد ہوا "ہان"، بولے "شام ہونے تک مالک کے پاس ایک درہم اور ایک دینار نہ ہوگا"، چنانچہ شام تک اُنھون نے اپنی کل دولت خیرات کردی[1]،

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت نہایت سخت ہے:

من یعمل سوءً یجز بہ — جو شخص ذرا بھی برائی کریگا اسکو اس کا بدلا دیا جائیگا

ارشاد ہوا کہ "عائشہ تم کو یہ خبر نہین کہ مسلمان کے پاؤن مین اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو وہ اُس کے اعمال بد کا بدلا ہوتا ہے[2]"،

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ — اپنے دل کی باتون کو ظاہر کرو یا چھپاؤ خدا تم سے اُن کا حساب لے گا،

تو تمام صحابہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور گھٹنون کے بل بیٹھکر عرض کی کہ "یارسول اللہ نماز روزہ جہاد اور صدقہ کی تو ہم طاقت رکھتے ہین، لیکن اس آیت کے متحمل نہین ہوسکتے"، چنانچہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:-

لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعہا — خدا ہر شخص کو بقدر احتطاعت تکلیف دیتا ہے

جب یہ آیت نازل ہوئی:

الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم — جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ خلوط نہین کیا ان ہی کے لیے امن ہے اور

[1] اسدالغابہ مذکورہ مالک بن ثعلبہ [illegible] [2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الخ مین روایت مذکور ہے لیکن اس مین آیت کا ذکر نہین کیا ہے،

Marfat.com

مُهتدُون،

وہی ہدایت یافتہ ہین،

تو تمام صحابہ پریشان ہوگئے، اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم مین کون ہی جو اپنی جان پر ظلم نہین کرتا، فرمایا "ظلم سے[1] شرک مراد ہے"

اس تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ احکام قرآنیہ پر عمل کرنے کے لیے شدت کے ساتھ تیار ہوجاتے تھے، جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون	تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیزون کو نہ صرف کردگے نیکی کو ہرگز نہین پا سکتے"

تو حضرت ابو طلحہؓ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "خدا ہمارا مال مانگتا ہی، آپ گواہ رہیے کہ ریحا مین میری جو زمین ہی مین اُس کے نام پر وقف کرتا ہون"، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اُس کو اپنے رشتہ دارون پر تقسیم کردو"[2]،

حضرت ابو حذیفہ بنؓ عتبہ نے حضرت سالمؓ کو اپنا منھ بولا بیٹا بنایا تھا، اور زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق ان کو حقیقی بیٹون کے حقوق حاصل ہوگئے تھے، لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی ادعوھم لابائھم الخ تو ان کی بی بی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "ہم سالم کو اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمارے ساتھ گھر مین رہتے تھے، اور اُن سے کوئی پردہ نہ تھا، لیکن اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اب آپ کا کیا حکم ہے"؟ فرمایا کہ "ان کو دودھ پلادو"، چنانچہ دودھ پلانے سے وہ اُن کے رضاعی بیٹے کے مثل ہوگئے[3]،

سحر کے متعلق جب یہ آیت نازل ہوئی، :-

کلوا واشربوا حتیٰ	اور کھاؤ پیو یہان تک کہ رات کی کالی

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۂ انعام [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم [3] ابوداؤد کتاب النکاح، باب فی من حرم بہ

Marfat.com

یتبین لکم الخیط الابیض	دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف
من الخیط الاسود،	دکھائی دینے لگے،

تو حضرت عدی بن حاتم ایک سیاہ اور سفید دھاگا سرہانے رکھ کر سوئے اور دیکھا کہ دونون ممتاز ہوتے ہین یا نہین؟ کچھ پتہ نہ چلا، تو رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا "عجب سادہ لوح ہو، اس سے رات دن یعنی رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی مراد ہے"[1]

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :-

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل	اپنے مال باہم ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ
الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم	کہ تم مین رضامندی کے ساتھ تجارت ہو،

تو یہ حالت ہوگئی کہ دولت مند لوگ اپنے اعزہ کو شریک طعام کرنا چاہتے تھے، مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "غربا ہم سے زیادہ مستحق ہین" چنانچہ سورۂ نور کی ایک دوسری آیت نے اس کو منسوخ کر دیا[2]،

زمانۂ جاہلیت مین عرب کی عورتین ڈوپٹہ اوڑھتی تھین تو سینہ اور سر وغیرہ کھلا رہتا تھا، لیکن خداوند تعالیٰ نے اس کے مخالف مسلمان عورتون کو یہ ہدایت کی[3] :-

ولیضربن بخمرھن علی	عورتون کو چاہیے کہ اپنے ڈوپٹون کو سینے پر
جیوبھن،	ڈالے رہین،

اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتون نے اپنے تہبند اور چادرون کو پھاڑ کر ڈوپٹے بنائے، اور اُن سے اپنے سرون کو اسطرح چھپا لیا کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے مطابق یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سرون پر کوّے بیٹھے ہوئے ہین[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی وقت السحور روایت مین کلوا واشربوا نہین ہے بلکہ ہم نے اضافہ کر دیا ہے [2] ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب نسخ التشدید یاکل من مال غیرہ [3] تفسیر ابن کثیر تفسیر سورۂ نور ج ۳ ص ۱۸۱ [4] ابوداؤد کتاب لباس باب فی قولہ تعالیٰ یدنین علیہن من جلابیبہن

(باقی حاشیہ ص ۹۶ پر)

Marfat.com

رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ناپ جوکھ مین سخت خیانت کرتے تھے، اس پر سورہ ویل للمطففین نازل ہوئی، اور اب لوگ دیانت سے کام لینے لگے،[1]

اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار صحابہ کی فیاضی پر تھا، چنانچہ انصار حسب مقدور کھجور کے خوشے لاکر مسجد مین لٹکا دیتے تھے، یہ لوگ آتے تھے تو چھڑی سے ان کو ہلاتے تھے، جو کھجورین ٹپک پڑتی تھین ان کو کھا لیتے تھے، لیکن ان مین بعض لوگ ایسے بھی تھے، جو بڑے گلے روکھے پھیکے خوشے لاکر لٹکا دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات	مسلمانو! اپنی بہترین کمائی اور بہترین پیداوار
ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من	سے صدقہ دو، بُرے مال کو خیرات نہ کرو حالانکہ
الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون	(وہی چیز کوئی تم کو دے) تو تم اس کو کبھی نہ لو
ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ	مگر چشم پوشی کے ساتھ،

اس کے بعد اس حالت مین انقلاب پیدا ہوگیا، اور تمام لوگ بہترین کھجورین لانے لگے،[2]

جب یہ آیت نازل ہوئی :-

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم	مسلمانو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند
فوق صوت النبی،	نہ کرو،

تو حضرت عمرؓ آپکے سامنے اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ اُن کی بات سننے مین نہین آتی تھی،[3]

حضرت ثابت بن قیسؓ پر اس آیت کا اور بھی زیادہ سخت اثر ہوا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ بالکل خانہ نشین ہوگئے، ایک روز آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا کہ "وہ کہین بیمار تو نہین

(بقیہ حاشیہ ص ۹۵) وفی قولہ تعالیٰ والبضر بن بحر ہن علی جیوہن [1] سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب التوفی فی الکیل والوزن

[2] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۂ بقرہ [3] ترمذی ابواب القرآن تفسیر سورۂ حجرات وبخاری کتاب التفسیر،

Marfat.com

ہین"، بولے "مین ان کا پڑوسی ہون، مجھے کوئی شکایت معلوم نہین ہوئی"، واپس آکر ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو بولے کہ "یہ آیت نازل ہوئی ہی، اور تم لوگون کو معلوم ہی کہ مین آپکے سامنے نہایت بلند آہنگی سے گفتگو کرتا تھا، پس مین دوزخی ہوگیا"، آپکو خبر ہوئی تو فرمایا نہین وہ جنتی ہین[1]"

حضرت مسطح حضرت ابوبکرؓ کے رشتہ دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے لیکن جب انھون نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تو انھون نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ	تم مین دولتمند لوگ قرابتدارون، مسکینون
ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین	اور مجاہدون کو دینے سے دریغ نہ کرین، اور
والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا	عفو درگذر کرین، کیا تم لوگ یہ پسند نہین کرتے
ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ	کہ خدا تمھاری مغفرت کرے، اور خدا مغفرت
لکم واللہ غفور رحیم،	کرنے والا اور رحم کرنیوالا ہی،

اوراب حضرت ابوبکرؓ پھر اُن کے مصارف کے کفیل ہو گئے، اور کہا "ہان مجھے یہی پسند ہی کہ خدا میری مغفرت کرے[2]"

اسلام کے فرائض و اعمال مین جہاد سب سے زیادہ خطرناک ہی، لیکن صحابہ کرام کو قرآن مجید ہی کے اثر نے جہاد پر آمادہ کیا تھا، اور اسی اثر کی بدولت وہ سخت سے سخت جنگی خطرات مین ثابت قدم رہتے تھے،

ایک بار قسطنطنیہ مین رومیون سے مسلمانون کا مقابلہ ہوا، رومی بالکل قسطنطنیہ کی دیوار کے متصل صف زن تھے، ایک مسلمان نے جرأت کرکے حملہ شروع کیا تو لوگ پکارے ہان ہان اپنی

[1] مسلم کتاب الایمان باب مخافۃ المومن ان یحبط عملہ و بخاری کتاب التفسیر [2] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا،

Marfat.com

جان کو ہلاکت مین ڈالتے ہو"؟ حضرت ابوایوبؓ انصاری جو ساتھ تھے، بولے "یہ آیت تو ہم انصار کے بارے مین نازل ہوئی ہی، جب اسلام نے قوت حاصل کرلی، تو ہم لوگ اپنی معاش کے کام دھندے مین مصروف ہوگئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا	اور خدا کی راہ مین خرچ کرو اور اپنے ہاتھون
بایدیکم الی التھلکۃ	اپنے تئین ہلاکت مین نہ ڈالو،

اس لیے اصلی ہلاکت یہ ہے کہ ہم معاش کے کاروبار مین مصروف ہوجائین، اور جہاد کو چھوڑ دین، راوی کا بیان ہی کہ "جب سے یہ آیت نازل ہوئی، حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمیشہ مصروفِ جہاد رہے، یہان تک کہ قسطنطنیہ مین شہید ہوکر مدفون ہوئے"[1]

ایک بار جب رومیون نے مسلمانون کے مقابل مین ایک لشکر گران جمع کیا، اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت عمرؓ کو اس خطرہ کی اطلاع کی تو اُنھون نے اُن کو لکھا کہ "مسلمان بندے پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے، تو اس کے بعد خدا اس کو دور کردیتا ہے، ایک مشکل دو آسانیون پر غالب نہین آسکتی، خداوند تعالیٰ اپنی کتاب مین لکھتا ہی:

یا ایھا الذین اٰمنوا اصبروا و	مسلمانو! مصیبتون پر صبر کرو اور صبر مین کفار
صابروا و رابطوا واتقوا اللہ لعلکم	کا مقابلہ کرو، اور استقلال کے ساتھ جہاد کرو،
تفلحون[2]	اور خدا سے ڈرو، یقین ہی کہ تم کامیاب ہو،

جنگ یمامہ مین جب حضرت سالمؓ کو علم عطا کیا جانے لگا تو دوسرون نے کہا کہ "ہم کو آپکے ثابت قدم رہنے کا یقین نہین، اس لیے جھنڈا دوسرے کے ہاتھ مین دینا چاہتے ہین" وہ بولے "تو مین اس حالت مین قرآن مجید کا بدترین حامل ہونگا"، چنانچہ اُنھون نے علم کو داہنے ہاتھ

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، [2] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد

Marfat.com

مین لیا، لیکن جب وہ کٹ گیا تو بائین ہاتھ مین لیا، وہ بھی کٹ گیا تو علم کو آغوش مین لے لیا، اور یہ آیت پڑھنے لگے :-

وما محمد الا رسول وکاین من	محمدؐ صرف ایک پیغمبر ہین اور بہت سے پیغمبر گذرے
بنیٍ قٰتل معه ربیون	ہین جن کے ساتھ ہوکر بہت سے علماء
کثیرٌ[1]	نے جہاد کیا،

ترغیب جہاد کے متعلق جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو جو لوگ کسی معذوری سے اس مین شریک نہین ہوسکتے تھے، ان کو اس پر سخت افسوس ہوتا تھا، ایک بار حضرت زید بن ثابتؓ آپ کے پہلو مین بیٹھے ہوے تھے، آپ پر آثار وحی طاری ہوئے، افاقہ ہوا تو آپ نے ان کو اس آیت کے لکھ لینے کا حکم دیا :-

لا یستوی القاعدون من المومنین	خدا کی راہ مین جہاد کرنے والے اور گھر مین
والمجاهدون فی سبیل اللہ، الخ	بیٹھ رہنے والے مسلمان برابر نہین ہوسکتے،

حضرت ابن ام مکتومؓ آنکھون سے معذور تھے، اس لیے شریک جہاد نہین ہوسکتے تھے لیکن جب انھون نے مجاہدین کی فضیلت سُنی تو بولے کہ "یا رسول اللہ جو لوگ جہاد کی قدرت نہین رکھتے، اُن کا کیا مآل ہوگا؟" اب آپ پر دوبارہ آثار وحی طاری ہوئے، افاقہ ہوا تو دوبارہ وحی آسمانی نے غیر اولی الضرر (بجز معذور لوگون کے) کا اضافہ کرکے معذور لوگون کو مستثنیٰ کردیا[2]

ایک طرف تو قرآن مجید کا یہ اثر تھا کہ جس طرف چاہتا تھا صحابہ کرامؓ کو جھونک دیتا تھا، دوسری طرف جس چیز سے چاہتا تھا، روک بھی دیتا تھا، ایک بار عیینہ بن حصن

[1] اسد الغابہ تذکرہ سالم مولی ابی حذیفہ، اسد الغابہ مین پوری آیتین نقل نہین کی ہین بیچ کی آیتین چھوڑ دی ہین اور ہم نے اسی کا اتباع کیا ہے، [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الرخصۃ فی القعود من العذر

Marfat.com

اپنے بھتیجے حر بن قیس کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "آپ ہم کو خوب عطیہ نہین دیتے، ہمارے درمیان انصاف نہین کرتے"، اس پر حضرت عمرؓ سخت برہم ہوے اور ان کو سزا دینی چاہی، لیکن حضرت حُر بن قیسؓ نے کہا یا امیر المومنین خدا نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا :-

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلين، — درگذر کا شیوہ اختیار کرے اور نیکی کا حکم دے، جاہلون سے کنارہ کش رہ،

اور یہ بھی ایک جاہل ہے" یہ آیت سن کر حضرت عمرؓ فوراً رک گئے، کیونکہ وہ عموماً کان وقافا عند کتاب اللہ[1]، خدا کی کتاب کے سامنے اسی طرح رک جاتے تھے،

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قوله خذ العفو وامر بالعرف،

Marfat.com

اِتبّاعِ سُنّت

قرآن مجید کے بعد صحابہ کرام کا محورِ عمل صرف رسول اللہ صلعم کی ذات تھی، اس لیے وہ تمام اعمال مین آپ کی سنت کا اتباع کرتے تھے،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب غسل جنابت فرماتے تو دائین ہاتھ سے بائین ہاتھ پر پانی ڈالتے، پھر شرمگاہ کو دھوتے، اور ان تمام مراتب کے بعد وضو کرکے تمام جسم پر پانی ڈالتے، کہتے کہ رسول اللہ صلعم اسی طرح غسل فرماتے تھے[1]،

عہد نبوت مین معمول تھا کہ لوگ صدقۂ فطر مین ایک صاع گیہون یا پنیر یا جو یا کھجور یا منقے دیتے تھے، لیکن اخیر زمانہ مین حضرت امیر معاویہؓ شام سے حج یا عمرہ ادا کرنے کے لیے آئے تو ایک خطبہ مین فرمایا کہ "میرے خیال مین دو مد شامی گیہون کھجور کے ایک صاع کے برابر ہین" اس کے بعد تمام لوگون نے اس طریقہ کو عملاً اختیار کرلیا لیکن حضرت ابوسعید خدریؓ نے عہد نبوت کی سنت کو بدلنا پسند نہین کیا، اور برابر ایک صاع صدقۂ فطر نکالتے رہے[2]،

حالت سفر مین اگرچہ آپ نے روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے، تاہم آپ نے زیادہ تر افطار کی ترغیب دی ہے، اس لیے اکثر صحابہ بشدت سے اس پر عمل کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوبصرہ غفاریؓ رمضان مین مصر سے کشتی مین سوار ہوے، ابھی مصر کے در و دیوار آنکھ سے اوجھل بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا طلب کیا، دسترخوان سامنے آیا تو بعض ہمراہیون نے کہا کہ "آپ مصر کے در و دیوار کو بھی نہین دیکھتے"، بولے "تم سنت نبوی سے اعراض کرتے ہو[3]"،

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب من الجنابۃ [2] ایضاً کتاب الزکوٰۃ باب کم یودی فی صدقۃ الفطر [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب متی یفطر المسافر اذا خرج،

Marfat.com

ایک بار حضرت دحیہؓ ابن خلیفہ دمشق مین دمشق کے ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن کی طرف روانہ ہوئے، دونون گاؤن مین صرف تین میل کا فاصلہ تھا، لیکن اُنھون نے روزہ توڑڈالا اور اُن کے بہت سے ہمراہیون نے بھی روزے توڑڈالے، لیکن اور لوگون نے اسکو پسند نہ کیا، وہ پلٹے تو فرمایا کہ آج مین نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کی نسبت میرا خیال تھا کہ کبھی نہ دیکھون گا، ایک قوم نے سنت نبوی سے اعراض کیا (یعنی روزہ دار لوگ) خداوندا مجھے اب دنیا سے اُٹھالے،[1]

رسول اللہ صلعم کی سنت کے اتباع مین تمام صحابہ سے حضرت عبداللہؓ بن عمر خاص طور پر ممتاز تھے، رسول اللہ صلعم جب سفر حج سے واپس آئے تو مسجد کے دروازہ پر ناقہ کو بٹھاکر پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر گھر کے اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی معمول کرلیا،[2] وہ کعبہ کے صرف دونون یمانی رکنون کو چھوتے تھے، سبتی جوتے پہنتے تھے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے، اور لوگ چاند دیکھنے کے ساتھ ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ کو احرام باندھتے تھے، ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ "صرف آپ ہی کیون ایسا کرتے ہین؟ آپ کے اور اصحاب نہین کرتے"، بولے کہ "مین نے رسول اللہ صلعم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، اس لیے مین بھی اسکو پسند کرتا ہون"[3] حجۃ الوداع مین آپ نماز عشار کے بعد تھوڑی دیر تک مقام بطحا مین سو کر مکہ مین داخل ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی ہمیشہ اس مقام پر کسی قدر سوتے تھے، پھر مکہ مین داخل ہوتے تھے،[5] اسی طرح آپ اس سفر مین جہان جہان اُترے تھے یا نماز پڑھی تھی وہ بھی وہان ضرور اُترتے اور نماز پڑھتے تھے،

ایک بار وہ سفر مین تھے، دیکھا کہ کچھ لوگ نفل پڑھ رہے ہین، رفیق سفر سے بولے کہ[4] اگر مجھے نفل

---

[1] ابوداؤد کتاب الصیام باب سیرۃ الحفرفیہ [2] ایضاً کتاب الجہاد باب فی الصلوۃ عند القدوم من السفر، [3] ایضاً کتاب اللباس باب الصبوغ، [4] ایضاً کتاب المناسک باب وقت الاحرام [5] ابوداؤد کتاب المناسک باب التحصیب،

Marfat.com

پڑھتا ہوتا تو مین نماز ہی پوری پڑھتا، مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر کیا ہے آپ نے دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے اُنھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، حضرت عمرؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، اُنھون نے بھی دو رکعت سے زیادہ کبھی نہین پڑھی، اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ	تمھارے لیے رسول اللہ صلعم ہی کی ذات پاک
اسوۃ حسنۃ،	مین تقلید کے لیے بہترین مثال ہی"

ایک بار حضرت سعید بن یسارؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ سفر مین تھے، ایک موقع پر اونٹ سے اتر کر پیچھے ٹھہر گئے، فرمایا "تم پیچھے کیون رہ گئے"؟ بولے "وتر پڑھتا تھا"، فرمایا "کیا تمھارے لیے رسول اللہ صلعم کی ذات مین اسوۂ حسنہ نہین ہی؟ آپ اونٹ ہی پر وتر ادا فرماتے تھے"[۲] وہ صدقۂ فطر اسی پیمانہ کے مطابق ادا فرماتے تھے، جس کو رسول اللہ صلعم نے مقرر فرمایا تھا[۳]۔

سنن عادیہ و اتفاقیہ کا اتباع اگرچہ ضروری نہین لیکن بعض صحابہ اس کا اتباع بھی کرتے تھے، حضرت ابوالدرداؓ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے، ام الدرداء نے کہا کہ "اس عادت کو ترک کر دیجیے، ورنہ لوگ آپ کو احمق بنائین گے"، بولے "مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے کہ جب کوئی بات کہتے تھے تو مسکرا دیتے تھے"[۴]

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب مین بسم اللہ کہہ کر پاؤن رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیت پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ، وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، پھر تین بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر کہا

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب صلوٰۃ السفر باب التطوع فی السفر [۲] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوتر علی الراحلۃ [۳] بخاری کتاب الایمان والنذور باب صاع المدینۃ ومد النبی صلعم وبرکتہ [۴] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۹۸،

Marfat.com

اس کے بعد یہ دعا پڑھی، سُبحَانَکَ اِنّی ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب اِلّا انت پھر ہنس پڑے، لوگون نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے "ایک بار رسول اللہ صلعم ان سی پا بندیون کے ساتھ سوار ہوئے، اور اخیر مین ہنس پڑے، مین نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہی تو خدا اس سے خوش ہوتا ہی"[1]

ایک صحابی آپکی خدمت مین بیعت کیلیے حاضر ہوئے دیکھا کہ آپکی قمیص کا تکمہ کھلا ہوا ہے، آپ کی تقلید مین اُنھون نے بھی عمر بھر قمیص کا تکمہ کھلا رکھا اور اس مین سردی اور گرمی کی کچھ پروا نہ کی"[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب ما یقول الرجل اذا رکب [2] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۵،

Marfat.com

محرماتِ شرعیہ سے اجتناب

اکل حرام سے اجتناب

صحابۂ کرامؓ اگرچہ تنگدست اور فاقہ مست تھے لیکن حلال طیب کے سوا اکلِ حرام سے ان کے کام و دہن کبھی آلودہ نہیں ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے غلام نے زمانہ جاہلیت مین فریب آمیز طریقہ پر کہانت کی اور اس کے معاوضہ مین کچھ مال پایا، اور حضرت ابوبکرؓ کو دیا، اُنھون نے اُس کو وجہِ معاش مین صرف کردیا، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ ناجائز مال تھا تو منہ مین ہاتھ ڈالا، اور پیٹ مین جو کچھ تھا قے کر ڈالا۔[1]

ایک بار وہ حالت سفر مین بدوؤن کے ایک خیمہ مین اُترے اتفاق سے ان بدوؤن مین کسی کی بی بی حاملہ تھی، اور اس سفر مین ایک اور بدو ساتھ تھا جس سے اس نے کہا کہ کیا تم اولاد نرینہ چاہتی ہو؟ اگر تم مجھے ایک بکری دو تو تمھارے اولاد نرینہ پیدا ہوگی اس نے بکری دیدی اور اس نے کاہنون کی طرح کچھ سجع فقرے پڑھے، پھر بکری ذبح کی اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی گوشت کھایا، بعد کو جب معلوم ہوا کہ یہ کسب حرام تھا تو فوراً اُٹھے، اس فعل سے برأت ظاہر کی اور جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا۔[2]

اکلِ حرام کی سب سے بدترین قسم یہ ہے کہ مذہب فروشی کی جائے، یہودیون کے مذہب نے اسی نے برباد کردیا تھا، جیسا کہ قرآن مجید مین خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اشتروا بہ ثمنا قلیلا، یعنی یہودیون نے اس کے عوض مین تھوڑے سے

---

[1] بخاری باب ایام الجاہلیۃ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۵۱،

Marfat.com

دام (یعنی دنیوی فائدے) حاصل کرے،

لیکن صحابۂ کرامؓ کے نزدیک مذہب سب سے زیادہ گران قیمت چیز تھی، اس لیے اُن کے نزدیک دُنیا کی کوئی چیز اس کی قیمت نہین ہوسکتی تھی، مسلمانون کو بیت المال سے سالانہ وظیفہ ملا کرتا تھا، ایک شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ اس کی نسبت آپ کا کیا حکم ہی؟ فرمایا "اس وقت تو لیتے رہو، لیکن جب وہ تمھارے دین کی قیمت بنجائے تو چھوڑ دو"[1]

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بہت کچھ مال و جائداد دیکر یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا چاہا، اور اس غرض سے ان کی خدمت مین حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا لیکن انھون نے کہا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، اور پھر کبھی نہ آؤ، میرا دین تمھارے دینار و درہم کے معاوضہ مین بک نہین سکتا، میری صرف یہ خواہش ہی کہ دنیا سے جاؤن تو میرا ہاتھ پاک و صاف ہو"[2]

یہ صرف مخصوص صحابہ کا حال نہ تھا، بلکہ تمام صحابہ مین یہ فضیلت مشترک طور پر پائی جاتی تھی، چنانچہ بہت سے صحابہ کی تربیت مین بہت سے یتیم بچے تھے، جن کے کھانے پینے کی چیزین ان کے کھانے پینے کی چیزون کے ساتھ مخلوط تھین لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:-[3]

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی	جو لوگ ظلماً یتیمون کا مال کھاتے ہین وہ
ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا	اپنے پیٹون مین آگ بھرتے ہین،

اُن صحابہ نے ان چیزون کو اپنے کھانے پینے کی چیزون سے الگ کردیا، یہانتک کہ ان یتیمون کی یہ چیزین بعض اوقات فاضل بچ کر خراب ہوجاتی تھین، لیکن صحابۂ کرام ان کو ہاتھ نہین لگاتے تھے[4]

زکوٰۃ و صدقہ سے اجتناب اہل استطاعت پر صدقہ و زکوٰۃ کا مال حرام ہی اس لیے صحابہ کرام اس سے

---

[1] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فی الکانزین للاموال و تغلیظ علیہم [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

[3] روایت مین یہ آیت بھی ہی لا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن [4] ابوداؤد کتاب الوصایا باب مخالطۃ الیتیم فی الطعام،

Marfat.com

شدت کے ساتھ اجتناب کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ کو ایک شخص نے دودھ پلایا جو اُن کو نہایت لذیذ معلوم ہوا، دریافت کیا کہ یہ دودھ کہان سے لائے ہو؟ بولا کہ مین ایک گھاٹ پر گیا، لوگ صدقے کے اونٹون کو پانی پلا رہے تھے، سب نے پانی پلا کر میرے لیے دودھ دوہا، جس کو مین نے اپنے مشکیزے مین بھر لیا، اور یہ وہی دودھ ہی، حضرت عمرؓ نے فوراً منہ مین ہاتھ ڈالا اور قے کر دی[1]،

ایک بار حضرت عبداللہ بن ارقمؓ نے حضرت ام سلمہ عدویؓ سے کہا کہ "مجھے سواری کا ایک اونٹ بتاؤ مین اس کو امیرالمومنین سے مانگون گا"، بولے "ہان صدقہ کا اونٹ ہی" انھون نے کہا "کیا تمھین یہ پسند ہی کہ ایک موٹا تازہ آدمی گرمی کے دنون مین اپنی شرمگاہ کو دھو کر دھوون تمھین پینے کو دے"؟ وہ برہم ہوئے اور کہا "استغفر اللہ آپ ایسا کہتے ہین"، بولے تو صدقہ بھی آدمیون کا میل ہی، جس کو وہ دھو کر اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہین[2]"،

ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ کے غلام نے کہا کہ "مجھے مکاتب بنا لیجیے"، بولے "تمھارے پاس کچھ مال ہی" اس نے کہا "نہین، لوگون سے مانگ کر بدل کتابت ادا کردون گا"، بولے تم مجھے لوگون کا دھوون کھلانا چاہتے ہو[3]"،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنا ایک غلام اپنی مان پر صدقہ کر دیا تھا، ایک دن وہ بازار سے گذرے تو ایک شیر دار بکری نظر آئی جو فروخت ہو رہی تھی، چونکہ وہ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لیے اس غلام سے کہا کہ "اپنی اُجرت کی رقم سے بکری کو خرید لو، لیکن افطار کے وقت اس بکری کا دودھ سامنے آیا تو بولے کہ "دودھ بکری کا ہی اور بکری غلام کی کمائی کی ہے اور

---

[1] موطا کتاب الزکوٰۃ باب ماجاء فی الصدقات والتشدید فیہا، [2] موطا امام مالک کتاب الجامع باب مایکرہ من الصدقہ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ،

Marfat.com

غلام کو مین نے اپنی مان پر صدقہ کر دیا ہے، اس کو لیجا، مجھ کو اس کی ضرورت نہین[1]"

حدیث شریف مین آیا ہے کہ میزبان اگر تین دن سے زیادہ مہمان کی ضیافت کرے تو وہ داخل صدقہ ہوگی، اس بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مین آتے تھے تو تین دن تک ان کا کھانا حضرت خالد بن اسیدؓ کے یہان سے جو اُن کے رشتہ دار تھے آتا تھا لیکن تین دن کے بعد کہہ دیتے تھے کہ "اب اپنا صدقہ بند کرو"، اور اپنے غلام نافع کو حکم دیتے تھے کہ اب تم اپنے پاس سے اکل و شرب کا انتظام کرو[2]،

قتل مسلم سے اجتناب | مسلمانون کا قتل حرام ہے، قرآن مجید مین ہے :-

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ	اور جو کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے تو اس کی
جہنم خالدا فیہا،	سزا دوزخ ہی جس مین وہ ہمیشہ رہیگا،

اس بنا پر صحابۂ کرام مسلمانون کی خونریزی سے سخت احتراز کرتے تھے، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنو جذیمہ کے پاس دعوت اسلام دینے کے لیے بھیجا، اُنھون نے اُن کو دعوت اسلام دی تو انھون نے کہا، صبانا، صبانا، یعنی ہم صابی ہوئے، چونکہ کفار مسلمانون کو صابی کہتے تھے اس لیے انھون نے اسی لفظ سے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ کو اسپر تسکین نہین ہوئی اور اُنھون نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کیا، یہان تک کہ ایک دن عام حکم دیدیا کہ ہر شخص اپنے اپنے قیدیون کو قتل کر ڈالے لیکن تمام صحابہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، اور جب آنحضرت صلعم سے آکر واقعہ بیان کیا تو آپ نے بھی ان کی تائید کی، اور دو بار فرمایا کہ "خداوندا! مین خالد کے اس فعل سے بری ہوتا ہون[3]"،

حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنا چاہا، تو حضرت عمرؓ نے اول اول اختلاف کیا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] زرقانی شرح موطا جلد ۴ ص ۱۳۶ [3] بخاری کتاب المغازی بعث خالد الی بنی حذیمہ مع فتح الباری،

Marfat.com

اور کہا کہ کلہ گویون سے کیونکر جہاد کیا جا سکتا ہی[1]، اُن پر ایک عجمی غلام نے حملہ کیا تو اُنھون نے حضرت عباسؓ سے شکایت کی کہ "تم ہی لوگون نے ان غلامون سے مدینہ کو بھر دیا"، بولے "اگر حکم ہو تو سب کو قتل کر دین" فرمایا یہ "کیونکر ہو سکتا ہی؟ وہ تمھاری زبان بولتے ہین، تمھارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین، تمھارا حج ادا کرتے ہین[2]"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور خوارج کے زمانہ مین جنگ ہوئی تو ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ "آپ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہین؟ حالانکہ یہ لوگ باہم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہین"، بولے "جو حی علی الصلوٰۃ کہے گا مین اُسکی دعوت قبول کرون گا، جو شخص حی علی الفلاح کہے گا مین اس کی دعوت قبول کرون گا، لیکن جو شخص یہ کہے گا کہ "آؤ اپنے بھائی مسلمانون کو قتل کرو، ان کا مال لوٹو"، تو مین انکار کر دون گا[3]"

سود خواری سے اجتناب اسلام نے سود خواری کی ممانعت ایسے سخت قیود کی پابندی کے ساتھ کی ہے کہ اگر ذرا سی غفلت یا بے پروائی کیجائے تو معمولی معاملات واد و ستد بیع و شراء بھی سود کی صورت مین داخل ہو جائین، صحابۂ کرامؓ ان تمام قیود کا لحاظ رکھتے تھے، اور ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ بچتے تھے، ایک بار حضرت مالک بن اوسؓ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے بیع صرف کرنی چاہی (یعنی اشرفی کے بدلہ مین درہم لینا چاہا) اور کہا اشرفیان اُن کے سامنے رکھدین اُنھون نے ان کو اُٹھا لیا اور کہا کہ "خزانچی سے لے کر درہم دلا دین"، حضرت عمرؓ سن رہے تھے، بولے "بغیر لیے ہوئے ہرگز نہ جانا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ سونے کے بدلے مین چاندی اگر دست بدست نہ لیجائے تو سود ہے[4]"

---

[1] بخاری کتاب الزکوٰۃ [2] بخاری کتاب المناقب باب قصیۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان [3] طبقات ابن سعد تذکرہ عبداللہ بن عمرؓ [4] بخاری کتاب البیوع باب بیع الشعیر بالشعیر

Marfat.com

ایک بار حضرت معمر بن عبداللہؓ نے اپنے غلام کو ایک صاع گیہون دیا کہ اس کو بیچ کر بازار سے جو لائے، اُس نے بازار مین جاکر جو لیا تو ایک صاع سے کچھ زیادہ پایا، حضرت معمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو بولے اس کو فوراً جاکر واپس کرو، کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "غلہ کو مثلاً مثل خریدنا چاہیئے"، لوگون نے کہا کہ بازار مین صرف جو کا رواج ہی، گیہون نہین مل سکتا، بولے کہ "مجھے خوف ہی کہ یہ سود کے مشابہ نہو جائے"[1]

صحابۂ کرام سود خواری سے نہ صرف خود بچتے تھے، بلکہ اور لوگون کو بھی اس سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے، ایک شخص حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے تو اُنھون نے ان کے ساتھ نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا، اور کہا کہ "آپ ایک کاروباری مُلک مین رہتے ہین، اس لیے اگر آپ پر کسی کا قرض آتا ہو، اور وہ آپ کے یہان بھس کی ایک گٹھری بھی ہدیۃً بھیجے تو اُس کو قبول نہ کیجیے گا، کیونکہ یہ سود ہے"[2]

شراب خواری سے اجتناب

شراب عرب کی گھٹی مین پڑی ہوئی تھی لیکن متعدد صحابہ مثلاً حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ اپنی فطرتِ سلیمہ کی ہدایت سے زمانہ جاہلیت ہی مین اس سے محترز رہے، لیکن جو صحابہ اس کے عادی تھے، اُنھون نے بھی شراب کی حرمت کے ساتھ ہی اس دیرینہ عادت کو اس طرح ترک کردیا کہ گویا انھون نے جام و ساغر کو منہ ہی نہین لگایا تھا، شراب کی حرمت کا حکم بتدریج نازل ہوا، لیکن حرمتِ خمر کے متعلق سب سے آخری آیت :-

انما یرید الشیطان ان یوقع	شیطان تو بس یہی چاہتا ہی کہ شراب اور
بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر	جوے کی وجہ سے تمھارے درمیان دشمنی اور
والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن	بغض ڈالدے، اور تم کو یاد الٰہی سے اور

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۰ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ ابو بردہؓ بن ابی موسیٰ،

Marfat.com

الصّلوٰۃ فھل اَنتُم مُنتھون، نمازسے باز رکھے تو تم باز نہین آؤگے ؟

نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ بیساختہ پکار اُٹھے :۔

انتھینا[1] ہم باز آئے،

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ مین ابوعبیدہ، ابوطلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہوگئی، ابوطلحہ نے فوراً کہا کہ انس اُٹھو اور شراب کو گرادو[2]؛ دوسری روایت مین ہی کہ" مین ابوطلحہ کے مکان مین لوگون کو شراب پلا رہا تھا کہ اسی حالت مین رسول اللہ صلعم نے حرمت شراب کی منادی کروائی، ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ" نکل کے دیکھو یہ کیسی آواز ہے"؛ مین گھر سے نکلا اور پلٹ کے کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ" شراب حرام ہوگئی" ابوطلحہ نے مجھ سے کہا کہ" تو شراب گرادو" اور لوگون نے اس کثرت سے شراب گرائی کہ مدینہ کی گلیون مین بہنے لگی[3]؛

بدکاری سے اجتناب | زمانۂ جاہلیت مین اہل عرب سخت بدکاری مین مبتلا تھے، لیکن اسلام نے ان مین عفت و عصمت کا ایسا احساس پیدا کردیا کہ سخت سے سخت نازک موقعون پر بھی اُن کا دامن اس معصیت سے آلودہ نہین ہونے پاتا تھا،

ہجرت کے بعد مکہ مین جو گرفتار بلا مسلمان رہ گئے تھے، مکہ سے مدینہ تک ان کا پہنچانا مرثد بن ابی مرثد الغنویؓ کے متعلق تھا؛ وہ ایک رات اسی غرض سے مکہ آئے، وہان ان کی آشنا ایک طوائف تھی جس کا نام عناق تھا. وہ نکلی تو ان کی پرچھائین دیکھ کر پہچان لیا، اور نہایت تپاک سے ملی، اور کہا کہ آج میرے گھر مین شب باشی کرو، لیکن اُنھون نے معذرت کی کہ

---

[1] ابوداؤد کتاب الاشربہ باب فی تحریم الخمر، روایت مین پوری آیت نہین ہے، ہم نے اس کو بڑھا دیا ہے،
[2] بخاری کتاب الاشربہ باب نزول تحریم الخمر، [3] ایضاً، [4] بخاری کتاب التفسیر سورۂ مائدہ باب لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا،

Marfat.com

زنا اب حرام ہوگیا، اب اُس نے شور وغل کیا، یہ بھاگ کر ایک پہاڑ کے غار مین جا چھپے، کفار نے وہان تک تعاقب کیا لیکن خدا نے ان کو بچا لیا[1]،

ایک کو صحابیہ جن کی اخلاقی حالت زمانۂ جاہلیت مین اچھی نہ تھی، ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو بولین "ہٹو اب جاہلیت کا وہ زمانہ گیا اور اسلام آیا"[2]،

اسلام کی اسی پاکبازانہ تعلیم اور صحابۂ کرام کی اسی پاکبازانہ زندگی کا یہ اثر تھا کہ اس زمانہ مین لونڈیان تک بدکاری سے ابا کرنے لگین چنانچہ عبداللہ بن ابی سلول جو راس المنافقین تھا اپنی لونڈیون کو اسی ناجائز طریقہ سے روپیہ پیدا کرنے پر آمادہ کرتا تھا، لیکن اس کی دو لونڈیون نے اس ننگ عار کو گوارا نہین کیا اور رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آکر شکایت کی کہ ہمارا آقا ہم کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی :-

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ[3] الخ۔ اپنی لونڈیون کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو،

اس جرم کا ارتکاب تو صحابۂ کرام سے بہت بعید تھا، وہ لوگ کسی عورت پر نگاہ ڈالنا بھی پسند نہین کرتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک حسین صحابیہ شریک نماز ہوتی تھین، اس لیے بعض صحابہ آگے کی صف مین جاکر کھڑے ہوتے تھے کہ ان پر آنکھ نہ پڑنے پائے[4]،

اگر کسی صحابی نے ناجائز طریقہ سے بھی اس کی جرأت کی تو تمام صحابہ نے اس کو سخت قابل اعتراض خیال کیا، ایک بار حضرت محمد بن سلمہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور نکاح سے پہلے چوری چھپے اسکو دیکھنا چاہا، یہان تک کہ اس کے نخلستان مین اسکو دیکھ بھی لیا لیکن لوگون نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہوکر ایسا کرتے ہین؟ بولے آپ ہی نے اسکی

---

[1] نسائی کتاب النکاح باب تزویج الزانیہ، [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۸۰، [3] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی تعظیم الزنا، ومسلم کتاب التفسیر تفسیر ہذہ الآیۃ [4] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب الخشوع فی الصلوۃ،

Marfat.com

اجازت دی ہی"

ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نکاح کرنا چاہا، اور رسول اللہ صلعم سے مشورہ طلب کیا، آپ نے فرمایا کہ "پہلے عورت کو جاکر دیکھ لو" وہ اس غرض سے اس کے گھر گئے تو عورت نے پردہ سے کہا۔ اگر رسول اللہ صلعم کا حکم ہے تو خیر، ورنہ تمھین خدا کی قسم ایسا نہ کرنا"[1]

کسی عورت پر قصداً نگاہ ڈالنا تو بڑی بات ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تو یہانتک فرماتے تھے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میری ناک مردار سے بھر جائے لیکن یہ پسند نہین کہ اس مین کسی عورت کی خوشبو آئے"[2]

راگ باجے سے اجتناب

صحابہ کرامؓ کے کانون کو صرف تلاوتِ قرآن کی آواز خوش آیند معلوم ہوتی تھی، اس لیے وہ عود و بربط، اور چنگ و رباب کی آواز پر کان نہین دھرتے تھے، ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آواز طبل سنی تو کان بند کرلیے اور فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے"[3]

ایک بار اونٹ پر سوار جا رہے تھے چرواہے کی بانسری کی آواز کان مین آئی، تو فوراً کانون مین انگلیان دے لین، اور پہلا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلیا، اور بارہا اپنے غلام نافع سے پوچھتے جاتے تھے کہ آواز آتی ہے یا نہین"؟ جب انھون نے کہا کہ "نہین" تو کانون سے انگلیان نکالین اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے اس قسم کے موقع پر ایسا ہی کیا تھا"[4]

ایک بار بازار مین گذرے تو دیکھا کہ ایک چھپکلی گا رہی ہے، فرمایا اگر شیطان کسی کے بہکانے سے باز رہتا تو اس کو نہ بہکاتا"[5]

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب النظر الی المراۃ اذا اراد ان یتزوجہا [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری [3] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الغناء والدف [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [5] ادب المفرد باب الغناء والمزمور

Marfat.com

ایک بار عید کے دن چند لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس جنگِ بعاث کے متعلق اشعار گا رہی تھیں، حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم کا گھر اور مزامیر شیطان" آپ نے فرمایا "ابوبکرؓ یہ ہماری عید کا دن ہے"[1]

ایک بار ایک گھر میں تقریب تھی اور ایک شخص گا رہا تھا، حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ وہ گردن ہلا ہلا کے گا رہا ہے، تو کہا "اُف یہ شیطان ہے، اس کو نکالو، اس کو نکالو"[2]

راگ باجا تو پھر بھی بڑی چیز ہے حضرت عائشہؓ کا یہ حال تھا کہ گھنٹی کی آواز سننا بھی پسند نہیں کرتی تھیں، اگر سامنے سے گھنٹی کی آواز آتی تو ساربان سے کہتیں کہ "ٹھہر جاؤ تاکہ یہ آواز سننے میں نہ آئے"، اور اگر سُن لیتیں تو کہتیں کہ "تیزی کے ساتھ لیچلو تاکہ میں اس آواز کو نہ سن سکوں"[3]

مشتبہات سے اجتناب حلال و حرام دونوں بدیہی ہیں لیکن بہت سی چیزیں ہیں جن کی حلت و حرمت دونوں مشتبہ ہے، زہد و تورع، تقویٰ و طہارت اور حزم و احتیاط کا اصلی محل یہی چیزیں ہیں، اس بنا پر حدیث شریف میں ان چیزوں سے بچنے کی تاکید آئی ہے،

الحلال بین والحرام بین وبینہما	حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی، اور ان کے
امور مشتبہۃ فمن	درمیان مشتبہ چیزیں ہیں پس جو شخص مشتبہ گناہوں
ترک ما شبہ علیہ من الاثم	کو چھوڑیگا، وہ کھلے ہوئے گناہوں کا سب سے
کان لما استبان لہ اترک و	زیادہ چھوڑنے والا ہوگا، اور جو شخص مشتبہ گناہوں
من اجترأ علی ما یشک فیہ	کا مرتکب ہوگا، بہت ممکن ہے کہ کھلے ہوئے
من الاثم اوشک ان یواقع	گناہوں کا مرتکب ہو جائے، گناہ خدا کی
ما استبان والمعاصی حمی اللہ	چراگاہ ہیں اور جو شخص چراگاہ کے گرد چرائے گا

[1] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاہل الاسلام [2] ابوداؤد المقری باب الغنا فی العرس مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۱۵۴

Marfat.com

من یرتع حول الحمی یوشك ان یواقع (کتاب البیوع بخاری) ممکن ہو کہ اس کے اندر داخل ہو جائے،
اس لیے صحابہ کرامؓ ہمیشہ ان مشتبہ چیزوں سے احتراز فرماتے تھے،

حالتِ احرام میں شکار کرنا جائز نہیں، ایک بار صحابہ سفر حج میں تھے، سب نے احرام باندھ لیا تھا، صرف ابو قتادہ انصاریؓ غیر محرم تھے، ایک جنگلی گدھا نظر آیا، انھوں نے گھوڑے کو اسکے پیچھے ڈال دیا، صحابہ سے کوڑا اور نیزہ مانگا، یہ ایک مشتبہ فعل تھا، اس لیے سب نے انکار کر دیا، بالآخر انکو خود نیزہ اٹھانا پڑا، گدھے کا شکار ہو چکا تو بعض صحابہ نے گوشت کھانے سے بھی انکار کر دیا[1]

ایک بار حضرت ابو طلحہؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کے منہ سے مکھی چادر نکال لے، حضرت سہل بن حنیفؓ پاس بیٹھے ہوئے تھے، بولے کیوں؟ فرمایا اس پر تصویریں بنی ہوئی ہیں، حضور صلعم کے متعلق رسول اللہ صلعم نے جو فرمایا ہے، وہ تم کو معلوم ہے، بولے لیکن آپ نے کپڑے میں بنی ہوئی تصویر کی ممانعت تو نہیں فرمائی، بولے "ہاں، لیکن میرے دل کا اطمینان اسی طرح ہو گا"[2]

ایک بار حضرت مسورؓ بن مخرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عیادت کو آئے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ابتبرق کی چادر اوڑھے ہوئے تھے، حضرت مسور بن مخرمہؓ نے اس پر ذرا کا تو بولے رسول اللہ صلعم نے صرف غرور و تکبر کی بنا پر اس کی ممانعت کی تھی، اور الحمدللہ کہ ہم غرور و تکبر سے محفوظ ہیں، انھوں نے کہا "تو پھر جو کپڑے میں یہ تصویریں کیسی بنی ہوئی ہیں؟" بولے "دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو جلا ڈالا ہے"، لیکن یہ چیز ان مشتبہات میں داخل تھی، اس لیے جب وہ چلے گئے تو فرمایا کہ میرے بدن سے یہ چادر اتار لو، اور ان تصویروں کا سر کاٹ ڈالو، کسی نے کہا کہ اگر ان کو صحیح و سلامت باقی رہنے دیتے تو فائدہ ہوتا، بولے "نہیں"[3]

نومسلم لوگ صحابہ کے پاس گوشت لے کے آتے تھے، صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ

[1] ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم [2] ترمذی کتاب اللباس باب ما جاء فی الصور [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۲۰

Marfat.com

یہ ابھی دورِ جاہلیت سے نکلے ہین، ہمکو معلوم نہین کہ خدا کا نام لیکر ذبح کیا ہی یا نہین؟ کیا ہم اس گوشت کو کھا سکتے ہین؟" فرمایا "بسم اللہ کہہ کر کھا سکتے ہو"[1]

حضرت اسماءؓ کی ماں کافرہ تھین، اور حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت ہی مین ان کو طلاق دیدی تھی، ایک بار وہ حضرت اسماءؓ کے پاس متعدد چیزین ہدیۃً لیکر آئین، چونکہ ایک کافرہ عورت کا ہدیہ مشتبہ تھا اس لیے حضرت اسماءؓ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا، اور حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم سے دریافت کرایا، تو آپ نے اس ہدیہ کو قبول کرنے کی اجازت دی[2]،

عمالِ سلطنت کی آمدنی بعض حیثیتون سے مشتبہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہی کہ زہد پیشہ لوگ سلاطین و امرا کے دربار سے ہمیشہ اپنا دامن بچاتے رہتے ہین، صحابہ کرامؓ کے زمانہ تک اگرچہ عمال و امرا کی مذہبی اور اخلاقی حالت اس زمانہ سے بہت بہتر تھی تاہم جو صحابہ نہایت محتاط تھے وہ اس قسم کی آمدنی سے فائدہ اُٹھانا پسند نہین کرتے تھے حضرت ابوذر غفاریؓ نے دنیا سے الگ ہو کر بادیہ نشینی اختیار کرلی تھی، اس لیے انھون نے تمام عمر اسی زہد و تورع کے ساتھ بسر کی، مرنے لگے تو بی بی نے رو کر کہا کہ "میرے پاس تو تمھارے کفن کیلیے بھی کپڑا نہین ہی" بولے "رو مت مین ایکدن چند لوگون کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر تھا، آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل مین مرے گا، اور اس کے جنازے مین مسلمانون کا ایک گروہ شریک ہوگا، اور لوگ جو اس جماعت مین شریک تھے وہ تو مسلمانون کے درمیان مرچکے صرف مین رہ گیا تھا اور اب جنگل مین مر رہا ہون، تم راہ دیکھو اور انتظار کرو"، بی بی نے کہا "اب تو حاجیون کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا"، بولے "خیر راستہ دیکھو" حسنِ اتفاق سے دفعۃً ایک قافلہ آگیا، اس نے ان کی بی بی سے پوچھا "کیا حال ہے" بولین "ایک مسلمان کو کفناؤ اور ثواب لو"، انھون نے حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام سنا تو تیزی کے

---

[1] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب ما فرق اکل لحم لایدری اذکر اسم اللہ علیہ ام لا [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ،

Marfat.com

ساتھ دوڑے اور کہا "ہمارے ماں باپ ان پر قربان" پاس آئے تو حضرت ابوذرؓ نے کہا "تمھین وہ لوگ ہو جن کی رسول اللہ صلعم نے مجھ کو خبر دی تھی، اگر میرے کپڑے کافی ہوتے تو ان ہی مین سے میرا کفن ہوتا، لیکن اگر تم مین کوئی شخص امیر عریف یا برید ہو تو وہ مجھے کفن نہ دے،، لیکن ان مین ہر شخص ان خدمات کو انجام دے چکا تھا، صرف ایک انصاری نوجوان تھا، جس نے کہا "میرے پاس دو کپڑے ہین جن کو میری ماں نے بُنا ہے" بولے "بس تمھین میرے رفیق ہو، تمھین مجھے کفن پہناؤ"[1]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۶۶

Marfat.com

جامع الابواب

تلاوت قرآن

صحابہ کرامؓ ہمیشہ تلاوتِ قرآن مین مصروف رہتے تھے، اور تلاوت کا طریقہ یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعدد ٹکڑے کر لیے تھے اور بلا ناغہ اس کی تلاوت فرماتے تھے، ایک نووارد صحابی نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ "ایک ٹکڑے مین کتنی سورتین شامل تھین"، بولے "تین، پانچ سات، نو، گیارہ، تیرہ اور اخیر کی تمام چھوٹی چھوٹی سورتین ایک ٹکڑے مین داخل تھین"[1]

رسول اللہ صلعم صحابہ کرام کے اس شوق و شغف کو دیکھتے تو خوش ہوتے، اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ایک بار صحابہ کرام مین عجمی اور بدوی سبھی شامل تھے، تلاوت کر رہے تھے، آپ کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے تو فرمایا "پڑھے جاؤ، سب کا طرز اچھا ہے، اس کے بعد ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن کو تیر کی طرح سیدھا کریگی لیکن اس کا مقصد ثوابِ آخرت نہ ہوگا بلکہ دنیا ہوگی"

اسی طرح ایک روز صحابہ کرامؓ تلاوت کر رہے تھے، آپ نے دیکھا تو فرمایا "خدا کا شکر ہے خدا کی کتاب ایک ہے، اور تم مین گورے، سیاہ، سپید ہر قسم کے لوگ ہین"[2]

رمضان مین یہ شوق اور بھی ترقی کر جاتا تھا، چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس شوق کو دیکھا تو فرمایا کہ "پورے ایک مہینہ مین قرآن ختم کیا کرو"، بولے کہ "مجھ مین اس سے زیادہ کی طاقت ہے" حکم ہوا کہ "بیس دن مین"، گذارش کی کہ "مین اس سے بھی زیادہ طاقت پاتا ہون" فرمایا "پندرہ دن مین" بولے کہ "مجھ مین اس سے بھی زیادہ طاقت ہے"، ارشاد ہوا کہ "دس دن

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب تحزیب القرآن، [2] ایضاً ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب مایجزی الامی والاعجمی من القرآۃ،

Marfat.com

مین" عرض کی کہ "مجھ مین اس سے بھی زیادہ طاقت ہے"، فرمایا "سات دن مین" اور اب اس سے زیادہ کی اجازت نہین[1]،

سخت سی سخت مصیبت مین بھی صحابۂ کرام کے اس شوق مین کوئی فرق نہین آتا تھا، بلکہ اس حالت مین قرآن مجید ہی اُن کے لیے مایۂ تسکین ہوتا تھا، جس وقت حضرت عثمانؓ کی شہادت واقع ہوئی، وہ قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف تھے، چنانچہ اُن کے خون کے قطرے قرآن مجید کی اس آیت پر گرے، فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ،

قرآن مجید کی تلاوت ہم بھی کرتے ہین، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سر کا بوجھ اتار رہے ہین، لیکن بعض صحابہ اس خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے کہ سننے والون پر رقت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، ایک رات حضرت عائشہؓ گھر مین دیر کو آئین، رسول اللہ صلعم نے وجہ پوچھی تو بولین "آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص قرآن پڑھ رہے تھے، مین نے ایسی قرأت کبھی نہین سُنی تھی"، آپ بھی اُن کے ساتھ ہو لیے اور کہا "یہ سالم مولیٰ بن ابی حذیفہ ہین، خدا کا شکر ہے کہ میری امت مین ایسے لوگ موجود ہین"

حضرت عبداللہ بن قیسؓ نہایت خوش الحان تھے، ایک روز وہ قرآن پڑھ رہے تھے، آپ نے سنا تو پوچھا کون ہے؟ لوگون نے نام بتایا تو فرمایا "ان کو نغمہ داؤدی عطا کیا گیا ہے"[2]

حضرت ابو عثمانؓ ہندی کا بیان ہے کہ "مین نے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے لیکن مین نے چنگ، بربط کی آواز کو بھی ابو موسیٰ اشعریؓ کی خوش الحانی سے بہتر نہین پایا، وہ ہم کو نماز فجر پڑھاتے تھے تو جی چاہتا تھا کہ پوری سورہ بقرہ پڑھ ڈالتے"[3]

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ ابواب شہر رمضان باب کم یقرأ القرآن [2] استیعاب تذکرہ عثمان بن عفانؓ،

[3] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن [3] استیعاب تذکرہ عبدالرحمٰن بن مل،

Marfat.com

وہ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوتے تو فرماتے کہ "ہم کو خدا کا شوق دلاؤ"، وہ قرأت شروع کرتے اور حضرت عمرؓ نہایت محویت سے سنتے، ایک بار اسی حالت مین کسی نے کہا کہ "نماز کا وقت آگیا"، بولے کیا یہ نماز نہین ہی"؟ وہ قرآن پڑھتے تو ازواج مطہرات نہایت شوق سے سُنتین، ایک دن اُن کو معلوم ہوا تو بولے کہ "اگر مجھے خبر ہوتی تو تم لوگون کو اور بھی شوق دلاتا"[1]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہی کی خصوصیت نہین بلکہ خوش الحانی ان کے تمام قبیلہ کا وصف امتیازی تھی، رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ رات کو جب قبیلہ اشعری کے لوگ آتے ہین تو مین انکی قرآن خوانی ہی سے اُن کے جاے قیام کو پہچان لیتا ہون[2]،

حضرت عبدالرحمن بن سائبؓ بھی نہایت خوش الحان تھے، خود ان کا بیان ہی کہ "ایک دن میرے پاس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آئے اور کہا کہ "مین نے سنا ہی کہ تم قرآن نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے ہو، مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ قرآن غم کیلیے نازل ہوا ہے، اس لیے جب پڑھو تو روؤ، اگر نہین روتے تو رونی صورت بناؤ اور اسکو خوش الحانی کے ساتھ پڑھو[3]"

صحابہ کرامؓ تلاوت کی حالت مین قرآن مجید کے ادب و احترام کا نہایت لحاظ رکھتے تھے، حضرت مصعب بن سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ "مین ہاتھ مین قرآن مجید لیے ہوے تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تلاوت فرما رہے تھے، مین نے بدن کھجلایا، تو حضرت سعدؓ نے فرمایا شاید تم نے اپنے شرمگاہ کا مس کیا"؛ مین نے کہا "ہان" بولے جاؤ وضو کرکے آؤ[4]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ تلاوت فرماتے تھے تو جب تک فارغ نہ ہو جاتے کسی سے بات چیت

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ [2] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین [3] ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن [4] موطائے امام مالک کتاب الصلوٰۃ باب الوضو من مس الفرج،

Marfat.com

نہین کرتے تھے[1]،

حفظ قرآن قرآن مجید کی متفرق سورتین اگرچہ تقریباً تمام صحابہؓ کو یاد تھین لیکن ان مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوایوبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ ابن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوزیدؓ، حضرت سالمؓ، حضرت ابوالدرداءؓ نے خود رسول اللہ صلعم کی زندگی ہی مین پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خود بھی اس پر نہایت فخر تھا ایک بار انھون نے ایک خطبے مین فخریہ لہجے مین فرمایا کہ "مین نے خود رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے کچھ اوپر ستر آیتین یاد کی ہین تمام اصحاب رسول اللہ جانتے ہین کہ مین ان مین سب سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم ہون"[2]، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہی کہ اس سے لازم نہین آتا کہ اس زمانے مین اور صحابہ حافظ قرآن نہ تھے، بلکہ اور حفاظ کی تعداد اُن سے بہت زیادہ تھی، چنانچہ غزوۂ بیر معونہ مین جو ستر صحابہ شہید ہوے سب کے سب قرا کہے جاتے تھے[3]،

حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابی اقرانا ہم مین قرآن کے سب سے زیادہ قاری ابی ہین[4]، اسی بنا پر جب نماز تراویح باجماعت قائم کی تو حضرت ابی ابن کعبؓ کو امام بنایا[5]، اور اسی فضیلت کی بنا پر حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوزیدؓ پر ان کے قبیلۂ خزرج کو بڑا ناز تھا، ایک بار قبیلۂ اوس و خزرج مین مفاخرت ہوئی تو اوس نے کہا کہ "ہم مین حنظلہ بن عامرؓ ہین جن کو فرشتون نے غسل دیا تھا ہم مین عاصم بن ثابتؓ ہین جن کے جسم کو بھڑون نے کفار کی دست برد سے محفوظ رکھا تھا ہم مین سعد بن معاذؓ ہین جن کی موت پر عرش الٰہی ہل گیا تھا، ہم مین خزیمہ بن ثابتؓ ہین جنکی

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا الم ترا ان اللہ علی کل شیء قدیر [2] بخاری کتاب ادب فضائل القرآن باب القراءت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [3] فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۴۲ [4] بخاری کتاب ایواب فضائل القرآن باب القرآن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [5] بخاری باب فضل من قام رمضان۔

Marfat.com

شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہادتوں کے برابر قرار دیا، خزیمہ بولے "ہم میں چار شخص ہیں جنھوں نے خود عہد نبوت میں قرآن یاد کر لیا تھا، پھر ان بزرگوں کے نام لئے،[1]

ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے صحابہ تھے جن کو قرآن مجید ازبر یاد تھا، ان میں حضرت مجمع[2] بن جاریہ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کے نام ہم کو معلوم ہیں[3] لیکن جن کے نام معلوم نہیں ان کی تعداد[4] ان سے بھی زیادہ ہے جنگ یمامہ میں بکثرت حفاظ شریک ہوئے تھے، چنانچہ ان ہی لوگوں کے شہید ہونے پر حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کا خیال پیدا ہوا، اور انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس پر آمادہ کیا[5]،

ان لوگوں کی نسبت حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں :-

ان کثیرا ممن قتل فی وقعۃ	جو لوگ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان میں
الیمامۃ کان قد حفظ القرآن	اکثر ان نے قرآن کو حفظ کر لیا تھا،

تسبیح و تہلیل تسبیح و تہلیل پاک مذہبی زندگی کی مخصوص علامت ہے اس لیئے صحابہ کرام اکثر تسبیح و تہلیل کیا کرتے تھے، جب جہاد میں مدام نہ ہوتے تو تمام پہاڑیاں ان کے غلغلۂ تسبیح و تہلیل سے گونج اٹھتی تھیں، اس وقت اگرچہ عقیق و کہربا کی تسبیح موجود نہ تھی تاہم سنگریزے اور کھجور کی گٹھلیوں کی کمی نہ تھی، جن صحابہ نے خاص طور پر تسبیح و تہلیل کا التزام کر لیا تھا، ان ہی سے تسبیح کا کام لیتے تھے، ایک بار آپ نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح پڑھ رہی ہیں فرمایا "میں اس سے آسان تدبیر بتاتا ہوں"، اس کے بعد ایک دعا بتا دی[6]،

حضرت ابوہریرہؓ ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، اس غرض سے ایک تھیلی

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابوزیدؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت مجمع بن جاریہؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قیس بن سکنؓ، [4] بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن، [5] ابوداؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب التسبیح بالحصی،

Marfat.com

بنا رکھی تھی جس میں کنکریاں یا گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے، جب تھیلی خالی ہو جاتی تو وہ لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر دیتی۔[1]

ذکر الٰہی ذکر الٰہی صحابہ کرامؓ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ کے اس وصف کو نمایاں کیا ہے۔ واذکروا اللہ کثیرا۔ واذاکرات ایک دن حضرت امیر معاویہؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ لوگوں کا حلقہ ذکر قائم ہے، پوچھا کون بیٹھے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ "ذکر الٰہی کرتے ہیں" پھر فرمایا کہ "صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟" جواب ملا "ہاں صرف اس لیے" فرمایا "ایک بار اسی طرح رسول اللہ صلعم نے صحابہ کا حلقہ ذکر دیکھا تو اسی طرح سوال کیا، اور جواب ملنے پر فرمایا کہ "میرے پاس جبرئیل آئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے"[2]

صحابہ کرامؓ جب نماز سے فارغ ہوتے تو نہایت بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے۔ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، کہ جب میں یہ غل سنتا تو مجھ جاتا کہ صحابہ نماز پڑھ کر واپس آتے ہیں۔[3]

خوف قیامت صحابہ کرامؓ کے دل میں قیامت کا خوف اس قدر سمایا تھا کہ اسکے ذکر سے ہر وقت کانپتے رہتے تھے، ایک بار زلزلہ آیا، ایک صاحب حضرت انس ابن مالکؓ سے پوچھا کہ کیا عہد نبوت میں بھی ایسا ہوتا تھا؟ بولے معاذ اللہ اگر ایسی چیز ہو جاتی تو ہم سب قیامت کے ڈر سے مسجد کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔[4]

یہ خوف قیامت ہی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ پر دنیا کی محبت کے دل سے رفتہ رفتہ طاری ہو جاتی تھی، بیہوش ہو ہو جاتے تھے، اگر کسی کے پاس دنیا کا سامان میں وراثت کے

---

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من الزحام فی المسجد یوم الجمعۃ و ترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول عند طلوع الفجر [2] مالہم من افضل و مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر [3] مسلم کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ [4] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ عند الظلمۃ

Marfat.com

متعلق نزاع پیدا ہوئی، گواہ کسی کے پاس نہ تھا، دونون صاحب رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا "مین ایک آدمی ہون، ممکن ہی کہ تم مین کوئی نہایت چرب زبان اور طرار ہو، اور مین اس کے موافق فیصلہ کردون، لیکن اگر یہ اس کا حق نہین ہی تو اُس کو یقین کرنا چاہیے کہ مین نے اس کے گلے مین آگ کا ایک طوق لٹکا دیا ہے"، دونون بزرگ آخرت کے خوف سے رونے لگے، اور ہر ایک نے اپنا حق دوسرے کو دینا چاہا[1]

جب یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا الناس اتقوا ربکم ان	لوگو اپنے خدا سے ڈرو کیونکہ قیامت کا
زلزلۃ الساعۃ شئ عظیم	زلزلہ ایک بڑی مصیبت ہوگی،

تو آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کرکے فرمایا "جانتے ہو یہ کون سا دن ہی؟ یہ وہ دن ہی جب خدا آدم سے کہے گا کہ "آگ کی فوج بھیجو" وہ کہین گے، خداوندا آگ کی فوج کون ہی؟ خدا کہے گا، ہزار مین نو سو ننانوے جہنم مین جھونکے جائین گے اور جنت مین صرف ایک" تمام صحابہ یہ سُنکر بے اختیار رو پڑے[2]،

ایک بار شفیا الاصبحی مدینہ مین آئے، دیکھا کہ ایک بزرگ کے سامنے بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون بزرگ ہین؟ لوگون نے کہا "ابوہریرہؓ"، پاس آئے اور جب لوگ ہٹ گئے تو کہا کہ "رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث بیان فرمائیے" فرمایا "بیان کرتا ہون" یہ کہکر چیخے اور بیہوش ہوگئے، افاقہ ہوا تو کہا "ایک حدیث بیان کرتا ہون جو اس گھر مین آپ نے مجھی سے بیان فرمائی تھی" پھر چلائے اور غشی طاری ہوگئی، ہوش آیا تو منہ پونچھا اور پھر یہی الفاظ فرمائے، پھر چلائے اور زمین پر گرنے لگے، شفیا نے فوراً تھام لیا، ہوش آیا تو فرمایا کہ "قیامت کے دن خدا بندون کے

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ باب فی قضاء القاضی اذا اخطا [2] ترمذی ابواب تفسیر القرآن تفسیر سورۂ حج،

Marfat.com

فیصلہ کیلئے اُترے گا، تو پہلے تین شخص طلب کیے جائیں گے، ایک قاری، ایک دولتمند، ایک مجاہد خدا قاری سے پوچھے گا، کیا ہم نے تجھ قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ اس پر تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ "میں نے رات دن اس کی تلاوت کی"، خدا کہے گا "جھوٹ بکتے ہو، تم نے یہ سب اس لیے کیا ہے کہ لوگ تم کو قاری کا خطاب دیں" دولتمند سے سوال ہوگا تو وہ کہے گا کہ "میں نے صلہ رحمی کی، اور صدقہ دیا"، خدا کہے گا "یہ جھوٹ ہے، تم نے یہ سب کچھ صرف اس لیے کیا کہ لوگ تم کو فیاض کہیں" مجاہد سے پوچھا جائیگا تو وہ کہے گا کہ تو نے مجھ کو جہاد کا حکم دیا میں لڑا اور شہید ہوا، خدا فرمائیگا "یہ تو غلط ہے تمہارا صرف یہ مقصد تھا کہ لوگ تمکو بہادر کہیں"، یہ بیان کرکے رسول اللہ صلعم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ "سب سے پہلے ان ہی پر جہنم کی آگ بھڑکے گی"۔ شفیانے مدینہ سے آکر حضرت امیر معاویہؓ سے یہ حدیث بیان کی تو وہ روتے روتے قریب بہ ہلاکت ہو گئے۔

صحابہ کرام کو ہر قسم کی دنیوی تکلیفیں قبول تھیں، دنیوی مال و متاع کا قربان کر دینا منظور تھا، لیکن عذاب اخروی گوارا نہ تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی عیادت کی، دیکھا کہ سوکھ کے کانٹا ہو گئے ہیں، فرمایا "کیا تم صحت کی دعا نہیں کرتے تھے"، بولے "میں دعا کرتا تھا کہ اے خدا اگر تو مجھے عذاب اخروی دینا چاہتا ہے تو دنیا ہی میں دیدے"[۲]

جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں، آپ نے رسول اللہ صلعم کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی ہو گئے، پھر ابوبکرؓ کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور وہ آپ سے راضی گئے، پھر اُن کے اصحاب کی حسن رفاقت کا حق ادا کیا، اور اگر آپ اُن کو داغ جدائی دے کر گئے تو وہ آپ سے راضی رہیں گے"۔ بولے رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کی حسن رفاقت اور ان کی رضامندی تو ایک احسان الٰہی تھا۔

---

[۱] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ [۲] ترمذی ابواب الدعوات باب اجاء فی عقد التسبیح بالید

Marfat.com

یہ گھبراہٹ صرف تمھارے اور تمھارے اصحاب کے لیے ہے، خدا کی قسم اگر زمین کی سطح پر سونا بکھیر دیا جائے تو میں اس کو دیکر عذاب الٰہی سے بچنے کو ترجیح دونگا[1]، شدت خوف قیامت سے ان کو یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگر جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب دوزخ سے تو بچ جائیں، ایک بار انھوں نے ایک صحابی سے کہا "تمھیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا اور بہت سے نیک کام کئے ان سب کا ثواب تو ہم کو مل جائے، لیکن آپ کے بعد ہم نے جو نیک کام کیے، تو اس کے بدلے میں صرف دوزخ سے بچ جائیں، اور عذاب و ثواب برابر سرابر ہو جائیں"؟ بولے خدا کی قسم نہیں، ہم نے آپکے بعد بھی جہاد کیا، روزہ رکھا، نماز پڑھی، بہت سے نیک کام کئے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے، ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذاب سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر سرابر ہو جائے"[2]

خوف عذاب قبر قبر سفر آخرت کی پہلی منزل ہے، اس لیے صحابہ کرامؓ اس منزل کو نہایت کٹھن سمجھتے تھے، اور اس کے دشوار گزار اور پرخطر راستوں سے ہمیشہ لرزتے رہتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلعم نے قبر کی آزمایش اور امتحان پر خطبہ دیا تو صحابہ کرام چیخ اٹھے[3]، حضرت عمرو ابن العاصؓ کا انتقال ہونے لگا، تو وصیت کی کہ مجھ کو دفن کرنا تو تھوڑی سی خاک ڈالنا، پھر قبر کے پاس اتنی دیر تک کھڑے رہنا کہ اونٹ ذبح کر دیئے جائیں، اور ان کا گوشت تقسیم ہو جائے تاکہ تمھارے ساتھ انس قائم رہے اور اتنی دیر میں خدا کے تمام فرشتوں (منکر نکیر) کا جواب سوچ لوں[4]"

---

[1] بخاری کتاب المناقب فضائل عمرؓ، [2] بخاری باب ایام الجاہلیۃ، [3] نسائی کتاب الجنائز باب التعوذ من عذاب القبر، [4] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والہجرۃ،

Marfat.com

گریہ و بکا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دلوں کو موم کی طرح نرم و گداز کر دیا تھا، اس لیے جب رسول اللہ صلعم کے خطبات و مواعظ سنتے، قرآن مجید پڑھتے، یا خشیتِ الٰہی کا موقع آتا تو ان پر رقت طاری ہو جاتی، اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑتے،

ایک بار آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت" تمام صحابہؓ بے اختیار منہ ڈھانک ڈھانک کر رونے لگے[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "اگر کسی کے دل میں رائی برابر بھی غرور ہوگا تو وہ مرنے کے بعد دوزخ میں داخل ہوگا" حضرت عبداللہ بن قیس انصاریؓ یہ سن کر رو پڑے آپ نے فرمایا "کیوں روتے ہو؟" بولے "آپ کا ارشاد سن کر" فرمایا "تمھیں خوشخبری ہو کہ تم جنتی ہو"[2]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب قرآن مجید کی یہ آیت

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم	کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ابھی
لذکر اللہ	وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل
	گداز ہوں۔

پڑھتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے، اور دیر تک روتے رہتے تھے[3]

ایک بار انھوں نے حضرت عمیرؓ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا،

فکیف اذا جئنا من کل	اس وقت ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جب
امۃ بشھید	ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے،

تو اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہو گئے[4]

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن قیس انصاری [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

Marfat.com

حضرت سہیل بن عمروؓ جب قرآن پڑھتے تھے تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا تھا[1]،

تمام صحابہؓ مین حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب تھے، وہ قرآن مجید پڑھتے تھے، تو ان پر اس قدر اثر پڑتا تھا کہ بے اختیار رونے لگتے تھے[2]،

ایک بار حضرت عکرمہؓ نے حضرت اسماءؓ سے پوچھا کہ "صحابہؓ پر خوفِ الٰہی سے کبھی غشی بھی طاری ہوتی تھی"؟ بولین "نہین وہ صرف روتے تھے"[3]،

الحب فی اللہ اسلام ایک رشتۂ اتحاد تھا، جو صحابۂ کرام کو دور دور سے کھینچ کر لاتا تھا، اور ایک دائمی محبت کے سلسلہ مین منسلک کر دیتا تھا، مہاجرین و انصار دونون کا خاندان الگ تھا، سلسلۂ نسب الگ تھا، طرزِ معاشرت الگ تھا، لیکن یہ صرف اسلام کا تعلق تھا جس نے دونون کو اس قدر متحد کر دیا کہ دونون بھائی بھائی ہو گئے، اور مال مین جائداد مین وراثت مین ایک دوسرے کے شریک ہو گئے، اسی کا نام حب فی اللہ ہی اور صحابۂ کرام کا ہر فرد اسی محبت کے نشہ مین چور تھا، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا کہ "میرے دو بھائی تھے اور مین ایک سے صرف خدا اور رسول کے لیے محبت اور دوسرے سے صرف خدا اور خدا کے رسول کے لیے بغض رکھتا تھا"[4]،

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہی کہ "ایک صحابی نے پیچھے سے میرا شانہ پکڑ کر کہا کہ "مین تم سے محبت رکھتا ہون" انھون نے کہا کہ "جس ذات (خدا) کے لیے تم مجھ سے محبت رکھتے ہو مین بھی اسی ذات کے لیے تم سے محبت رکھتا ہون"[5]،

یہ حب فی اللہ ہی کا نتیجہ تھا، کہ جو لوگ کوئی نیک کام کرتے تھے، صحابۂ کرامؓ کو ان سے محبت ہو جاتی تھی، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذکر ہوا تو بولے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ، [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المسجد یکون فی الطریق من غیر ضرر بالناس [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت اسماءؓ [4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت خالد الاحدب حارثیؓ [5] ادب المفرد باب اذا احب الرجل اخاہ فلیعلمہ،

Marfat.com

"تم نے ایسے شخص کا ذکر کیا کہ جب سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے سیکھو اور ان مین سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا، اسی دن سے مین برابر اُن کو محبوب رکھتا ہون"

ایک بار قبیلۂ بنو تمیم کا صدقہ آیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "یہ میری قوم کا صدقہ ہی، اور یہ لوگ دجال کے مقابلہ مین سب سے قوی تر ہین"، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہی کہ "عرب کے قبائل مین کوئی قبیلہ مجھے اس قبیلہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا لیکن جب سے مینے رسول اللہ صلعم سے اس کی نسبت یہ کلمات سُنے وہ مجھے محبوب ہوگیا"[1]

البغض فی اللہ | صحابۂ کرام ہمہ تن محبت تھے، اس لیے ان کے نزدیک بغض سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہ تھی، تاہم خدا کے عشق مین اُنھون نے دوسرون کی محبت کو بھلا دیا تھا، وہ اگر محبت کرتے تھے تو خدا ہی کے لیے اور بغض رکھتے تھے تو خدا ہی کے لیے،

بیٹا ہر شخص کو محبوب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ خدا سے محبت نہین رکھتا تو اس سے کوئی عاشق خدا محبت نہین رکھ سکتا، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اسلام نہین لاتے تھے، اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے قسم کھالی تھی کہ ان کو وراثت نہ دین گے،

نبی سب کو محبوب ہو لیکن خدا اور رسول کی محبت نے صحابہ کے لیے ایسی محبوب چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا، ایک صحابی کی بی بی (ام ولد) رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہا کرتی تھی، وہ اس کو بارہا سختی کے ساتھ منع کرتے تھے، لیکن وہ اس حرکت سے باز نہین آتی تھی، اس لیے کے ساتھ انکے تعلقات جس قسم کے تھے ان کو خود انھون نے اس طرح بیان کیا ہے:-

فی منھا ابنتان مثل اللؤلؤتین — اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے،

وکانت بی رفیقۃ، — اور وہ میری ہمدم تھی،

[1] مسند احمد حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۱۵، [2] ایضاً صفحہ ۴۵۰، [3] سنن ابوداؤد کتاب الفرائض باب فسخ میراث اھل الذمۃ اذا اسلموا فی الدار الحرب،

Marfat.com

لیکن ایک بار رات کو وہ رسول اللہ صلعم کو بُرا بھلا کہہ رہی تھی، انھوں نے سن لیا، اور رفتہ رفتہ تمام تعلقات کو بھول گئے، کلہاڑی اُٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کردیا،[1]

حضرت ابن مکتومؓ ایک یہودیہ کے مہمان ہوئے، وہ اگرچہ ان کی خاطر مدارات کرتی تھی لیکن خدا اور خدا کے رسول کو بُرا بھلا کہتی تھی، اس لیے اُنھوں نے اس کو قتل کرڈالا،[2]

اعزہ و احباب سے کس کو محبت نہیں ہوتی، لیکن صحابۂ کرام نے خدا کیلیے ان سب کی محبت کو خیرباد کہدیا تھا، اسیران بدر گرفتار ہوکر آئے، اور رسول اللہ صلعم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ لیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے فدیہ لیکر رہا کرنے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ "ہم کو ان سب کی گردن مارنے کا اختیار عطا فرمائیے، علی عقیل کی اور میں اپنے ایک عزیز کی گردن اُڑادوں کیونکہ یہ لوگ ائمۃ الکفر ہیں"[3]

مقامات مقدسہ کی زیارت | خانۂ کعبہ کی طرح صحابۂ کرامؓ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی غیر معمولی اندوز ہوتے تھے،

ایک بار ایک خاتون بیمار ہوئیں اور نذر مانی کہ اگر خدا شفا دیگا تو بیت المقدس میں جاکر نماز پڑھوں گی، صحت یاب ہوئیں تو سامان سفر کیا، رخصت ہونے کے لیے حضرت میمونہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انھوں نے کہا "مسجد نبویؐ ہی میں نماز پڑھ لو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میری مسجد کی ایک نماز خانہ کعبہ کی مسجد کے سوا دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے"[4]

حضرت ابوجحیفہ انصاریؓ بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کے لیے آئے، نماز ادا کرکے چلنے لگے تو لوگ پیچھے آئے، بولے "جو پڑھا حق ہے، اس کے بدلے میں ایک حدیث

---

[1] ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبیؐ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن مکتومؓ [3] مسلم کتاب الجہاد باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر واباحۃ الغنائم، [4] مسلم کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینہ ومکہ،

Marfat.com

بیان کرتا ہوں[1]"

کوہ طور تجلی گاہِ نورِ الٰہی تھا، اس لیے حضرت ابوہریرہؓ وہاں گئے اور اس پر نماز پڑھی، پلٹے تو حضرت ابوبصرہؓ سے ملاقات ہوگئی، اُنھوں نے کہا کہ "اگر میں پہلے ملا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسجد نبوی، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا سفر حال نہیں کیا جا سکتا[2]"

رسول اللہ صلعم ہر سنیچر کو معمولاً قبا میں تشریف لیجایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی التزام کر لیا تھا[3]، ایک دن حضرت عبداللہ بن قیس بن مخرمہؓ مسجد قبا کے پاس سے خچر پر سوار ہو کر نکلے، دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیادہ جا رہے ہیں خچر سے اتر کر کہا کہ "چچا جان، اس پر سوار ہو لیجئے"، بولے "اگر سواری درکار ہوتی تو لے سکتا تھا لیکن رسول اللہ صلعم اس مسجد میں پاپیادہ آکر نماز پڑھا کرتے تھے، اس لیے میں بھی پاپیادہ آنا پسند کرتا ہوں[4]"

ایک صحابیہ نے مسجد قبا تک پاپیادہ جانے کی نذر مانی تھی، ابھی نذر پوری کرنے بھی نہ پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں[5]"

فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں جسمانی تکلیفیں اُٹھانا

ہم کو ہر قسم کی آسانیاں حاصل ہیں، تاہم مذہبی فرائض و اعمال ادا نہیں کرتے، لیکن صحابہ کرام ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرتے تھے اور فرائض اسلام کو بخوشی ادا کرتے تھے، حضرت علیؓ کو اکثر ذات الجنب کے قطرے آجایا کرتے تھے، اس لیے وہ عموماً نہاتے رہتے تھے، جب بار بار کے نہانے سے اُن کی پیٹھ پھٹ گئی تو اُنھوں نے

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت ابوجمعہ انصاریؓ [2] مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۹۱، مسند ابوبصرہ غفاریؓ [3] مسلم کتاب الحج باب فضل مسجد قبا، [4] مسند بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۹، [5] موطا امام محمد کتاب الایمان والنذور باب اجل یکون علی المشی الی بیت اللہ

Marfat.com

رسول اللہ صلعم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "اس کے لیے وضو کافی ہے"[1]

رسول اللہ صلعم ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو دھوپ کی شدت سے زمین اس قدر گرم رہتی تھی کہ بعض صحابہ مٹھی مین کنکریان اٹھاکر اس کو ٹھنڈا کرتے تھے، پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرتے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہین کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الظہر بالھاجرۃ ولم یکن یصلی صلوۃ اشد علی اصحاب رسول اللہ صلعم منھا[3]	رسول اللہ صلعم ٹھیک دوپہر کے وقت ظہر پڑھتے تھے، اور آپ کی کوئی نماز صحابہ پر ظہر سے زیادہ شاق اور سخت نہ تھی،

ایک بار سورج گہن لگا، تو رسول اللہ صلعم نے نماز کسوف پڑھائی اور قیام وقعود اور رکوع وسجود مین اس قدر دیر لگائی کہ بہت سے صحابہ بے ہوش ہوگئے، اور ان پر پانی کی مشکین ڈھالی گئین[4]،

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو مٹا دیا، تاہم ذوق عبادت مین حضرت حمنہ بنت جحشؓ برابر مصروف نماز رہتی تھین، اور جب تھک جاتی تھین تو مسجد کے دونون ستونون مین ایک رسی باندھ رکھی تھی، اس سے لٹک جاتی تھین، تاکہ نیند نہ آنے پائے، رسول اللہ صلعم نے اس رسی کو دیکھا تو فرمایا "ان کو صرف اسی قدر نماز پڑھنی چاہیئے جو ان کی طاقت مین ہو، اگر تھک جائین تو بیٹھ جانا چاہیئے" چنانچہ وہ رسی کھلوا کر پھنکوا دی[5]،

شوق حصول ثواب صحابہ کرام کے تمام اعمال کا محور صرف ثواب آخرت تھا، اسی کے لیے وہ طرح طرح کی تکلیفین اٹھاتے تھے، اور اسی پر انھون نے اپنے تمام عیش وآرام کو قربان کر دیا تھا،

---

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الذی ... [2] ایضاً کتاب الصلوۃ باب فی وقت صلوۃ الظہر ... [3] ایضاً کتاب الصلوۃ باب فی وقت العصر ... [4] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب صلوۃ الکسوف ... [5] ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب التطوع وتفریعہا رکعات السنۃ باب التعاس فی الصلوۃ،

Marfat.com

ایک صحابی کا گھر مسجد سے بہت دور تھا، لیکن ان کی کوئی جماعت قضا نہین ہوتی تھی ایک صحابی نے ان سے کہا کہ "کاش آپ ایک گدھا خرید لیتے جس پر دن کی دھوپ اور رات کی اندھیری مین سوار ہوکر شریک نماز ہوتے" انھون نے جواب دیا کہ "مین مرے سے یہی نہین پسند کرتا کہ میرا گھر مسجد کے پہلو مین ہو" رسول اللہ صلعم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے وجہ پوچھی، بولے کہ "میرا مقصد یہ ہی کہ میری طویل آمد و رفت مین اجر حسنات ہو" آپ نے یہ سن کر فرمایا "خدا نے تم کو یہ سب دیدیا"[1]

آپ نے فرمایا تھا کہ "مسجد کی طرف جو قدم اٹھتا ہے، اس پر ثواب ملتا ہی" اس لیے صحابۂ کرام نماز کو آتے تھے تو قدم قریب قریب رکھتے تھے کہ نقش قدم کی تعداد بڑھ جائے اور اس پر ثواب ملے[2]

حضرت مالک بن عبداللہؓ نے حضرت حبیب بن مسلمہؓ کو دیکھا کہ گھوڑا ساتھ ہے اور خود پا پیادہ جا رہے ہین، بولے "جب خدا نے سواری دی ہی تو سوار کیون نہین ہو لیتے؟" بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ خدا کی راہ مین جس شخص کے پاؤن غبار آلود ہو جائین، خدا اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے[3]، یعنی پیدل اس لیے چلتا ہون کہ پاؤن مین مٹی لگ جائے تاکہ اس بشارت سے مجھ کو بھی حصہ ملے"

ایک روز حضرت جابرؓ سخت دھوپ مین پا پیادہ اپنے خچر کو ہانکتے ہوئے جا رہے تھے، راستہ مین فوج سے ملاقات ہو گئی، تو اس کے سپہ سالار نے کہا "خدا نے آپ کو سواری دی ہے، پھر سوار کیون نہین ہو لیتے؟" بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس شخص کے پاؤن خدا کی راہ مین غبار آلود ہو جائین، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ یہ سن کر

---

[1] ابوداؤد باب ما جاء فی فضل المشی الی الصلوٰۃ [2] نسائی کتاب الامامۃ باب ما یرجی من ثواب الصلوٰۃ حیث یقدی من مسند دارمی فی فضل الغبار فی سبیل اللہ

Marfat.com

تمام فوج گھوڑے سے اُتر گئی[1]،

پابندی نذر و قسم

ہم لوگ ہر وقت قسمین کھایا کرتے ہین اور ہم کو محسوس نہین ہوتا کہ یہ کس قدر ذمہ داری کا کام ہی، لیکن صحابۂ کرام بہت کم قسم کھاتے تھے، اور جس بات پر قسم کھا لیتے تھے اس کو پورا کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوگئین اور قسم کھالی کہ اب اُن سے کبھی بات چیت نہ کرین گی، لیکن جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دوسرے صحابہ کی سفارش پہنچائی تو رو کر کہنے لگین،

انی نذرت والنذر شدید — مین نے نذر مان لی ہی اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہی،

بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کر دیا، اور کفارۂ قسم مین ۴۰ غلام آزاد کیے[2]،

حضرت عمرؓ خلافت کے کاروبار مین مشغول رہتے تھے، اس لیئے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ اگر وہ کوئی قسم کھالین اور مصروفیت کی وجہ سے اس کو پورا نہ کر سکین تو وہ انکی طرف سے کفارے مین دس فقیر کو پانچ صاع گیہون دیدے[3]، یعنی ہر فقیر کو نصف صاع،

حضرت کردمؓ نے کوہ یوانہ پر پچاس بکریون کے ذبح کرنے کی نذر مانی تھی، رسول اللہ صلعم سے اس کے ایفاء کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کہ "وہان کوئی بُت تو نصب نہین ہے"، بولے "نہین"، اب آپ نے نذر پورا کرنے کی اجازت دیدی، اُنھون نے بکریان جمع کین اور اُن کو ذبح کرنے لگے، سو اتفاق سے ایک بکری بھاگ گئی، وہ اُس کی جستجو مین نکلے تو یہ کہتے جاتے تھے کہ "خداوندا میری نذر پوری کر"، چنانچہ جب اس بکری کو پکڑ کر ذبح کر لیا، تو ان کو تسکین ہوئی[4]،

---

[1] مسند ابوداؤد طیالسی صفحہ ۲۴۴، الافراد عن جابر، [2] بخاری کتاب الایمان باب النذر فیما لا یملک و نذر المکرہ، [3] موطائے امام محمد کتاب الایمان والنذور باب ما یجزی فی کفارۃ الیمین، [4] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت میمونہ بنت کردمؓ

Marfat.com

اسلام نے اگرچہ رہبانیت کو ناجائز قرار دیا تھا، تاہم بعض صحابہ ناواقفیت کی وجہ سے نہایت تکلیف دہ نذریں مانتے تھے، اور اُن کو پورا کرتے تھے، ایک بوڑھے صحابی نے پاپیادہ حج کرنے کی نذر مانی اور اُس کو پورا کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُن کو منع فرمایا، ایک اور صحابیہ نے بھی اسی قسم کی نذر مانی لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کی اجازت نہیں دی[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے ہیں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے یہ نذر مانی ہے کہ نہ بیٹھیں گے نہ سایے میں کھڑے ہوں گے، نہ کسی سے بولیں گے اور روزہ رکھیں گے، آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ یہ سب چھوڑ دیں اور صرف روزے کو پورا کریں[2]

---

[1] بخاری کتاب الحج باب من نذر المشی الی الکعبۃ۔ [2] بخاری کتاب النذر باب النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ،

Marfat.com

تجلیل الرسول

برکت اندوزی

صحابۂ کرام مختلف طریقون سے رسول اللہ صلعم کی ذات سے برکت اندوز ہوتے رہتے رہتے، مثلاً بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ کی خدمت مین حاضر کرتے، آپ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اپنے مُنہ مین کھجور ڈال کے اُس کے مُنہ مین ڈالتے، اور اس کے لیے برکت کی دعا فرماتے، حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہین کہ مین بیمار پڑا تو میری خالہ مجھ کو آپ کی خدمت مین لے گئین، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعاے برکت کی، اُس کے بعد آپ نے وضو کیا تو مین نے آپ کے وضو کا پانی پیا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے لڑکا پیدا ہوا تو آپ کی خدمت مین لائے، آپ نے اس کا نام رکھا، اپنے منہ مین کھجور ڈال کے اس کے منہ مین ڈالی، اور اس کو برکت کی دعا دی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ ان کو لیکر آئین اور آپ کی گود مین رکھدیا، آپ نے کھجور منگا کر چبائی اور اس کو اُن کے مُنہ مین ڈالدیا، پھر برکت کی دعا دی، آپ بعض بچون کے مُنہ مین کلی کر دیتے، بعض کے مُنہ مین لعاب دہن ڈالدیتے، اور بعض کی آنکھون پر ہاتھ پھیرتے،

حضرت زہرہ بن معبدؓ ایک صحابی تھے، بچپن ہی مین ان کی والدہ اُن کو آپ کی خدمت مین لائین اور کہا کہ "اس سے بیعت لیجئے" آپ نے فرمایا "ابھی بچہ ہے" یہ کہکر اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعا دی، چنانچہ جب اُن کو لے کر اُن کے والد غلہ خریدنے کے لیے بازار جاتے

مسلم بخاری کتاب الدعوات باب الدعاء للصبیان بالبرکۃ و مسلم کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یق عنہ وتحنیکہ،

Marfat.com

تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ سے ملاقات ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ہم کو بھی شریک کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے تم کو برکت کی دعا دی ہے[1]، حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

وتؤخذ داعی الصحابة	یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
عن احضارا ولادھم ان	رسول اللہ صلعم سے برکت حاصل کرنے
النبی صلے اللہ علیہ وسلم	کے لیے صحابہ کرام کو آپ کی خدمت میں اپنی
لالتماس برکتہ،	اولاد کے حاضر کرنے کا بڑا شوق تھا،

نماز فجر کے بعد صحابہ کرام کے ملازم برتنوں میں پانی لیکر حاضر ہوتے آپ ان میں دست مبارک ڈال دیتے وہ متبرک ہو جاتا[2]،

جب پھل پکتے ہوتے تو پہلا پھل آپ کی خدمت میں پیش کرتے، آپ برکت کی دعا فرماتے اور سب سے چھوٹا بچہ جو موجود ہوتا اس کو دیدیتے[3]، آپ کے وضو کا بچا کھچا پانی صحابہ کے لیے آب حیات تھا جس پر وہ جان دیتے تھے، ایک بار حضرت بلالؓ نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی نکالا تو تمام صحابہ نے اس کو جھپٹ لیا[4]،

ایک دن آپ نے وضو کیا، پانی بچ گیا تو تمام صحابہ نے اسکو لیکر جسم پر مل لیا[5]، ایک بار آپ سر منڈوا رہے تھے صحابہ کرامؓ نے آپ کو گھیر لیا، حجام سر مونڈتا جاتا تھا اور صحابہ اوپر ہی اوپر بالوں کو اچک لینا چاہتے تھے[6]،

---

[1] بخاری کتاب الشرکۃ باب الشرکۃ فی الطعام [2] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی من الناس وتبرکھم بہ،
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب اکل الثمرۃ، ترمذی کتاب الدعوات باب ما یقول اذا دفع الیہ الثمرۃ
[4] بخاری کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس [5] نسائی کتاب الطہارۃ باب الاغتراف بالمغتسل الوضوء
[6] مسلم کتاب الفضائل باب فی قرب النبی علیہ السلام وتبرکھم،

Marfat.com

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ابو محذورہؓ کی پیشانی پر ہاتھ پھیر دیا، اس کے بعد انھوں نے عمر بھر سر کے آگے کے بال کٹوائے، نہ مانگ نکالی، بلکہ اس کو بطور متبرک یادگار کے قائم رکھا،

آپ جب صحابہ کرامؓ کے مکان پر تشریف لاتے تو وہ آپ سے برکت حاصل کرنے کی درخواست کرتے، ایک بار آپ ایک صحابی کے گھر تشریف لائے انھوں نے دعوت کی جب چلنے لگے تو گھوڑے کی باگ پکڑ کر عرض کی کہ "میرے لیے دعا فرمائیے" آپ نے دعائے برکت دعائے مغفرت فرمائی،

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے گھر تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، انھوں نے آہستہ سے جواب دیا، اُن کے صاحبزادے نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کو اذن نہیں دیتے" بولے "چپ رہو مقصد یہ ہے کہ آپ ہم پر بار بار سلام کریں" آپ نے دوبارہ سلام کیا پھر اسی قسم کا جواب ملا، تیسری بار سلام کر کے آپ واپس چلے، تو حضرت سعدؓ پیچھے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ "میں آپ کا سلام سنتا تھا، لیکن جواب اس لیے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں"[1]

محافظتِ یادگارِ رسول صحابہ کرام کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کی اکثر یادگاریں محفوظ تھیں جنکو وہ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اور اُن سے برکت حاصل کرتے تھے، حضرت علی بن حسینؓ کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ السلام کی شہادت کے زمانے میں یزید کے دربار سے پلٹ کر مدینہ میں آئے تو حضرت مسور بن مخرمہؓ ملے، اور مجھ سے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کی تلوار مجھے دیدو ایسا نہو کہ یہ لوگ اس کو چھین لیں، خدا کی قسم اگر تم نے مجھے یہ تلوار دیدی تو

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف الاذان [2] ایضاً کتاب الاشربہ فی الانتباذ فی الشراب [3] ایضاً کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان

Marfat.com

جب تک جسم مین جان باقی ہے کوئی شخص اسکی طرف ہاتھ نہین بڑھا سکتا،[1]

حضرت عائشہؓ کے پاس آپ کا ایک جبہ محفوظ تھا، جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت اسماءؓ نے اس کو لے لیا اور محفوظ رکھا، چنانچہ جب ان کے خاندان مین کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو شفا حاصل کرنے کے لیے دھوکر اس کا پانی پلاتی تھین،[2]

بہت سے صحابہ ان یادگارون کو زادِ آخرت سمجھتے تھے، اور ان کو بعد مرگ بھی اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہین کرتے تھے، جب آپ حضرت انسؓ کے گھر تشریف لاتے تھے تو انکی والدہ آپ کے پسینہ کو ایک شیشی مین بھر کر اپنی خوشبو مین ملا دیتی تھین، چنانچہ جب حضرت انسؓ نے انتقال کیا تو وصیت کی کہ یہ خوشبو اُن کے حنوط مین شامل کیجائے، اس روایت مین یہ بھی ہے کہ وہ آپ کے بال کو بھی شیشی مین بھر لیتی تھین، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح مین جہاں تک اس کو ایک بے جوڑ چیز سمجھا ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض لوگون کے نزدیک اس سے وہ بال مراد ہین جو کنگھی کرنے مین آپ کے سر سے جھڑ جاتے تھے،

پھر حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب منیٰ مین اپنے بال منڈوائے تو حضرت ابوطلحہؓ نے آپ کے بال لے لئے، اور اُن کو حضرت انسؓ کی والدہ کے حوالے کیا، جن کو اُنھون نے اپنی خوشبو مین شامل کرلیا، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس خوشبو مین یہ بال شامل تھے اسی مین وہ پسینے کو بھی شامل کرلیتی تھین،[3]

غزوۂ خیبر مین آپ نے ایک صحابیہ کو خود دستِ مبارک سے ایک ہار پہنایا تھا، وہ اس کی اس قدر قدر کرتی تھین کہ عمر بھر گلے سے جدا نہین کیا اور جب انتقال کرنے لگین، تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی دفن کردیا جائے،

---

[1] ابوداؤد کتاب الجنائز باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت [2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۴۰ [3] بخاری کتاب الاستیذان باب من زار قوما فقال عندھم
[2] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۸۰،

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آپ کی ایک قمیص، ایک تہبند، ایک چادر اور چند موے مبارک تھے، انھون نے وفات کے وقت وصیت کی کہ یہ کپڑے کفن مین لگائے جائین اور موے مبارک منہ اور ناک مین بھر دیئے جائین[1]،

رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا تھا، حضرت عایشہؓ نے ان کو محفوظ رکھا تھا، چنانچہ ایک دن انھون نے ایک صحابی کو ایک لمبی تہ بند اور ایک کمل دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انھی کپڑون مین انتقال فرمایا تھا[2]،

ایک صحابی کو آپ نے سیاہ ریشم کا ایک عمامہ عطا فرمایا تھا، انھون نے اس کو محفوظ رکھا تھا اور اس پر فخر کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک بار بخار مین خچر پر سوار ہو کر نکلے تو عمامہ دکھا کر کہا کہ اس کو رسول اللہ صلعم نے مجھ کو عنایت فرمایا تھا[3]،

آپ کے چند بال حضرت ام سلمہؓ نے بطور یادگار کے محفوظ رکھے تھے، اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تھا تو ایک برتن مین پانی بھر کر بھیج دیتا تھا اور وہ اس مین بالون کو دھو کر واپس کر دیتی تھین، جس کو وہ شفا حاصل کرنے کے لیے پی جاتا تھا یا اس سے غسل کر لیتا تھا[4]،

خلفا ان یادگارون کی نہایت عزت کرتے تھے، اور ان سے برکت اندوز ہوتے تھے، ایک بار آپ نے کسی عجمی بادشاہ کے نام خط لکھنا چاہا، تو لوگون نے کہا کہ جب تک خط پر مُہر نہ ہو اہل عجم اس کو نہین پڑھتے، اس لیے آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کرائی جس کے نگینہ پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، اس انگوٹھی کو خلفاے ثلثہ نے محفوظ رکھا تھا، اخیر مین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے ایک کنوین مین گر پڑی، انھون نے تمام کنوین کا پانی نچوا ڈالا لیکن یہ گوہر نایاب نہ مل سکا[5]،

---

[1] نزہۃ الابرار تذکرہ حضرت معاویہؓ [2] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی لبس الصوف والشعر [3] ایضاً باب ماجاء فی الخز [4] بخاری کتاب اللباس باب ماذکر فی الشیب مع فتح الباری [5] ابوداؤد اول کتاب الخاتم،

Marfat.com

حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدے کے صلے مین رسول اللہ صلعم نے خود اپنی چادر عنایت فرمائی تھی، یہ چادر امیر معاویہؓ نے اُن کے صاحبزادے سے خرید لی، اور ان کے بعد تمام خلفا، عیدین مین وہی چادر اوڑھکر نکلتے تھے[1]

آپ جس پیالے مین پانی پیتے تھے، وہ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس محفوظ تھا، ایک بار وہ ٹوٹ گیا تو اُنھون نے اس کو چاندی کے تار سے جڑوایا، اس میں ایک ہے کا حلقہ بھی لگا ہوا تھا، لیکن بعد کو حضرت انسؓ نے اس مین سونے یا چاندی کا حلقہ لگوانا چاہا لیکن حضرت طلحہؓ نے منع کیا کہ رسول اللہ صلعم نے جو کام کیا ہے اس مین تغیر نہین کرنا چاہیئے[2]

آپ کے دو اور پیالے حضرت سہلؓ اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس محفوظ تھے[3]

ایک دن آپ حضرت ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے گھر مین ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ نے اس کا دہانہ اپنے مُنہ سے لگایا اور پانی پیا، حضرت ام سلیمؓ نے مشکیزہ کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار کے رکھ لیا[4]

آپ حضرت شفا بنت عبداللہؓ کے یہان کبھی کبھی قیلولہ فرماتے تھے، اس نشست سے انھون نے آپ کے لیے ایک خاص بستر اور ایک خاص تہبند بنوا لیا تھا جس کو پہن کر آپ استراحت فرماتے تھے، یہ یادگارین ایک مدت تک اُن کے پاس محفوظ رہین، اخیر مین مروان نے اُن سے لے لیا[5]

ان یادگارون کے علاوہ صحابہ کرام آپ کی ہر چیز کو یادگار رکھتے تھے، اور لوگون کو اس کی زیارت کرواتے تھے، حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مسجد مین وہ جگہ وکھائی جہان آپ معتکف ہوتے تھے[6]

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت کعبؓ [2] بخاری کتاب الشربہ باب الشرب من قدح النبیؐ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ
[4] اسد الغابہ تذکرہ حضرت شفا بنت عبداللہؓ [5] ابوداود کتاب الجہاد باب النہی عن الاقامۃ

Marfat.com

ادب رسول صحابۂ کرام جس طرح رسول اللہ صلعم کا ادب و احترام کرتے تھے، اس کا اظہار سیکڑون طریقہ سے ہوتا تھا، آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے تو دربار نبوت کے ادب و عظمت کے لحاظ سے خاص طور پر کپڑے زیب تن کر لیتے، ایک صحابیہ فرماتی ہین کہ

جمعت علی ثیابی حین امسیت فاتیت رسول اللہ صلعم

شام ہوئی تو مین نے تمام کپڑے پہن لیے اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی،

بغیر طہارت کے آپ کی خدمت مین حاضر ہونا اور آپ سے مصافحہ کرنا گوارا نہ کرتے مدینہ کے کسی راستہ مین آپ سے حضرت ابوہریرہؓ کا سامنا ہوگیا، ان کو نہانے کی ضرورت تھی، گوارا نہ ہوا کہ اس حالت مین آپکے سامنے آئین، اس لیے آپکو دیکھا تو کترا گئے، اور غسل کرکے خدمتِ اقدس مین حاضر ہوئے، آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ "ابوہریرہ کہان تھے"؟ بولے مین پاک نہ تھا، اس لیے آپ کے پاس بیٹھنا پسند نہین کرتا تھا"[۵۲]

آپ کے سامنے بیٹھتے تو فرط ادب سے تصویر بنجاتے، احادیث مین اسی حالت کا نقشہ ان الفاظ مین کھینچا گیا ہی، کانما علی رؤسھم الطیر یعنی صحابہ آپ کے سامنے اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سرون پر چڑیا بیٹھی ہوئی ہی[۵۳]

گھر مین بچے پیدا ہوتے تو ادب سے ان کا نام محمد نہ رکھتے، ایک دفعہ ایک صحابی کے گھر مین بچہ پیدا ہوا، تو انھون نے محمد نام رکھا، لیکن اُن کی قوم نے کہا ہم نہ یہ نام رکھنے دین گے نہ اس کنیت سے تم کو پکارین گے، تم اس کے متعلق خود رسول اللہ صلعم سے مشورہ کرلو، وہ بچے کو لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو ارشاد ہوا کہ "میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اختیار کرو"[۵۴]

---

[۵۲] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی عدۃ الحامل [۵۳] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یصافح [۵۴] ابوداؤد اول کتاب الطب باب الرجل یتداوی [۵۴] مسلم کتاب الآداب باب النہی عن التکنی بابی القاسم وبیان ما یستحب من الاسماء،

Marfat.com

اگر راستے مین کبھی ساتھ ہو جاتا تو ادب سے آپ کے ساتھ سواری پر سوار ہونا پسند نہ کرتے، ایکبار حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کا خچر ہانک رہے تھے، آپ نے فرمایا "سوار کیوں نہین ہو لیتے؟ لیکن انھون نے اس کو بڑی بات سمجھا، کہ آپ کے خچر پر سوار ہون، تاہم امتثالاً لارشاد تھوڑی دور تک سوار ہو لیے[1]،

فرط ادب سے کسی بات مین آپ سے تقدم یا مسابقت گوارا نہ کرتے، آپ غزوۂ تبوک کے سفر مین قضائے حاجت کے لیے صحابہ سے الگ ہو گئے، نماز فجر کا وقت آگیا تو صحابہؓ نے آپ کے آنے سے پیشتر ہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی امامت مین نماز شروع کر دی، آپ پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی، اس لیے آپ دوسری رکعت مین شریک ہوئے، نماز ہو چکی تو تمام صحابہ نے اس کو اپنی بڑی خوش نصیبی خیال کیا اور سب کے سب (بطور استفسار کے) سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے، آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "تم نے اچھا کیا"[2]

ایک بار آپ کسی نزاع چکانے کے لیے قبیلہ بنو عمرو بن عوف مین گئے، نماز کا وقت آگیا تو مؤذن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین آیا کہ نماز پڑھا دیجیے، وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کر شریک جماعت ہو گئے، لوگون نے تالیان بجانا شروع کیین، حضرت ابوبکرؓ اگرچہ نماز مین کسی طرف متوجہ نہین ہوتے تھے، تاہم جب لوگون نے متصل تالیان بجائین تو مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ہین، آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو، انھون نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ آپ نے انکی امامت کو پسند فرمایا، پھر پیچھے ہٹ آئے، اور آپ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ "جب مین نے حکم دیا تو تم کیون اپنی جگہ سے ہٹ آئے"؟ بولے کہ "ابن ابی قحافہ کا یہ منصب نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے آگے نماز پڑھائے"[3]

---

[1] نسائی کتاب الاستعاذہ صفحہ ۲۰۰ [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین [3] ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب التصفیق فی الصلوٰۃ،

Marfat.com

ایک بار آپ پیدل جارہے تھے، کہ اسی حالت مین ایک صحابی گدھے پر سوار آئے آپ کو پیدل دیکھا تو خود فرطِ ادب سے پیچھے ہٹ گئے، اور آپ کو آگے سوار کرنا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا "تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو، البتہ اگر تمھاری اجازت ہو تو مین آگے بیٹھ سکتا ہون"[1]

اگر کبھی آپ کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک آپ کھانا شروع نہ کرتے تمام صحابہ فرطِ ادب سے کھانے مین ہاتھ نہ ڈالتے[2]

ادب کے مارے آپ سے آگے چلنا پسند نہین کرتے، ایک سفر مین حضرت ابن عمرؓ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ صلعم سے آگے نکل نکل جاتا تھا، حضرت عمرؓ نے اُن کو ڈانٹا کہ کوئی آپ سے آگے نہ بڑھنے پائے"[3]

کسی چیز مین آپکے مقابلہ کی جرأت نہ کرتے، ایک بار چند صحابہ جو قبیلۂ اسلم سے تعلق رکھتے تھے باہم تیر اندازی مین مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے فرمایا "اے بنو اسمٰعیل تیر پھینکو کیونکہ تمھارا باپ تیر انداز تھا، اور مین فلان قبیلہ کے ساتھ ہون" دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رُک گئے، آپ نے پوچھا کہ "تیر کیون نہین پھینکتے؟" بولے "اب کیونکر مقابلہ کرین جبکہ آپ اُن کے ساتھ ہین" فرمایا "تیر پھینکو مین تم سب کے ساتھ ہون"[4] حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ لوگ اس لیے رُک گئے کہ گروہ اپنے فریق پر غالب آگئے درانحالیکہ رسول اللہ صلعم بھی اُن کے ساتھ ہین، تو آپ بھی مغلوب ہوجائین گے اس لیے انھون نے ادب سے مقابلہ کرنا چھوڑ دیا،

اس ادب و احترام کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی نسبت کسی قسم کی سوء ادبی گوارا نہ کرتے، آپ

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الدابۃ التی یعدر بہا [2] ایضاً کتاب الاطعمہ باب التسمیۃ علی الطعام [3] بخاری کتاب الہبۃ باب من اہدی لہ ہدیۃ وعندہ جلساء فہو احق بہا [4] ایضاً کتاب الجہاد باب التحریض علی الرمی،

Marfat.com

ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مکان میں قیام فرمایا اور آپ نیچے کے حصے میں اور اُن کے اہل وعیال اوپر کے حصے میں رہنے لگے، ایک رات حضرت ابوایوب انصاری رضؓ بیدار ہوئے تو کہا کہ ہم اور رسول اللہ صلعم کے اوپر رہیں اس خیال سے تمام اہل وعیال کو ایک کونے میں کرلیا تاکہ آپ کی خدمت میں حاضری کی کہ آپ اوپر قیام فرمائیں ارشاد ہوا کہ نیچے کا حصہ ہمارے لئے آرام دہ ہے کہ جس جہت کے نیچے آپ ہوں ہم اس پر نہیں چڑھ سکتے، مجبوراً آپ کو بالاخانہ پر قیام کرنا پڑا

بعض صحابہ آپ سے کسی بات میں بڑھے ہوئے تھے، اُن کو آپ سے بڑا کرا جاتا، ایک بار حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے پاس صحابہ کے سامنے آپ سے

ہیں یا رسول اللہ، بولے بڑے تو رسول اللہ صلعم

اگر زادِ تقویٰ تو بھی آپ کی شان میں

ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا تھا، آپ نے فرمایا کہ

ڈرو اور صبر کرو، بولیں تمہیں میرے صبر کی کیا

رسول اللہ صلعم تھے، اور ڈرتے تھے آپ کی

اگر کسی دوسرے شخص کے متعلق آپ کو معلوم

برہم ہوتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے آپ نے دیکھا

رہی ہیں فوراً طمانچہ اٹھایا اور کہا کہ

آپ پر ایک شخص کا کچھ قرض آتا تھا، اس سے

سلہ مسلم کتاب الاشربہ باب اباحۃ اکل الثوم و ما یعتقی من اباحۃ المطاعم و ذکر ما فی بعضہا و بخاری کتاب من رسول اللہ صلعم باب ماجاء فی میلاد النبی صلعم و ذکر امہ و موتہ و موضعہ و ما یتعلق بہ و کتاب الجہاد و السیر باب ما جاء فی الرماح،

Marfat.com

اس پر ٹوٹ پڑے، بالآخر خود آپ نے بیچ بچاؤ کیا[1]،

ایک بار آپ سفر مین تھے، ایک بدو آیا اور وحشیانہ لہجہ مین بآواز بلند پکارا "یا محمد" "یا محمد"، صحابۂ کرام رضؓ نے کہا "ہین"، "ہین" یہ کیا؟ یہ منع ہے[2]"

ایک بار آپ نے فرمایا کہ انصار کے خاندانون مین سب سے افضل بنو نجار ہین، پھر بنو عبدالاشہل، پھر بنو حرث بن الخزرج، پھر بنو ساعدہ، ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہین، حضرت سعد بن عبادہ رضؓ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے انکے قبیلہ کو چوتھے نمبر پر رکھا تو ان کو کسی قدر ناگوار ہوا، بولے "میرے گدھے پر زین کسو مین خود رسول اللہ صلعم سے اس کے متعلق گفتگو کرونگا"، لیکن اُن کے بھتیجے حضرت سہل رضؓ نے کہا "کیا آپ رسول اللہ صلعم کی تردید کے لیے جاتے ہین؟ حالانکہ رسول اللہ صلعم وجوہ فضیلت کے سب سے زیادہ عالم ہین، یہ کیا کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے[3]"

صلح حدیبیہ کے بعد کافرون اور مسلمانون مین اختلاط ہوگیا، حضرت سلمہ رضؓ آئے، اور ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، چار مشرک بھی اس جگہ آئے اور رسول اللہ صلعم کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اُن کو گوارا نہ ہوسکا، اُٹھ گئے دوسری جگہ چلے گئے، اور چاروں مشرک بھی ہتھیار کو لٹکا کر سو رہے، اسی حالت مین شور ہوا کہ ابن زنیم قتل کردیا گیا، حضرت سلمہ رضؓ نے موقع پاکر تلوار میان سے کھینچ لی، اور چاروں پر حالت خواب مین حملہ کرکے اُن کے تمام ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو عزت دی، تم مین سے جو شخص سر اُٹھائے گا اس کا دماغ پاش پاش کردیا جائے گا[4]"

---

[1] ابن ماجہ ابواب الصدقات باب لصاحب الحق سلطان [2] ترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ لعبادہ [3] مسلم کتاب الفضائل باب فی خیر دور الانصار [4] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا،

Marfat.com

ایک شخص کا نام محمد تھا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک آدمی ان کو گالی دے رہا ہے، بلا کر کہا کہ "دیکھو تمھاری وجہ سے محمد کو گالی دیجا رہی ہے، اب نادم مرگ تم اس نام سے پکارے نہیں جا سکتے"، چنانچہ اسی وقت اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھدیا، پھر بنو طلحہ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو لوگ اس نام کے ہوں سب کے نام بدل دیئے جائیں، اتفاق سے وہ لوگ سات آدمی تھے اور اُن کے سردار کا نام محمد تھا، لیکن اُنھوں نے کہا "خود رسول اللہ صلعم ہی نے میرا نام محمد رکھا ہے"، بولے "اب میرا اس پر کچھ زور نہیں چل سکتا"[1]

چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر آپ کے ساتھ کسی قسم کی گستاخی کرتے تو صحابہ کرامؓ اُن کو ڈانٹ دیتے، حضرت ام خالدؓ اپنے باپ کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں، اور کپڑے کی وجہ سے خاتم النبوۃ سے کھیلنے لگیں، اُن کے والد نے ڈانٹا لیکن آپ نے فرمایا کھیلنے دو[2]،

جو چیزیں شانِ نبوت کے خلاف ہوتیں، صحابہ کرام آپ کے سامنے ان کے ذکر تک کو سوء ادبی سمجھتے، آپ نے جب عمرۃ القضا فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے اشعار پڑھتے چلتے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا "رسول اللہ کے سامنے اور حدودِ حرم کے اندر شعر پڑھتے ہو؟" لیکن آپ نے خود اس کو مستحسن خیال فرمایا[3]،

ایک بار کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ کے منبر کے سامنے شور و غل کرنا شروع کیا، حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ آپ کے منبر کے سامنے آواز اونچی نہ کرو[4]،

تعظیم، یہ ادب، یہ عزت، آپ ہی کی زندگی ہی کیساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام آپ کا اسی طرح ادب کرتے تھے، آپ کے وصال کے بعد قبر

---

[1] مسند حنبل ج ۴ ص ۱۶۱ [2] بخاری کتاب الجہاد باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ [3] نسائی کتاب المناسک نشاد الشعر فی الحرم والمشی بین ایدی الامام، ترمذی میں ہے کہ اشعار حضرت حسان بن مالکؓ نے پڑھے تھے۔ اور یہی صحیح بھی ہے [4] مسلم کتاب الامارۃ فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ،

Marfat.com

کے متعلق اختلاف ہوا کہ لحد کھودی جائے یا صندوق، اس پر لوگون نے شور وغل کرنا شروع کیا،
حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کے سامنے موت و حیات دونون حالتون مین شور وشغب نہ کرو،
صحابہ کرام کے اس ادب و احترام کا منظر صلح حدیبیہ مین عروہ کو نظر آیا تو وہ سخت متاثر
ہوا، اس نے صلح کے متعلق آپ سے گفتگو کی تو عرب کے طریقے کے مطابق ریش مبارک کی
طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، لیکن جب جانا کہ پڑتا ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ تلوار کے ذریعہ سے روکتے
تھے، یہ واقعہ سے عروہ کو اس طرف توجہ ہوگئی اور اس نے صحابہ کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا،
تو اس پر اثر پڑا کہ پلٹ کر قریش سے بیان کیا کہ "مین نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار
دیکھے ہین، لیکن محمدؐ کے اصحاب جس قدر محمدؐ کی تعظیم کرتے ہین، اس قدر کسی بادشاہ کے
نہین دیکھی، اگر وہ تھوکتے ہین تو ان لوگون کے ہاتھ مین ان کا تھوک گرتا ہے اور وہ
اپنے جسم و چہرہ پر اس کو مل لیتے ہین، اگر وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص مسابقت کرنا چاہتا ہے،
اگر وہ وضو کرتے ہین تو وہ لوگ بچے کھچے پانی کے لیے باہم لڑ پڑتے ہین، اگر ان کے سامنے
بولتے ہین تو ان کی آوازین پست ہوجاتی ہین اور ان کی طرف آنکھ بھر کر نہین دیکھتے"[1]

جانثاری | صلح حدیبیہ مین جب عروہ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "مین آپ کے سامنے ایسے
چہرے اور مخلوط آدمی دیکھتا ہون جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے"، تو حضرت ابوبکرؓ کے
دل پر اس طنز آمیز فقرہ نے نشتر کا کام دیا، اور انھون نے برہم ہوکے کہا "ہم اور آپ کو چھوڑ کر
بھاگ جائین گے"[2] یہ ایک قول تھا جس کی تائید ہر موقع پر صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے کی،
ابتدائے اسلام مین ایک بار آپ نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط آیا، اور آپ کا گلا
گھونٹنا چاہا، حضرت ابوبکرؓ نے اس کو دھکیل دیا اور کہا کہ "ایک آدمی کو صرف اس لیے

[1] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ۱۷۰ [2] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،
[3] ایضاً

Marfat.com

قتل کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرا خدا اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے خدا کی جانب سے
دلائل لیکر آیا ہے۔"

ہجرت کے بعد آپ اور آپ کے صحابہ مشکلات میں مبتلا ہو گئے تھے، کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہود نئے دشمن پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے رات دن خطرہ لگا رہتا تھا، اس لیے آپ کو اکثر پاسبانی کی ضرورت ہوتی تھی، اور صحابہ کرام آپ کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرات میں ڈال دیتے تھے، جب آپ نے ہجرت میں ایک شب بیدار ہوئے تو فرمایا "کاش آج کی رات کوئی صالح آدمی میری حفاظت کرتا، تھوڑی دیر کے بعد ہتھیار کی جھنکار کی آواز آئی، آپ نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا میں سعد بن ابی وقاص ہوں، "کیوں آنے کی وجہ سے دل میں کچھ خوف پیدا ہوا اس لیے حفاظت کیلئے حاضر ہوا۔"

ان خطرات کی وجہ سے اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے بھی آنکھ اوجھل ہو جاتے تھے تو جانثاروں کے دل بے چین ہونے لگتے تھے، آپ ایک صحابی کے ساتھ کسی ضرورت سے جا رہے تھے راستے میں دیر ہو گئی صحابہ کرام گھبرا گئے کہ خدانخواستہ دشمنوں کی طرف سے کوئی چشم نم تو نہیں ہوئی، حضرت ابو ہریرہؓ اسی پریشانی کی حالت میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں انصار کے ایک باغ میں پہنچے دروازہ تو ملا، دیوار میں پانی کی ایک نالی نظر آئی، سمٹ کر آپ تک پہنچ گئے، شیاطین کی دسترس سے باہر تھے، اس لیے صحابہ کرام جانثاری میں اور بھی مشغول ہو جاتے تھے۔

غزوۂ غزوات الرقاع میں ایک صحابی نے ایک مشرک کی بی بی کو گرفتار کیا، اس نے

بخاری کتاب المناقب باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسلم کتاب الایمان باب ما جاء فی ان الاسلام یہدم ما قبلہ۔ مناقب سعد بن ابی وقاص ص ۲۷۴ مسلم کتاب الایمان باب ما جاء فی ان الاسلام یہدم ما قبلہ۔

Marfat.com

نے انتقام لینے کے لیے قسم کھائی کہ "جب تک اصحاب محمدؐ مین کسی صحابی کے خون سے زمین کو رنگین نہ کرلون گا، چین نہ لون گا"، اس لیے جب آپ واپس ہوئے، تو اُس نے تعاقب کیا، آپ منزل پر فروکش ہوئے تو دریافت فرمایا کہ "کون میری حراست کی ذمہ داری اپنے سر لیگا؟" مہاجرین و انصار دونون مین سے ایک ایک بہادر اس شرف کے حاصل کرنے کے لئے اُٹھے، آپ نے حکم دیا کہ گھاٹی کے دہانے پر جاکر متمکن ہوجائین، (کہ وہی کفار کا کمین گاہ ہو سکتا تھا) دونون بزرگ وہان پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی، مشرک آیا، اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں، تین تیر مارے اور تینون کے تینون ان کے جسم مین ترازو[1] ہوگئے، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے،

آپ غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک صحابی نے شام کے وقت خبر دی کہ مین نے آگے جاکر پہاڑ کے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ ہوازن کے زن و مرد چارپایون اور مویشیون کو لیکر اُمنڈ آئے ہین، آپ مُسکرائے، اور فرمایا کہ "آج میری پاسبانی کون کریگا" حضرت انسؓ بن ابی مرثد غنوی نے کہا "مین یارسول اللہ" ارشاد ہوا کہ "سوار ہوجاؤ"، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے، تو فرمایا کہ "اس گھاٹی کے اوپر چڑھ جاؤ، آپ نماز فجر کیلیے اُٹھے تو صحابہ سے فرمایا کہ "تمھین اپنے شہ سوار کی بھی خبر ہے"، صحابہ نے عرض کی "ہمین تو کچھ خبر نہین"، جماعت قائم ہوئی، تو آپ نماز پڑھاتے جاتے تھے اور مُڑ مُڑ کے گھاٹی کی طرف دیکھتے جاتے تھے نماز ادا کرچکے تو فرمایا "تو مبارک تمھارا شہ سوار آگیا" صحابۂ کرام نے گھاٹی کے درختون کے درمیان سے دیکھا تو وہ آپہونچے، اور خدمت مبارک مین حاضر ہوکر سلام کیا، اور کہا کہ مین گھاٹی کے بلند ترین حصے پر جہان آپ نے مامور فرمایا تھا چڑھ گیا، صبح کو دونون گھاٹیان دیکھین، تو ایک متنفس بھی نظر نہ آیا، آپ نے فرمایا "کبھی نیچے بھی اُترے تھے"؟ بولے "صرف نماز اور قضاے حاجت کیلیے"

[1] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم،

Marfat.com

ارشاد ہوا "تم کو جنت مل چکی، اُس کے بعد اگر کوئی عمل نہ کرو، تو کوئی ہرج نہیں"[1]

ایک غزوہ میں صحابہ کرامؓ نے ایک ٹیلے پر قیام فرمایا، اس شدت سے سردی پڑی کہ بعض لوگوں نے زمین میں گڑھا کھودا، اور اس کے اندر گھس کر اوپر سے ڈھال ڈال لی، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ "آج کی شب میری حفاظت کون کریگا"؟ میں اس کو دعا دونگا"، ایک انصاری نے کہا کہ "میں یا رسول اللہ" آپ نے قریب بلا کر اُن کا نام پوچھا اور دیر تک دعا دیتے رہے، حضرت ابو ریحانہؓ نے یہ دعا سنی تو کہا کہ "میں دوسرا نگہبان بنوں گا"، آپ نے قریب بلا کر نام پوچھا، اور اُن کو بھی دعا دی[2]،

غزوۂ بدر میں جب آپ نے کفار کے مقابلے کے لیئے صحابہ کرام کو طلب کیا تو حضرت مقدادؓ بولے "ہم وہ نہیں ہیں جو موسیٰ کی قوم کی طرح کہدیں،

فاذهب انت ربك فقاتلا تم اور تمہارا خدا (دونوں) جاؤ اور لڑو،

بلکہ ہم آپ کے دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے لڑیں گے"، آپ نے یہ جان نثارانہ فقرے سُنے تو چہرۂ مبارک فرط مسرت سے چمک اُٹھا[3]،

صحابہ کرامؓ کے جان نثارانہ جذبات کا ظہور سب سے زیادہ غزوۂ احد میں ہوا، چنانچہ اس غزوہ میں کسی مقام پر رسول اللہ صلعم کے ساتھ صرف نو صحابہ جن میں سات انصاری اور دو قریشی تھے، (یعنی حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ) رہ گئے، اس حالت میں کفار آپ پر دفعۃً ٹوٹ پڑے تو آپ نے ان جان نثاروں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ ان اشقیا کو کون میرے پاس سے ہٹا سکتا ہے؟ ایک انصاری فوراً آگے بڑھے اور لڑ کر آپ پر قربان ہو گئے اسی طرح کفار برابر آپ پر حملہ کرتے جاتے اور آپ بار بار پکارتے جاتے تھے، اور ایک ایک

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی فضل الحرس فی سبیل اللہ عزوجل [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۴، [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ بدر،

Marfat.com

انصاری بڑھ کر آپ پر اپنی جان قربان کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ ساتوں بزرگ شہید ہو گئے[1] حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ کی جان نثاری کا وقت آیا، تو حضرت سعدؓ کے سامنے آپ نے خود اپنا ترکش بکھیر دیا، اور فرمایا کہ "تیر پھینکو، میرے ماں باپ تم پر قربان" حضرت ابو طلحہؓ سپر لیکر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور تیر چلانے لگے، اور اس شدت سے تیر اندازی کی کہ دو تین کمانیں ٹوٹ گئیں، اگر آپ گردن اٹھا کر کفار کی طرف دیکھتے تھے تو وہ کہتے تھے "میرے ماں باپ آپ پر قربان یوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیے، مبادا کوئی تیر لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے"[2]

اس غزوہ میں حضرت شماسؓ بن عثمان کی جان نثاری کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلعم دائیں بائیں جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے ان کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی آپ پر غشی طاری ہوئی تو انھوں نے اپنے آپ کو آپ پر نثار کیا، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوئے[3]

اسی غزوہ میں آپ نے ایک صحابی حضرت سعد بن ربیع انصاری کی تلاش میں روانہ فرمایا، وہ لاشوں کے درمیان ان کو ڈھونڈھنے لگے، تو حضرت سعدؓ بن ربیع خود بول اٹھے "کیا کام ہے؟" جواب دیا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے ہی پتہ لگانے کے لیے بھیجا ہے" بولے "جاؤ، آپ کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو، اور کہو کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور اپنے قبیلہ میں اعلان کر دو، کہ اگر رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے، اور ان میں کا ایک متنفس بھی زندہ رہا تو خدا کے نزدیک اُن کا کوئی عذر قابل سماعت نہ ہوگا"[4]

نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی آپ کی جان نثاری کی آرزو رکھتی تھیں حضرت طلیب بن عمیرؓ اسلام لائے اور اپنی ماں ارویٰ بنت عبد المطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ "تم نے

---

[1] صحیح مسلم باب غزوۂ احد و بخاری باب غزوۂ احد و طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت شماس بن عثمانؓ و موطا امام مالک کتاب الجہاد باب الترغیب فی الجہاد،

Marfat.com

جس شخص کی مدد کی وہ اُس کا سب سے زیادہ مستحق تھا، اگر مردوں کی طرح ہم بھی ساتھ رکھتے تو آپ کی حفاظت کرتے اور آپکی طرف سے لڑتے"[1]

خدمت رسول صحابۂ کرامؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت کو اپنا سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے، اس لیے متعدد بزرگون نے اپنے آپ کو آپکی خدمت کیلئے وقف کر دیا تھا، حضرت بلالؓ نے ابتدائے بعثت ہی سے آپکی خانہ داری کے تمام کاروبار کا انتظام اپنے ذمے لے لیا تھا، اور اُس کے لیے طرح طرح کی دقتین اور تکلیفین برداشت کرتے تھے لیکن آپکے شرفِ خدمت کا چھوڑنا کبھی گوارا نہین کرتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی غریب مسلمان خدمتِ مبارک میں حاضر ہوتا، اور اس کے بدن پر کپڑے نہ ہوتے تو آپ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے اور وہ قرض دام لیکر اس کی خورد و لباس کا انتظام کرتے۔ ایک بار کسی مشرک سے اس غرض کیلئے قرض لیا، لیکن ایک دن اس نے دیکھا تو نہایت سخت سست مین کہا "او حبشی تجھے معلوم ہے کہ اب مہینے مین کتنے دن رہ گئے ہین چار دن، اسی عرصہ مین قرض وصول کرون گا، ورنہ جس طرح تو پہلے بکریان چرایا کرتا تھا اسی طرح بکریان چرواؤن گا" حضرت بلالؓ کو اس سے سخت رنج ہوا، عشاء کے بعد آپکی خدمت مین آئے اور کہا کہ "مشرک نے مجھے یہ کچھ کہا ہے آپ کے پاس دینے کیلئے میرے پاس قرض کے ادا کرنے کا کوئی سامان نہین ہے، اور وہ مجھے ذلیل کریگا، فرمایا تو جب تک قرض نہ ادا ہو جائے مسلمان قبائل مین بھاگ کر پناہ لے لے اگر پھر آئے تو ہمارے پاس تمام سامان بھی کر لیا، لیکن رزاق عالم نے صبح تک خود قرض کے ادا کرنے کا سامان فرما دیا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ جب آپ کپڑے پہنتے تو وہ پہلے آپکو

[1] استیعاب تذکرہ حضرت طلیب بن عمیرؓ [2] ابوداؤد کتاب الخراج باب فی الامام یقبل ہدایا المشرکین

Marfat.com

جوتیاں پہناتے، پھر آگے آگے عصا لیکر چلتے، آپ مجلس مین بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پلون سے جوتیاں نکالتے، پھر آپ کو عصا دیتے، آپ اُٹھتے تو پھر اُسی طرح جوتیاں پہناتے، آگے آگے عصا لیکر چلتے، اور حجرۂ مبارک تک پہنچا جاتے، آپ نہاتے تو پردہ کرتے، آپ سوتے تو بیدار کرتے، آپ سفر مین جاتے تو آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا، اور وضو کا پانی اُن کے ساتھ ہوتا، اس لیے وہ صاحب سواد رسول اللہ یعنی آپ کے میر سامان کہے جاتے تھے[1]،

حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب و روز آپ کی خدمت مین مصروف رہتے جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوکر کاشانۂ نبوت مین تشریف لیجاتے، تو وہ دروازہ پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ کو کوئی ضرورت پیش آجائے، ایک بار آپ نے ان کو تاہل اختیار کرنے کا مشورہ دیا بولے "یہ تعلق آپ کی خدمت گذاری مین خلل انداز ہوگا جس کو مین پسند نہین کرتا"، لیکن آپ کے بار بار کے اصرار سے شادی کرنے پر مجبور ہوگئے[2]،

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گذار تھے، ان کا کام یہ تھا کہ سفر مین آپ کی اونٹنی کو ہانکتے ہوے چلتے تھے[3]،

حضرت انسؓ بن مالک کو بچپن ہی سے ان کی والدہ نے آپ کی خدمت کے لیے وقف کردیا تھا،

حضرت سلمیٰؓ ایک صحابیہ تھین، جنھون نے اس استقلال کے ساتھ آپ کی خدمت کی کہ اُن کو خادمۂ رسول اللہ کا لقب حاصل ہوا[4]، حضرت صفیہؓ حضرت سلمیٰ کی والدہ کے غلام تھے، اُنھون نے ان کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپکی خدمت گذاری مین صرف کردین، انھون نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرین، تب بھی مین تا نفسِ واپسین آپکی خدمت

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸ و ۵۹ [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ ابواب شہر رمضان، باب الحوتین، [4] ابوداؤد کتاب الطب باب الحجامۃ،

Marfat.com

سے علیحدہ نہ ہوتا،[1]

ان بزرگون کے علاوہ جو صحابہ اکثر آپ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے، اُن کو بھی عموماً شرفِ خدمت حاصل ہوتا رہتا تھا، ایک بار آپ رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو حضرت عمرؓ آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لیکر کھڑے رہے، آپ نے پوچھا کہ "عمر! کیا ہے"؟ بولے کہ "وضو کا پانی"، فرمایا کہ "ہر وقت اس کی ضرورت نہین"[2]

حضرت ابو ہریرہؓ کو جو ہمیشہ خدمتِ مبارک مین حاضر رہتے تھے اکثر یہ شرف حاصل ہوتا کہ جب آپ رفع ضرورت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ کسی طشت یا کوزہ مین پانی لاتے اور آپ وضو کرتے،[3]

ایک بار حضرت حسینؓ نے آپکی گود مین پیشاب کر دیا، حضرت لبابہؓ نے کہا کہ "آپ دوسرا کپڑا پہن لین اور اپنا تہ بند مجھے عنایت فرمائین کہ مین دھو لاؤن"، ارشاد ہوا کہ "بچے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا کافی ہے"[4]

حضرت ابو رافعؓ ہمیشہ آپ کی خدمت میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ جب آپ غسل فرماتے تو وہ پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو جاتے، اور آپ ان کی آڑ مین نہا لیتے، ایک بار امام حسین یا حسین علیہ السلام نے آپ کے سینے پر پیشاب کر دیا، اُنھون نے سینۂ مبارک کو دھونا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے پیشاب پر صرف پانی چھڑک دینا چاہیے،[5]

جب آپ نے حجۃ الوداع مین رمی جمرہ کرنا چاہی تو خدام بارگاہ مین حضرت اسامہؓ اور حضرت بلالؓ ساتھ ساتھ تھے، ایک کے ہاتھ مین ناقہ کی نکیل تھی، اور دوسرے بزرگ آپ کے سر پر اپنا کپڑا تانے ہوئے چلتے تھے کہ آفتاب کی شعاعین چہرۂ مبارک کو گرم

---

[1] ابو داؤد کتاب الحق باب الحق علی الشرط [2] ایضاً کتاب الطہارۃ باب فی الاستبراء [3] ایضاً کتاب الطہارۃ باب الرجل یمسک یدہ الارض اذا استنجی [4] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب بول الصبی یصیب الثوب

Marfat.com

نگاہون سے نہ دیکھنے پائین[1]،

محبت رسول | حدیث شریف مین ہی :-

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین،

یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تک مین تم کو تمھارے باپ، لڑکے اور تمام لوگون سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤن تم لوگ مومن نہین کہے جاسکتے،

اور صحابہ کرام کو ایمان کا یہی درجہ کمال حاصل تھا، چنانچہ حضرت جابرؓ کے والد جب غزوہ اُحد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے، تو بیٹے سے کہا کہ مین ضرور شہید ہونگا، اور رسول اللہ صلعم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہین ہی تم میرا قرض ادا کرنا، اور اپنے بھائیون کے ساتھ سلوک کرنا[2]، اس کے علاوہ صحابہ کرام اور بھی مختلف طریقون سے آپکی محبت کا اظہار کرتے تھے،

ایک بار ایک صحابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، جوش محبت مین آپ کی قمیص اُلٹ دی، اُس کے اندر گھس گئے، آپ کو چوما اور آپ سے لپٹ گئے[3]،

حضرت اسید بن حضیرؓ ایک شگفتہ مزاج صحابی تھے، ایک روز وہ ہنسی مذاق کی باتین کررہے تھے کہ آپ نے اُن کے پہلو مین ایک چھڑی سے کونچ دیا، انھون نے اسکا انتقام لینا چاہا، آپ اس پر راضی ہوگئے، لیکن اُنھون نے کہا کہ "آپ کے بدن پر قمیص ہے حالانکہ مین برہنہ تھا"، آپ نے قمیص بھی اُٹھادی، قمیص کا اُٹھانا تھا کہ وہ آپ سے لپٹ گئے، پہلو چومے اور کہا یا رسول اللہ یہی مقصود تھا،

جب آپ کی خدمت مین وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو سواری سے اترنے کے

[1] ابوداؤد، کتاب المناسک، باب فی الحرم یقتل [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب مالا یجوز منعہ،

Marfat.com

ساتھ ہی سب کے سب دوڑے اور آپ کے ہاتھ اور پاؤن کو بوسہ دیا[1]، حضرت کرزؓ نے حجۃ الوداع مین آپکی زیارت کی تو آپ کے قدم لیے اور آپکی رسالت کا اقرار کیا، اور آپ کی باتین سنتے رہے[2]، حضرت زاہرؓ ایک بدوی صحابی تھے جو رسول اللہ صلعم سے نہایت محبت رکھتے تھے اور آپکی خدمت مین ہدیہ بھیجا کرتے تھے، آپ بھی اُن سے محبت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ "زاہر ہمارے بدوی ہین اور ہم ان کے شہری ہین" ایک دن وہ اپنا سودا فروخت کر رہے تھے، آپنے پیچھے سے آکر ان کو گود مین لے لیا، انھون نے کہا "کون ہے مجھے چھوڑ دو" لیکن مڑکر دیکھا اور معلوم ہوا کہ آپ ہین تو اپنی پشت کو بار بار آپکے سینہ سے چمٹاتے تھے اور تسکین نہین ہوتی تھی[3]،

عرب مین یہ خیال تھا کہ اگر کسی کے پاؤن سو جائین اور وہ اپنے محبوب کو یاد کرے تو یہ کیفیت زائل ہو جاتی ہے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤن سو گئے تو کسی نے کہا "اپنے محبوب کو یاد کرو" بولے "یا محمد"[4]

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھین وہ جب آپ کا ذکر کرتین تو فرط مسرت سے کہتین "بابا" یعنی میرے باپ آپ پر قربان[5]،

عزت اور محبت کی وجہ سے صحابۂ کرام آپ کے آرام اور آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے اور آپ کی کسی قسم کی تکلیف گوارا نہین کرتے تھے،

آپ ایک سفر مین تھے، جس مین ایک صحابی نہایت اہتمام کے ساتھ آپکے لیے پانی گرم کیا کرتے تھے[6]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی قبلۃ الید۔ [2] ایضاً کتاب النکاح باب فی تزویج ام حبیبہ۔ [3] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ صلعم [4] ادب المفرد باب مایقول الرجل اذا فقد ضالۃ۔ [5] نسائی کتاب الحیض! چھوڑ الحیض لعیدین وذکر المسلمین [6] کتاب الزہد باب حدیث جابر الطویل۔

Marfat.com

ایک عورت تھی جو ہمیشہ مسجد نبوی مین جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا انتقال ہوگیا تو صحابہ کرامؓ نے اس کو دفن کر دیا، اور آپ کو اطلاع نہ دی، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ مجھے کیون نہین خبر کی؟ بولے "حضور روزے سے تھے اور قیلولہ فرما رہے تھے، ہم نے تکلیف دینا گوارا نہ کیا"، اسی طرح ایک اور صحابی کا انتقال ہوگیا، تو صحابہ کرام نے آپ کو خبر نہ کی اور کہا کہ "اندھیری رات تھی حضور کو زحمت ہوتی"[1]

آپ کو جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام کو بھی محبوب ہو جاتی، کدو آپ کو بہت مرغوب تھا، اس لیے حضرت انسؓ بن مالک بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اُٹھے "اے درخت اس بنا پر کہ رسول اللہ صلعم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے"[2]

آپ کی محبت نے صحابہ کرام کے نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپکا معمول تھا کہ ہر کام کی ابتدا داہنے جانب سے فرماتے، ایک بار حضرت میمونہؓ کے گھر مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ آپکے دائین اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائین جانب بیٹھے ہوئے تھے، حضرت میمونہؓ دودھ لائین تو آپ نے پیکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرمایا کہ حق تو تمھارا ہے لیکن اگر ایثار کرو تو خالد کو دے سکتے ہو"، بولے کہ "مین آپکا جھوٹا کسی کو نہین دے سکتا"[3]

ایک مرتبہ آپ نے بالی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا، بولین "مین اگرچہ روزے سے ہون لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہین کرتی"[4]

ایک بار ایک صحابی خدمت مبارک مین حاضر ہوئے، آپ کھانا کھا رہے تھے، اُن کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے تھے، اس لیے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب کتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی القبر [2] ترمذی کتاب الاطعمہ باب ما جاء فی اکل الدباء،
[3] ترمذی ابواب الاشربہ باب ما یقول اذا اکل طعاما [4] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۴۳،

Marfat.com

صلعم کا کھانا نہ کھایا،[1]

محبت کی وجہ سے آپ کو رنج ہوتا تو تمام صحابہ کو بھی رنج ہوتا، آپ کو خوشی ہوتی تو تمام صحابہ بھی اس مین شریک ہوتے، آپ نے ایک مہینے کے لیے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی تو تمام صحابہ رضؓ نے مسجد مین آکر گریہ وزاری شروع کردی[2]

آپ نے جب مرض الموت مین حضرت ابوبکرؓ کو امام بنانا چاہا تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ وہ رقیق القلب آدمی ہین، جب آپ کو نہ دیکھین گے تو خود روئین گے اور تمام صحابہ بھی[3]

حضرت عمرو بن الجموح ایک فیاض صحابی تھے، اُن کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ نکاح کرتے تو وہ آپ کی جانب سے دعوت ولیمہ کرتے[4]

آپ جب کسی غزوہ مین تشریف لے جاتے تو صحابہ سے فرمائشین چاہتے اور سلامتی کے لیے نذرین مانتی تھین، ایک بار آپ کسی غزوہ سے واپس آئے تو ایک دجاریہ سودا نے کہا کہ "یارسول اللہ مین نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ کو صحیح سلامت پھر آپ کے سامنے دف بجا بجا کے گاؤنگی[5]

آپ نہایت فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، صحابہ کرام کو آپ کی زندگی کا یہ منظر آجاتا تو فرط محبت سے آبدیدہ ہوجاتے، ایک بار حضرت عمرؓ آپ کے مکان پر تشریف لے گئے، تو دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہین، جسم پر تہبند کے سوا کچھ نہین، پہلو مین بدھیان پڑگئی ہین، توشہ خانہ مین مٹھی بھر جو کے سوا اور کچھ نہین، آنکھون سے بیساختہ آنسو نکل آئے، ارشاد ہوا کہ عمر کیون روتے ہو[6]

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب عرض الطعام [2] مسلم کتاب الرضاع باب [illegible]
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجا، فی صلوٰۃ الرسول صلعم فی مرضہ [4] اصابہ جلد [illegible] حضرت عمرو بن الجموح [5] ترمذی کتاب المناقب مناقب ابی الحفص عمر بن الخطاب.

Marfat.com

نہ رُوں، آپ کی یہ حالت ہے، اور قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے اُڑا رہے ہین" فرمایا "کیا تمھین یہ پسند نہین کہ ہمارے لیے آخرت اور اُن کے لیے دنیا ہو"[1]

آپ کے وصال کے بعد صحابۂ کرامؓ کو جب آپ کی یہ حالت یاد آتی تھی تو آنکھون سے آنسو نکل پڑتے تھے، ایک بار حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے چپاتیان آئین، تو دیکھ کر رو پڑے کہ آپ نے اپنی آنکھون سے کبھی چپاتی نہین دیکھی[2]،

ایک دن ... حضرت عبد الرحمن بنؓ عوف نے اپنے دوستون کو گوشت روٹی کھلایا تو رو پڑے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا وصال بھی ہو گیا، اور آپ نے پیٹ بھر جو کی روٹی کبھی نہین کھائی[3]،

اگر آپ کسی چیز سے متمتع نہ ہو سکتے تو صحابۂ کرام اس سے متمتع ہونا پسند نہ کرتے آپکا وصال ہوا تو آپ کے کفن کے لیے ایک حلّہ خریدا گیا لیکن بعد کو آپ دوسرے کپڑون مین کفنائے گئے اور یہ حلّہ حضرت عبد اللہ بنؓ ابی بکر نے اس خیال سے لے لیا کہ اس کو اپنے کفن کے لیے محفوظ رکھین گے، لیکن پھر کہا کہ "جب خدا کی مرضی نہ ہوئی تو وہ رسول اللہ صلعم کا کفن ہو تو میرا کیون ہو" یہ کہہ کے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دی[4]،

غزوۂ تبوک سخت گرمیون کے زمانہ مین واقع ہوا تھا، حضرت ابو خیثمہؓ ایک صحابی تھے جو اس غزوہ مین شریک نہ ہو سکے تھے، ایک دن وہ گھر مین آئے تو دیکھا کہ بی بیون نے ان کی آسایش کے لیے نہایت سامان کیا ہے، بالاخانے پر چھڑکاؤ کیا ہے، پانی سرد کیا ہے، عمدہ کھانا تیار کیا ہے لیکن وہ یہ تمام سامانِ عیش دیکھ کر بولے "رسول اللہ صلعم اس لو اور اس گرمی مین کھلے ہوئے میدان مین ہون، اور ابو خیثمہ سایہ، سرد پانی، عمدہ غذا، اور

[1] مسلم کتاب الرضاع باب فی الایلا، واعتزال النسا، وتخییرہن [2] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الرقاق [3] شمائل ترمذی باب ما جا، فی عیش النبی صلعم [4] مسلم کتاب الجنائز باب فی کفن المیت،

Marfat.com

خوبصورت عورتون کے ساتھ لطف اُٹھائے خدا کی قسم یہ انصاف نہین ہی، مین ہرگز بالافانہ پر نہ آؤن گا، چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے،

وصال کے بعد آپ یاد آتے تو صحابہ بے اختیار رو پڑتے، ایک دن حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا "جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا" اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریان آنسوؤن سے تر ہوگئین۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے پوچھا "جمعرات کا دن کیا ہی" بولے "اسی دن آپ کے مرض الموت مین اشتداد ہوا تھا"[1]

آپ کی مبارک صحبتون کی یاد آتی تو صحابہ کرامؓ کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ انصار کی ایک مجلس مین گئے، تو دیکھا کہ سب لوگ رو رہے ہین سبب پوچھا تو بولے کہ ہم کو آپ کی مجلس یاد آگئی" حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ واقعہ آپ کی بیماری کے زمانہ کا ہی جس مین انصار کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر اس مرض مین آپ کا وصال ہوا تو پھر آپ کی مجلس میسر نہ ہوگی اس لیے وہ اس غم مین رو پڑے،

حضرت محمد ابن عمرؓ جب رسول اللہ صلعم کا تذکرہ فرماتے تھے تو آنکھون سے آنسو جاری ہوجاتے تھے[2]

اہلبیت اور رسول اللہ صلعم کے اعزہ واقارب کی عزت ومحبت | رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابہ کرام اہلبیت کی بھی نہایت عزت ومحبت کرتے تھے، ایک بار امام باقر حضرت جابر بن عبداللہ کی خدمت مین حجۃ الوداع کی کیفیت پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوئے، [illegible] اگرچہ وہ طالب العلمانہ اور

[1] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۱، تذکرہ مالک بن تمیمؓ، [2] مسلم کتاب التوبۃ باب توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ، [3] بخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلعم اقبلوا من محسنہم وتجاوزوا عن مسیئہم، [4] اصابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

Marfat.com

نیازمندانہ حیثیت سے آئے تھے، تاہم حضرت جابر بن عبداللہؓ نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا، پہلے اُن کے سر کی طرف ہاتھ بڑھایا، اور اُن کے اوپر اور نیچے کے دانتوں کے بیچ سینے پر ہاتھ رکھا اور مرحبا کہا، پھر اصل مسئلہ پر گفتگو کرنے کی اجازت دی،[1]

ایک بار ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ "مچھر کا خون جو کپڑے پر لگجاتا ہے اس کا کیا حکم ہے"؟ بولے "ان کو دیکھو رسول اللہ صلعم کے نواسے کو تو شہید کروالا اور مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں"[2]

رسول اللہ صلعم کے انتقال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکرؓ ایک راستے سے گذرے، دیکھا کہ حضرت حسن علیہ السلام کھیل رہے ہیں، اُٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور یہ شعر پڑھا:-

وَابِی شبہ النبی لیس شبیہا بالعلی

میرا باپ تم پر قربان کہ رسول اللہ صلعم کے ہمشکل ہو، علیؓ کے مشابہ نہیں، حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے، وہ ہنس پڑے[3]

ایک دن حضرت ابوہریرہؓ امام حسن علیہ السلام سے ملے اور کہا کہ "ذرا پیٹ کھولیئے جہاں رسول اللہ صلعم نے بوسہ دیا تھا وہیں میں بھی بوسہ دونگا"، چنانچہ انھوں نے پیٹ کھولا اور انھوں نے وہیں بوسہ دیا،[4]

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام آنکلے اور سلام کیا، سب نے سلام کا جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ خاموش رہے جب سب چپ ہوئے تو بآواز بلند کہا "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" یہ کہکر سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ "میں تمھیں بتاؤں کہ زمین کے رہنے والوں میں آسمان والوں کو سب سے

[1] ابوداؤد کتاب المناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلعم [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین رضی [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۸ [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۲۷

Marfat.com

محبوب شخص کون ہے؟ یہی جو جا رہا ہے، جنگ صفین کے بعد سے انھوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی اگر وہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے"[1]

حضرت ابو الطفیلؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے دوست ابو الحسن کے غم میں تمھارا کیا حال ہے؟ بولے "موسیٰ کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا"[2]

حضرت فاطمہؓ نے جب حضرت ابو بکرؓ سے رسول اللہ صلعم کی وراثت کا مطالبہ کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق جتائے تو حضرت ابو بکرؓ نے اس موقع پر جو تقریر کی اس میں خاص طور پر اہلبیت کی محبت کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، رسول اللہ صلعم کی قرابت کے حقوق کا لحاظ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ ہے" اور لوگوں کو بھی ان کے حقوق کے لحاظ رکھنے کا حکم دیا[3]

ایک بار حضرت عباسؓ نے ایک معاملہ میں حضرت عمرؓ سے اصرار کیا، اور کہا کہ "یا امیر المومنین! اگر موسیٰ کے چچا آپ کے پاس مسلمان ہو کر آتے تو آپ کیا کرتے؟" بولے "ان کے ساتھ سلوک کرتا" حضرت عباسؓ نے کہا "تو پھر میں رسول اللہ صلعم کا چچا ہوں" بولے "اے ابو الفضل آپ کی کیا رائے ہے؟ خدا کی قسم آپ کے باپ مجھے اپنے باپ سے زیادہ محبوب ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کو میرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور میں رسول اللہ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں"

حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ الگ حضرت عثمانؓ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کرا دیا، لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ کوئی شخص تابوت کے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ [2] اغانی باب تذکرہ حضرت ابو الطفیلؓ [3] صحیح بخاری کتاب المناقب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلعم۔

Marfat.com

پاس نہین جا سکتا تھا، خود بنو ہاشم کو لوگون نے اس طرح گھیر لیا کہ حضرت عثمانؓ نے پولیس کے ذریعہ سے ان کو ہٹایا[1]، عرب مین جب قحط پڑتا تھا، تو حضرت عمرؓ انکے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ "خداوندا ہم پہلے اپنے پیغمبر کو وسیلہ بناتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اور اب اپنے پیغمبر کے چچا کو وسیلہ بناتے ہین ہمارے لیے پانی برسا"[2]

ایک بار حضرت عمرؓ نے شفا بنت عبداللہ عدویہ کو بلا بھیجا، وہ آئین تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود ہین کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دونون کو ایک ایک چادر دی لیکن شفا کی چادر کم درجہ کی تھی، اس لیے اُنھون نے کہا کہ "مین عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچازاد بہن ہون آپ نے مجھے خاص اس غرض کے لیے بلایا تھا اور عاتکہ تو یون ہی آگئی تھین" بولے "مین نے یہ چادر تمھارے ہی دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آگئین تو مجھے رسول اللہ کی قرابت کا لحاظ کرنا پڑا"[3]

حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ حضرت خدیجہؓ کے بیٹے تھے، صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہ نے ان کی پرورش فرمائی تھی، جب اُن کے بیٹے کا بصرے مین مرض طاعون انتقال ہوا تو پہلے اُن کا جنازہ نہایت کس مپرسی کی حالت مین اٹھایا گیا، لیکن اس حالت کو دیکھکر ایک عورت نے پکارا واھند بن ھنداہ وابن ربیب رسول اللہ، یہ سننا تھا کہ لوگ اپنے مُردون کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر اُن کے جنازہ مین شریک ہو گئے[4]

قبیلہ بنو زہرہ مین چونکہ رسول اللہ صلعم کی ننہال تھی، اس لیے حضرت عائشہؓ اس قبیلہ کے پاس خاطر کا نہایت لحاظ کرتی تھین، چنانچہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عباسؓ [2] بخاری کتاب المناقب ذکر عباس بن عبدالمطلبؓ [3] اصابہ تذکرہ عاتکہ بنت اسیدؓ [4] اصابہ تذکرہ ہندؓ بن ابی ہالہ

Marfat.com

ناراض ہوئین تو انھون نے اسی قبیلہ کے چند بزرگون کو شفیع بنایا،

رسول اللہ صلعم کے دوستون کی عزت اور محبت

رسول اللہ صلعم جن لوگون سے محبت رکھتے تھے صحابۂ کرام بھی ان کی نہایت توقیر و عزت کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت اسامہؓ کا عطیہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر فرمایا، تو انھون نے اعتراض کیا کہ "آپ نے اسامہؓ کو مجھ پر کیون ترجیح دی، وہ تو کسی جنگ مین مجھ سے آگے نہین رہے"، بولے "زید تمھارے باپ سے زیادہ رسول اللہ صلعم کو محبوب تھے، اور آپ اسامہؓ کی محبت تم سے زیادہ کرتے تھے، اس لیئے مین نے اپنے محبوب پر رسول اللہ صلعم کے محبوب کو ترجیح دی[1]"۔

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کے گوشے مین دامن گھسیٹتا ہوا پھر رہا ہے، بولے یہ کون شخص ہے؟ ایک آدمی نے کہا "آپ ان کو نہین پہچانتے، یہ محمد بن اسلم ہین" حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سن کر گردن نیچے جھکالی، اور زمین پر ہاتھ مار کر کہا "اگر رسول اللہ صلعم ان کو دیکھتے تو ان کی محبت کرتے"۔

صحابۂ کرام نہ صرف آپ کے دوستون کی عزت کرتے تھے بلکہ آپ نے جن غلامون کو آزاد کر کے اپنا مولیٰ بنالیا تھا، ان کے ساتھ بھی نہایت لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جن غلامون کے ناک کان کاٹ لیے گئے ہین یا جن کو جلا دیا گیا ہو وہ آزاد ہین اور اللہ اور اس کے رسول کے مولیٰ ہین" لوگ یہ سن کر ایک خواجہ سرا کو لائے، جس کا نام صفدر تھا، آپ نے اس کو آزاد کر دیا، آپ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین آتا تو دونون بزرگ اس کے ساتھ

[1] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش و مسلم و ترمذی کتاب المناقب مناقب زید بن حارثہ و بخاری کتاب المغازی ذکر اسامہ بن زیدؓ

Marfat.com

عمدہ سلوک کرتے، اس نے ایک بار مصر جانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو خط لکھ دیا کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کے موافق اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا،[1]

شوق زیارتِ رسولؐ صحابۂ کرام کے دل رسول اللہ صلعم کے شوقِ زیارت سے لبریز تھے، اس لیے جب زیارت کا وقت قریب آتا تو یہ جذبہ اور بھی ابھر جاتا، اور اس کا اظہار مختلف نغمہ سنجیون کی صورت مین ہوتا،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب اپنے رفقار کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو سب کے سب ہم آہنگ ہوکر زبانِ شوق سے یہ رجز پڑھنے لگے،

غدا نلقی الاحبہ　　محمدا وحزبہ

ہم کل اپنے دوستون یعنی محمد اور اُن کے گروہ سے ملین گے[2]

مصافحہ کی رسم سب سے پہلے ان ہی لوگون نے ایجاد کی جو اظہار شوق ومحبت کا ایک لطیف ذریعہ ہے،

دربار نبوت کی غیر حاضری صحابہ کے نزدیک بڑا جرم تھا، یمان حذیفہؓ کی والدہ نے پوچھا کہ "تم نے کب سے رسول اللہ صلعم کی زیارت نہین کی"؟ بولے "اتنے دنون سے" اس پر انھون نے ان کو بُرا بھلا کہا، تو بولے، کہ "مجھے آپ کی خدمت مین جانے دو، تاکہ آپ کے ساتھ مغرب پڑھون اور اپنے اور تمھارے لئے استغفار کی درخواست کرون[3]"

آپ کے وصال کے بعد یہی شوق تھا جو صحابۂ کرام کو آپ کے مزار کی طرف کھینچ لاتا تھا، ایک بار حضرت ابو ایوب انصاریؓ آئے اور مزار پاک پر اپنے رخسار رکھدیئے، مروان نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۲۵، دوسری روایت مین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ اسکی اور اس کے اہل وعیال کی بیت المال سے کفالت کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ نے گورنر مصر کو لکھا تھا کہ اس کو کچھ زمین دے دی جائے۔ لیکن اس روایت مین اس کے نام کی تصریح نہیں ہی، ممکن ہی کہ یہ دوسرا غلام ہو صفحہ ۹۲ جلد ۲ [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۲۳، [3] ترمذی کتاب المناقب فضائل الحسنؓ والحسینؓ،

Marfat.com

دیکھا تو کہا کچھ خبر ہے یہ کیا کرتے ہو؟ بولے "میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"[1]

شوق دیدارِ رسول؟

رسول اللہ صلعم کا دیدار ازدیادِ ایمان کا باعث ہوتا تھا، اس بنا پر صحابہ کرامؓ اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے، جب آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو شیدائیانِ مین جن لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے، لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتابِ نبوت کے دیدار سے اپنا ایمان تازہ کیا[2]،

حجۃ الوداع میں مشتاقانِ دیدار نے آفتابِ نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں لے لیا، بدو آآکر شربتِ دیدار سے سیراب ہوتے تھے، اور کہتے تھے "یہ مبارک چہرہ ہے"[3]،

آپ نے مرض الموت کے زمانہ میں جب پردہ اٹھا کر جھانکا، اور صحابہ کرام کی نماز کی حالت ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابہ کرام پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ خشوعِ نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں :-

کان وجہہ ورقۃ مصحف ما	آپ کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف
رأینا منظرا کان اعجب الینا	تھا، ہم نے کوئی ایسا خوش گوار منظر
من وجہہ النبی صلعم حین	نہیں دیکھا جیسا اس وقت نظر آیا
وضح لنا[4]۔	جب آپ کا چہرہ مبارک نمایاں ہوا۔

بعض صحابہ کو آنکھیں صرف اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعہ دل اللہ صلعم کا دیدار ہوتا تھا، لیکن جب خدا نے ان کو اس شرف سے محروم کردیا، تو وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہوگئے۔

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۲ [2] بخاری باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من مس الذکر [4] مواہب لدنیہ بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ۔

Marfat.com

ایک صحابی کی آنکھین جاتی رہین، لوگ عیادت کو آئے تو اُنھون نے کہا کہ "ان سے مقصود: تو صرف رسول اللہ صلعم کا دیدار تھا، لیکن جب آپ کا وصال ہوگیا، تو اگر میرے عوض تبا لہ کی ہر نیان اندھی ہو جائین اور میری بینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہین[1]"

شوق صحبت رسول

رسول اللہ صلعم کا فیض صحبت ایک ایسی دولت جاودانی تھا، جس پر صحابہ کرام ہر قسم کے دنیوی مال و متاع کو قربان کر دیتے تھے، ایک بار آپ نے حضرت عمرو بن العاص رض سے فرمایا کہ "مین تمھین ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہون، خدا مال غنیمت دیگا تو تم کو معتد بہ حصہ دون گا"، بولے "مین مال کے لیے مسلمان نہین ہوا، صرف اس لیے اسلام لایا ہون کہ آپ کا فیض صحبت حاصل ہو[2]"

جو صحابہ دنیوی تعلقات سے آزاد ہو جاتے تھے، وہ صرف آستانہ نبوت سے وابستگی پیدا کر کے، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے تھے حضرت قیلہ رض بیوہ ہو گئین، تو بچون کو اُن کے چچا نے لے لیا، اب وہ تمام دنیوی جھگڑون سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک مین حاضر ہوئین اور آپ کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اُٹھاتی رہین[3]،

حضرت عمر رض مدینہ سے کسی قدر دور مقام عالیہ مین رہتے تھے، اس لیے روزانہ آپ کے فیض صحبت سے متمتع نہین ہو سکتے تھے، تاہم یہ معمول کر لیا تھا کہ ایک روز خود آتے تھے، اور دوسرے روز اپنے انصاری بھائی حضرت عتبان بن رض مالک کو بھیجتے تھے، کہ آپ کی تعلیمات و ارشادات سے محروم نہ رہنے پائین[4]،

---

[1] ادب المفرد باب العیادۃ من الرمد [2] ایضاً باب المال الصالح للمرء الصالح، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت قیلہ رض

[4] بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم، لیکن روایت مین حضرت عتبان رض بن مالک کا نام بتصریح مذکور نہین،

Marfat.com

دنیا مین آپکے فیض صحبت سے سیری نہ ہوئی تو بعض صحابہ نے خواہش کی کہ آخرت مین بھی آپ دولتِ جاودانی نصیب ہو حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ کے خادم تھے اور ہمیشہ سفر و حضر مین آپ کے ساتھ رہتے تھے، ایک بار آپ نے اُن سے کہا کہ "کچھ مانگو" بولے کہ "جنت مین آپ کی رفاقت" ارشاد ہوا "کچھ اور" بولے "صرف یہی ایک چیز" فرمایا "خوب نماز پڑھو تو یہ دولت نصیب ہوگی"[1]

رسول اللہ کی صحبت کا اثر

صحابۂ کرام چونکہ نہایت خلوص و صفائے قلب کے ساتھ آپ کے ارشاد و ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت مین حاضر ہوتے تھے، اس لیے ان پر آپکی صحبت کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا تھا، ایک بار حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ "یارسول اللہ! یہ کیا بات ہی کہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہین تو ہمارے دل نرم ہوجاتے ہین، زہد و آخرت کا خیال غالب ہوجاتا ہی، پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہین اہل و عیال سے ملتے جلتے ہین اور بچون کو سوتگھتے ہین تو وہ بات باقی نہین رہتی" ارشاد ہوا کہ اگر یہی حالت قائم رہتی تو فرشتے خود تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے"[2]

ایک بار حضرت حنظلہ اسیدیؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا کہ "حنظلہ منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ صلعم کے پاس ہوتے ہین اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہین تو ہمارے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہی، پھر گھر مین آکر اہل و عیال سے ملتے ہین اور کھیتی باڑی کے کام مین مصروف ہوتے ہین تو اس حالت کو بھول جاتے ہین" انھون نے کہا "ہمارا بھی یہی حال ہوتا ہی، چلو خود آپ کے پاس چلین" آپکی خدمت مین

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب وقت قیام النبی صلعم من اللیل، صاحب سیتعاب نے ان کے حال مین لکھا ہو کان یلزم رسول اللہ صلعم فی السفر والحضر،

[2] ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمہا، صفحہ ۱۵۴،

Marfat.com

حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا "اگر وہ حالت قائم رہتی تو فرشتے تمھاری مجلسوں میں، تمھارے بستروں پر، اور تمھارے راستوں میں آکر تم سے مصافحہ کرتے، اس حالت کا ہمیشہ قائم رہنا ضروری نہیں ہے"[1]

استقبال رسول

رسول اللہ صلعم نے ہجرت کی تو آپ کے ساتھ طبل و علم، لاؤ لشکر، خیمہ و خرگاہ کچھ نہ تھا، صرف سواری کی دو اونٹنیاں تھیں، اور ساتھ میں ایک جان نثار رفیق سفر تھا، لیکن یہ بے سر و سامان قافلہ جس دن مدینہ میں پہنچا، مدینہ مسرت کدہ بن گیا، عورتوں بچوں اور لونڈیوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا "رسول اللہ آئے، رسول اللہ آئے"، ہجرت کی خبر پہلے سے مدینہ میں پہنچ گئی تھی، اس لیے تمام مسلمان صبح کے وقت گھر سے نکل کر مدینہ کے باہر استقبال کے لیے جمع ہوتے، دوپہر تک انتظار کرکے واپس چلے جاتے، ایک دن حسب معمول سب لوگ انتظار کرکے چلے گئے، تو ایک یہودی قلعہ سے دیکھ کر بآواز بلند پکارا کہ "اہل عرب لو تمھارا شاہ مقصود آپہنچا"، تمام صحابہ دفعۃً اُبل پڑے اور ہتھیار سج کر گھروں سے نکل آئے آپ قبا میں تشریف لائے، اور خاندان بنو عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو تمام خاندان نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا، انصار ہر طرف سے آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے تھے[2] جن لوگوں نے رسول اللہ صلعم کو ابتک نہیں دیکھا تھا وہ شوق دید میں بیتاب تھے لیکن آپ کو پہچان نہیں سکتے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے دھوپ سے بچانے کے لیے آپ کے سر پر چادر تانی، تو سب کو اس کے سایہ میں آفتاب نبوت نظر آیا،

آپ قبا سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف چلے تو جان نثاروں کا جھرمٹ ساتھ تھا، ایک مقام پر آپ ٹھہر گئے، اور انصار کو طلب فرمایا، سب لوگ حاضر ہوئے اسلام عرض کیا

[1] ترمذی ابواب الزہد ص ۱۲۴، [2] طبقات جلد سیرت نبوی صفحہ ۱۵۸،

Marfat.com

اور کہا کہ "سواہو جیئے کوئی خطرہ نہین، ہم لوگ فرمان برداری کے لیے حاضر ہین"، آپ انصار کی تلوار کے سایہ مین روانہ ہوئے،

قبا سے مدینہ تک دو رویہ جان نثار دن کی صفین تھین، راہ مین انصار کے خاندان آتے تو ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا کہ "حضور یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ طاقت ہے" کوکبۂ نبوت شہر کے متصل پہنچا تو ایک عام غل پڑ گیا، لوگ بالاخانے سے جھانک جھانک کر دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ "رسول اللہ آئے"، "رسول اللہ آئے"، پردہ نشین خاتونین جوش مسرت مین یہ ترانہ گاتی تھین،

طلع البدر علینا — کوہِ وداع کی گھاٹیون کے برج سے
من ثنیات الوداع — بدر کامل طلوع ہوا ہے،
وجب الشکر علینا — جب تک دعا کرنے والے دعا کرین ہم پر۔
مادعی اللہ داعی — شکر واجب ہے،

جب آپ کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دروازہ پر بیٹھ گئی تو قبیلۂ بنو نجار کی چھوکریان دف بجا بجا کر یہ شعر گانے لگین :-

نحن جوار من بنی النجار — ہم خاندان نجار کی لڑکیان ہین
یاحبذا محمدا من جار — محمد کیسے اچھے ہمسایہ ہین،

ضیافت رسول اگر خوش قسمتی سے کبھی صحابہ کرام کو رسول اللہ صلعم کی ضیافت و میزبانی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا، تو وہ نہایت عزت محبت اور ادب و احترام کیساتھ اس فرض کو بجالاتے تھے، ایک بار ایک انصاری نے خدمت مبارک مین گذارش کی کہ "حضور نہایت

لہ بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ جلد سیرۃ نبوی ذکر ہجرت سلہ وفاء الوفا جلد ۱ صفحہ ۱۸۰

Marfat.com

رحیم وشحیم آدمی ہون، آپ کے ساتھ نماز مین شریک نہین ہوسکتا، آپ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز ادا فرمائیے تاکہ مین اسی طرح نماز پڑھا کرون" انھون نے پہلے سے کھانا بھی تیار کرا رکھا تھا، چنانچہ آپ تشریف لائے، اور دو رکعت نماز ادا فرمائی،

ایک بار آپ ام سلیمؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، انھون نے کھانا کھلایا، اور بیٹھکر آپ کے سر سے جوئین نکالین[۲]،

ایک روز آپ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت ابوالہیثم بن التیہان انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ باہر گئے ہوئے تھے، آئے تو آپ سے لپٹ گئے اور قربان ہونے لگے، پھر سب کو باغ مین لے گئے، فرش بچھایا، اور کھجورین توڑکر آپکے سامنے رکھدین کہ خود دستِ مبارک سے چُن چُن کر تناول فرمائین، اس کے بعد اُٹھے، اور ایک بکری ذبح کی، اور سب نے خوب سیر ہوکر کھایا[۳]،

ایک روز آپ نے حضرت جابرؓ کے مکان پر تشریف لیجانیکا وعدہ کیا، انھون نے نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کی دعوت کا سامان کیا، اور بی بی سے کہا "دیکھو رسول اللہ صلعم آنے والے ہین تمھاری صورت نظر نہ آئے، آپ کو کوئی تکلیف نہ دینا، آپ سے بات چیت نہ کرنا" آپ تشریف لائے تو بستر بچھایا، تکیہ لگایا، آپ مصروف خواب استراحت ہوئے، تو غلام سے کہا آپ کے جاگنے سے پیشتر بکری کے اُس بچے کو ذبح کرکے پکالو، ایسا نہ ہو کہ آپ منہ ہاتھ دھونے کے ساتھ ہی روانہ ہو جائین" آپ بیدار ہوکر منہ ہاتھ دھونے سے فارغ ہوئے تو فوراً دسترخوان سامنے آیا، آپ کھانا کھاتے تھے اور قبیلۂ بنو سلمہ کے تمام لوگ دور ہی دور سے آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے تھے، کہ قریب آتے تو شاید آپ کو تکلیف ہوتی، آپ کھانے سے فارغ ہوکر

---

[۱] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوۃ علی الحصیر [۲] ایضاً کتاب الجہاد باب فی رکوع البحر فی الغزو،
[۳] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۳۹۱،

Marfat.com

روانہ ہوئے تو ان کی بی بی نے پردہ سے کہا" یارسول اللہ! مجھ پر اور میرے شوہر پر درود بھیجتے جائیے،، آپ نے فرمایا،، خدا تم پر اور تمھارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے[1]"

ایک بار آپ حضرت سعدؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، انھوں نے آپکو غسل کرایا، نہانے کے بعد زعفرانی رنگ کی چادر اڑھائی، پھر کھانا کھلایا، آپ رخصت ہوئے تو سواری حاضر کی اور اپنے بیٹے کو ساتھ کر دیا کہ گھر تک پہنچا آئیں[2]،

کبھی کبھی آپ خود کسی چیز کی خواہش ظاہر فرماتے اور صحابہ کرام اس کو تیار کر کے پیش کرتے، ایک بار آپ نے فرمایا" کاش میرے پاس گیہون کی سفید روٹی، گھی اور دودھ مین چپڑی ہوئی ہوتی" ایک صحابی فوراً اٹھے اور تیار کرا کے لائے[3]،

بعض صحابیات خود کوئی نئی چیز پکا کر آپ کی خدمت مین پیش کرتی تھین، ایک بار حضرت ام المنذرؓ نے آٹا چھانا اور اس کی چپاتیان تیار کر کے آپ کی خدمت مین پیش کین[4] آپ نے فرمایا" یہ کیا ہے"؟ بولین" ہمارے ملک مین اسی کا رواج ہی، مین نے چاہا کہ آپکے لیے بھی اسی قسم کی چپاتیان تیار کرون،، لیکن آپ نے کمال زہد و تقشف سے فرمایا کہ "آٹے مین چوکر ملا لو پھر گوندھو[5]"

نعت رسول قرآن مجید کے مواعظ اور رسول اللہ صلعم کے کلمات طیبہ نے اگرچہ عہد صحابہ مین شاعری کے دفتر پر پانی پھیر دیا تھا، تاہم بلبلان باغ قدس آپ کی مدح مین کبھی کبھی زمزمہ خوان ہو جاتے تھے، اور چونکہ یہ اشعار سچے دل سے نکلتے تھے، اور سچی تعریف پر مشتمل ہوتے تھے، اس لیے دلون پر اثر ڈالتے تھے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت کعب بن زہیرؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ خاص مشغلہ تھا، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے چند مدحیہ اشعار

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۹۰ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان [3] ایضاً کتاب الاطعمہ باب فی الجمع بین الکوعین من الطعام، [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الحواری،

Marfat.com

بخاری مین مذکور ہین،

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ　　اذا انشق معروف من الفجر ساطع

ہم مین خدا کا پیغمبر ہے جب صبح نمودار ہوتی ہے تو خدا کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے،

اراانا الھدی بعد العمی فقلوبنا　　بہ موقنات ان ما قال واقع

گمراہی کے بعد اس نے ہم کو راہ راست دکھائی اس لیے ہمارے دلون کو یقین ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ ضرور ہو کے رہیگا

یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ　　اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع[۱]

وہ راتون کو شب بیداری کرتا ہے، حالانکہ اس وقت مشرکین گہری نیند مین سوتے ہین،

حضرت کعب بن زہیرؓ جب آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد آپ کے سامنے پڑھا، تو آپ نے اس کو سن کر صحابہ سے فرمایا کہ "اس کو سنو"[۲]

ایک صحابیہ کی شادی مین چھوکریان دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گانے لگین، ان مین سے ایک نے یہ مصرع گایا :-

وفینا نبی یعلم ما فی غد　　ہم مین ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے

تو آپ نے روکدیا اور کہا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھین"[۳]

حضرت ابو حمامہ سلمیؓ شاعر تھے، انھون نے ایک بار عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مین نے آپ کی اور خدا کی مدح و ثنا لکھی ہے، آپ نے فرمایا کہ "خدا کی تعریف مین جو کچھ لکھا ہے سناؤ اور میری مدح کو چھوڑ دو"[۴]

رضامندیِ رسولؐ

صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم کی ناراضی سے سخت گھبراتے تھے، اور اس سے پناہ مانگتے تھے، ایک بار کسی نے حضرت عباسؓ کے آباؤ اجداد مین سے کسی کو برا بھلا کہا،

---

[۱] بخاری ابواب الوتر باب فضل من تعار من اللیل فصلی [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت کعب بن زہیرؓ [۳] بخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمہ، [۴] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ابن ابی حمامہؓ السلمی،

Marfat.com

آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ "عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں عباسؓ سے ہوں ہمارے مُردوں کو بُرا بھلا نہ کہو جس سے ہمارے زندوں کے دِل دُکھیں" یہ سُن کر صحابہؓ نے کہا کہ "ہم آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتے ہیں ہمارے لیے استغفار کیجیے"[1]

ایک بار کسی نے آپ سے آپ کے روزے کے متعلق سوال کیا جس پر آپ کو غصہ آگیا حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو کہا :-

رضینا باللہ ربا وبالاسلام	ہم نے خدا کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا
دینا وبمحمد نبینا نعوذ	دین اور محمد کو اپنا پیغمبر بنایا ہے، اور
باللہ من غضب اللہ وغضب	خدا اور خدا کے رسول کے غصہ سے پناہ
رسولہ،	مانگتے ہیں،

اسی فقرے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ آپ کا غصہ اتر گیا[2]

اس لیے اگر آپ کسی ناگوار واقعہ سے کبیدہ ہو جاتے تھے، تو صحابہ کرام ہر ممکن تدبیر سے آپ کو راضی کرنا چاہتے تھے، آپ نے ازواجِ مطہرات سے ایلاء کیا تو تمام صحابہ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا حضرت عمرؓ نے آپ کو راضی کرنا چاہا، اور درِ دولت پر تشریف لے گئے، دربان نے بے التفاتی کی تو سمجھے کہ شاید آپ کو یہ خیال ہے کہ لڑکی (حفصہؓ) کی خاطر آئے ہیں اس لیے دربان سے کہا کہ "اگر آپ کا یہ خیال ہے تو کہدو کہ خدا کی قسم آپ حکم دیں تو حفصہ کی گردن اڑا دوں"

حضرت ابوبکرؓ کو پہلے سے بارہا چکا تھا، حضرت عمرؓ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلعم کے ہنسانے کے لیے کہا کہ اگر بنت خارجہ (حضرت ابوبکرؓ کی بی بی) مجھ سے نان ونفقہ طلب کریں تو میں اُٹھ کے ان کی گردن توڑ دیتا، آپ ہنس پڑے اور ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ

---

[1] نسائی کتاب الایمان باب القود من اللطمۃ [2] ابوداؤد کتاب الصیام باب فی صوم الدہر تطوعا،

Marfat.com

کرکے فرمایا "یہ لوگ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہین" دونون بزرگ اُٹھے اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کی گردن توڑنی چاہی اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہین ہی"[1]

حضرت کعب بن مالکؓ سے جب آپ نے ناراض ہوکر قطع کلام کرلیا اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا، تو ان کو سب سے زیادہ آپ کی رضامندی کی فکر تھی، آپ نماز کے بعد مسجد مین تھوڑی دیر تک بیٹھا کرتے تھے، اس حالت مین وہ آتے اور سلام کرتے اور دل مین کہتے کہ لبہائے مبارک کو سلام کے جواب مین حرکت ہوئی یا نہین؟ پھر آپ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیون سے آپ کی طرف دیکھتے جاتے[2]

آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو تمام بیبیان ساتھ تھین، سو اتفاق سے راستہ مین حضرت صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، وہ رونے لگین، آپ کو خبر ہوئی تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے اُن کے آنسو پوچھے، آپ جس قدر اُن کو رونے سے منع فرماتے تھے اسی قدر وہ اور زیادہ روتی تھین، جب کسی طرح چپ نہ ہوئین، تو آپ نے ان کو سرزنش فرمائی، اور تمام لوگون کو منزل کرنے کا حکم دیا، اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، حضرت صفیہؓ کو خیال ہوا کہ آپ ناراض ہوگئے، اس لیے آپ کی رضامندی کی تدبیرین اختیار کین، اس غرض سے حضرت عائشہؓ کے پاس گئین اور کہا کہ "آپ کو معلوم ہی کہ مین اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضہ مین نہین دے سکتی، لیکن اگر آپ رسول اللہ صلعم کو مجھ سے راضی کردین تو مین اپنی باری آپ کو دیتی ہون"، حضرت عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی، اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ مین رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا کہ خوشبو اور پھیلے، اس کے بعد بن سنور کر

---

[1] مسلم کتاب الرضاع باب بیان ان تخییر امراتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ وباب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرہن وقولہ تعالیٰ ان تظاہرا علیہ [2] بخاری کتاب المغازی ذکر غزوہ تبوک،

Marfat.com

آپ کے پاس گئین اور خیمہ کا پردہ اُٹھایا تو آپ نے فرمایا کہ "عایشہ یہ تمھارا دن ہمین ہے" بولین :-

ذٰلک فضل اللہِ یوتیہ — یہ خدا کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے

من یشاءُ[1] — دیتا ہے،

آپ اکثر اپنی ناراضی کا اظہار علانیہ طور پر نہین فرماتے تھے لیکن جب صحابہؓ کو آپکے چشم و ابرو سے اس کا احساس ہوجاتا تھا تو فوراً آپ کو راضی کرتے تھے، ایک بار آپ ایک راستہ سے گزرے، راہ مین ایک بلند خیمہ نظر سے گزرا تو فرمایا "یہ کس کا ہے"؟ لوگون نے ایک انصاری کا نام بتایا، آپ کو یہ شان و شوکت ناگوار ہوئی، مگر اس کا اظہار نہین فرمایا، کچھ دیر کے بعد انصاری بزرگ آئے اور سلام کیا، لیکن آپ نے ناراضی سے مُنہ پھیر لیا، بار بار یہی واقعہ پیش آیا تو اُنھون نے دوسرے صحابہ سے آپ کی ناراضی کی شکایت کی، ناراضی کا سبب معلوم ہوا تو اُنھون نے خیمہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا[2]،

ناراضی کے بعد اگر رسول اللہ صلعم خوش ہوجاتے تو گویا صحابہ کرام کو دولت جاوید مل جاتی، ایک بار آپ سفر مین تھے حضرت ابو ہیثم غفاری کی اونٹنی آپ کے ناقہ کے پہلو بہ پہلو جا رہی تھی، حضرت ابو ہیثمؓ کے پاؤن مین سخت چمڑی کے جوتے تھے، اونٹنون مین فراہمت ہوئی تو اُن کے جوتے کی نوک سے آپ کی ساق مبارک مین خراش آگئی، اور آپنے اُن کے پاؤن مین کوڑا مار کر کہا "تم نے مجھے دکھ دیا پاؤن ہٹاؤ"، وہ سخت گھبرائے کہ کہین میرے بارے مین کوئی آیت نازل نہ ہوجائے، مقام جعرانہ مین پہنچے تو گوان کی اونٹنی چرانے کی باری نہ تھی، تاہم اس خوف سے کہ کہین رسول اللہ صلعم کا قاصد میرے بلانے کے لیئے نہ آجائے صحرا

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۳۸ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی البناء،

Marfat.com

مین اونٹ چرانے کے لئے نکل گئے، شام کو پلٹے تو معلوم ہوا کہ آپ نے طلب فرمایا تھا، مضطربانہ حاضرِ خدمت ہوے، آپ نے فرمایا "مجھے تم نے اذیت پہنچائی" اور مین نے بھی تمھین کوڑا مارا جس سے تمھین اذیت پہنچی، اس کے عوض مین یہ بکریان لو،، اُن کا بیان ہی کہ آپ کی یہ رضامندی میرے لیے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب تھی[1]،

ماتم رسولؐ رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابۂ کرام کو جو محبت تھی، اس کا اثر آپ کی زندگی مین جن طریقون سے ظاہر ہوتا تھا، اس کا حال اوپر گذر چکا، لیکن آپ کی وفات کے بعد اس محبت کا اظہار صرف گریہ وبکا، آہ وفریاد اور نالہ وشیون کے ذریعہ سے ہوسکتا تھا، اور صحابۂ کرام نے آپ کے ماتم مین یہ دردانگیز صدائین اس زور سے بلند کین کہ مدینہ بلکہ گرد وپیش کے در ودیوار ہل گئے، آپ پر موت کے آثار بتدریج طاری ہوئے جمعرات کے دن مرض مین اشتداد پیدا ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو جب یہ دن یاد آتا تھا تو کہتے تھے کہ "جمعرات کا دن، جمعرات کا کون سا دن؟" وہ جسمین آپ کے مرض مین ترقی ہوئی،، نزع کا وقت قریب آیا تو غشی طاری ہوئی، حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو بے اختیار چیخ اٹھین، "واکرب اباہ،، "ہائے میرے باپ کی تکلیفین" آپ کا وصال ہوا تو یہ الفاظ کہہ کر آپ پر روئین "یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ، یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ، یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ" لوگ آپ کو دفن کرکے آئے تو اُنھون نے حضرت انسؓ سے نہایت دردانگیز لہجے مین پوچھا، کیون انسؓ! کیا رسول اللہؐ پر خاک ڈالنا تم کو گوارا تھا؟

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد مجھے کسی کا مرض الموت نہین کھلتا،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابو رہمؓ غفاری،

Marfat.com

یہ تو اہل بیت کی حالت تھی، اہل بیت کے علاوہ اور تمام صحابہ کا حلقہ ماتم مسجد نبوی مین قائم تھا، اور حضرت عمرؓ لوگون کو یقین دلا رہے تھے کہ ابھی آپ کا وصال ہی نہین ہو سکتا، حضرت ابوبکرؓ نے آکر یہ حالت دیکھی تو کسی سے بات چیت نہین کی سیدھے آپ کی لاش مبارک تک چلے گئے، منہ کھول کر آپ کے چہرۂ مبارک کو بوسہ دیا، اور روئے، وہان سے نکل کر لوگون کو سمجھایا تو سب کو آپ کی موت کا یقین آیا[1]،

ایک شخص صحابہ کے قلق و اضطراب کا یہ عالم دیکھ کر مدینہ سے عمان آیا، تو لوگون کو آپ کے وصال کی خبر دی اور کہا کہ "مین مدینہ کے لوگون کو ایسے حال مین چھوڑ آیا ہون کہ ان کے سینے دیگچی کی طرح اُبال کھا رہے ہین"[2]، حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ انصاریؓ کہتے ہین کہ رسول اللہؐ کے وصال کے وقت مین بچہ تھا، لوگ اپنے سرون اور کپڑون پر خاک ڈال رہے تھے اور مین ان کے گریہ و بکا کو دیکھ کر روتا تھا[3]،

مدینہ کے باہر جب یہ وحشتناک خبر پہنچی تو قبیلۂ باہلہ کے لوگون نے اس ماتم مین اپنے خیمے گرا دیئے اور متصل سات دن تک اُن کو کھڑا نہین کیا[4]،

تفویض الی الرسول صحابۂ کرامؓ نے اپنی ذاتی حیثیت بالکل فنا کر دی تھی، اور اپنی ذات اور اپنی آل و اولاد کو رسول اللہ صلعم کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ایک صحابیہ تھین اُن سے ایک طرف تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو نہایت دولتمند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے تھے دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے متعلق اُن سے گفتگو کی تھی، جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "جو مجھے دوست رکھتا ہی، چاہیے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے"، لیکن حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا، اور کہا کہ "میرا معاملہ آپ کے ہاتھ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ [2] اصابہ تذکرۂ خمیصہ [3] اصابہ تذکرۂ حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰؓ
[4] اصابہ تذکرہ جہم بن کلدہ باہلی،

Marfat.com

مین ہے، جس سے چاہیئے نکاح کردیجیئے،[1]

حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہؓ انصاری اپنی تین لڑکیون کے نکاح کے متعلق آپ کو وصیت کرگئے تھے، جن مین آپ نے حضرت فریعہؓ کا نکاح نبیط بن جابر سے کردیا،[2]

انصار کا یہ معمول تھا کہ آنحضرت صلعم کی رضامندی جانے بغیر اپنی بیواؤن کی شادی نہین کرتے تھے، ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا "تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو"، وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہوگئے، لیکن آپ نے فرمایا کہ "مین اپنے لیے نہین بلکہ جلیبیب کے لیے پیغام دیتا ہون" جلیبیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو عورتون کے ساتھ ظرافت اور مذاق کی باتین کیا کرتے تھے، اس لیئے صحابہ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے، انھون نے جلیبیب کا نام سنا تو بولے "اس کی ماں سے مشورہ کرلون"، ماں نے جلیبیب کا نام سنا تو انکار کیا، لیکن لڑکی نے کہا "رسول اللہ صلعم کی بات نامنظور نہین کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کردو آپ مجھے ضایع نہ کرینگے"[3]:-

ہیبت رسولؐ رسول اللہ صلعم کے وقار عظمت کی بنا پر صحابۂ کرام آپ کے سامنے اس قدر مرعوب ہوجاتے تھے کہ جسم مین رعشہ پڑجاتا تھا، ایک بار ایک صحابی نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن دو شخص جو مسجد کے ایک گوشہ مین تھے شریک نماز نہین ہوئے، آپ نے ان کو بازپرس کے لیئے طلب فرمایا، تو وہ اس قدر مرعوب ہوئے کہ جسم مین لرزہ پڑگیا،[4]

ایک صحابی نے آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے بات چیت کی لیکن ان پر اس قدر جلال نبوت طاری ہوا کہ جسم مین رعشہ پڑگیا، آپ نے فرمایا "گھبراؤ نہین مین تو اُس عورت کا لڑکا

---

[1] نسائی کتاب النکاح الخطبۃ فی النکاح۔ [2] اسد الغابہ تذکرہ فریعہ بنت ابی امامہ [3] مسند جلد ۴ صفحہ ۴۲۲،
[4] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فیمن صلی فی منزلہ ثم ادرک الجماعۃ یصلی معہم،

Marfat.com

ہون جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی[1]"

ایک بار ایک صحابیہ نے آپ کو مسجد مین اکڑوں بیٹھے ہوئے دیکھا، اُن پر آپ کے اس خضوع وخشوع کی حالت کا یہ اثر پڑا کہ کانپ اٹھین[2]،

اس رعب وداب کا یہ اثر تھا کہ صحابۂ کرام آپ کو کسی بات پر ٹوک نہین سکتے تھے

ایک بار آپ پر عصر یا ظہر کی نماز مین نسیان طاری ہوگیا، اور صرف دو رکعتین ادا فرمائین، بہت سے صحابہ مسجد سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ رکعاتِ نماز مین کمی کردی گئی، جماعت مین حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ بھی شریک تھے، لیکن آپ کی ہیبت سے کچھ پوچھ نہین سکتے تھے، بالآخر حضرت ذوالیدینؓ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ "آپ بھول گئے، یا نماز مین کمی ہوگئی" تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کی لیکن زبان نہ ہل سکی، بلکہ اشارون مین حضرت ذوالیدینؓ کی تائید کی[3]،

حضرت عمروؓ بن العاص فاتحِ مصر بڑے پایہ کے صحابی تھے، لیکن ان کا بیان ہے کہ "مین آپ کا حلیہ نہین بیان کرسکتا، کیونکہ مین نے آپ کو کبھی آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرأت نہین کی[4]"

آپ حجۃ الوداع مین ناقہ پر سوار ہوکر نکلے تو آپ کے ہاتھ مین درہ تھا، لوگون پر اس قدر ہیبت طاری تھی کہ کہتے تھے "طبطبیہ طبطبیہ" یعنی اس کوڑے سے بچتے رہو[5]،

صحابۂ کرام کے بچون تک کے رگ ورشہ مین آپ کا رعب وداب سرایت کرگیا تھا، ایک بار حضرت ابانؓ بچپن مین باپ کے ساتھ آپ کی خدمت مین گئے، آپ کا دہانہ رہ گیا تو

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب القدید [2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی جلسۃ رسول اللہ صلعم، [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب السہو فی السجدتین [4] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یہدم ماقبلہ وکذا الحج والہجرۃ [5] ابوداؤد کتاب النکاح باب تزویج من لم یولد،

Marfat.com

ان کے باپ نے پوچھا کہ "جانتے ہو کہ کون ہین"؟ بولے "نہین" کہا کہ "رسول اللہ صلعم ہین" یہ سننے کے ساتھ ہی ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، ان کا خیال تھا کہ آپکی شکل وصورت آدمیون سے مختلف ہوگی، لیکن ان کو نظر آیا کہ آپ بھی آدمی ہی ہین، اور آپ کے سر پر لمبے لمبے بال ہین[1]،

اطاعت رسولؐ صحابۂ کرام جس طوع ورضاء کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی اطاعت کرتے تھے، اس کے متعلق احادیث مین نہایت کثرت سے واقعات مذکور ہین، ذیل کے چند واقعات سے ان کا اندازہ ہوسکے گا،

ایک بار حضرت زینبؓ اپنے کپڑے رنگوا رہی تھین، آپ گھر مین آئے تو اُلٹے پاؤن واپس گئے، آپ نے اگرچہ مُنہ سے کچھ نہین فرمایا تھا، تاہم حضرت زینبؓ آپ کی نگاہِ عتاب کو تاڑ گئین، اور تمام کپڑون کے رنگ کو دھوڈالا،

آپ نے ایک صحابی کو ایک رنگین چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو فرمایا "یہ کیا ہے"؟ وہ سمجھ گئے کہ آپ نے ناپسند فرمایا، فوراً گھر مین آئے اور اس کو چولھے مین ڈال دیا[2]،

حضرت خریم اسدیؓ ایک صحابی تھے جو نیچی تہبند باندھتے تھے، اور لمبے لمبے بال رکھتے تھے، ایک روز آپ نے فرمایا "خریم اسدی کتنا اچھا آدمی تھا، اگر لمبے بال نہ رکھتا اور نیچی تہبند نہ باندھتا، ان کو یہ معلوم ہوا تو فوراً قینچی منگائی، اس سے بال کترے اور تہبند اونچی کرلی[3]،

بی بی سب کو عزیز ہے، لیکن جب آپ نے تخلفِ غزوۂ تبوک کی بناپر تمام مسلمانون کو حضرت کعب بن مالکؓ سے قطع تعلق کرلینے کا حکم دیا، اور اخیر مین ان کو بی بی سے بھی علٰحدگی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی، تو بولے "طلاق دیدون یا اور کچھ"، لیکن آپ کے قاصد نے کہا، صرف

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ [2] ابوداؤد، کتاب اللباس باب فی الحمرۃ [3] ایضاً باب اجاز فی اسبال الازار،

Marfat.com

علیحدگی مقصود ہے، چنانچہ اُنھون نے فوراً بی بی کو میکے مین بھیجدیا،

شادی بیاہ کا معاملہ نہایت نازک ہوتا ہی، لیکن صحابۂ کرام کو اطاعت رسولؐ نے ان معاملات مین غور و فکر کرنے سے بے نیاز کر دیا تھا، حضرت ربیعہ اسلمیؓ ایک نہایت مفلس صحابی تھے، ایک بار آپ نے اُن کو نکاح کرنے کا مشورہ دیا، اور کہا کہ "جاؤ انصار کے فلان قبیلہ مین نکاح کر لو"، وہ آئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے مجھے تمھارے یہان فلان لڑکی سے نکاح کرنے کے لیے بھیجا ہی" سب نے ان کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کا قاصد ناکام واپس نہین جا سکتا" چنانچہ فوراً انھون نے اُس کی تعمیل کی[1]

پابندی احکام رسولؐ

رسول اللہ صلعم کے جو احکام وقتی ہوتے تھے صحابۂ کرام فوراً ان کی تعمیل کرتے تھے، اور جو دائمی ہوتے ہمیشہ اُن کے پابند رہتے تھے، اور اس کے خلاف کبھی ان سے کوئی حرکت صادر نہین ہوتی تھی،

آپ کے زمانہ مین عورتین بھی شریک جماعت ہوتی تھین، اس حالت مین اقتضائے کمالِ عفت و عصمت یہ تھا کہ ان کے لیے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کر دیا جائے، اس بنا پر

آپ نے ایک زریں ارشاد فرمایا :-

لو ترکنا ھذا الباب للنساء، — کاش ہم یہ دروازہ صرف عورتون کے لیے چھوڑ دیتے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ تا دمِ مرگ اُس دروازہ سے مسجد مین داخل نہین ہوئے[2]

رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا :-

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک [2] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۰ [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذلک

Marfat.com

من نزار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم

جو شخص کسی قوم کے یہان جائے، وہ ان کی امامت نہ کرے بلکہ خود اسی قوم کا کوئی شخص ان کی امامت کرے،

ایک بار حضرت مالک بن حویرثؓ ایک قوم کی مسجد مین آئے، لوگون نے امامت کی درخواست کی، تو انھون نے انکار کردیا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہی[1]،

ایک بار حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے، ایک قریشی نوجوان سامنے سے گذرا انھون نے اس کو ڈھکیل دیا، وہ باز نہ آیا، پھر ڈھکیلا، وہ نہ رکا، تیسری بار پھر ڈھکیلا، نماز پڑھ چکے، تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ آدمی کو اگرچہ کوئی چیز توڑ نہین سکتی، تاہم اگر کوئی چیز سامنے آجائے، تو جہان تک ممکن ہو، اس کو دفع کرو، کیونکہ وہ شیطان ہی[2]،

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جس شخص نے غسل جنابت مین ایک بال کو بھی خشک چھوڑ دیا، اس پر دوزخ مین یہ یہ عذاب ہوگا"، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے سر جس شدت سے عمل کیا اس کو خود انھون نے بیان کیا ہی :-

فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی[3]،

یعنی اسی دن سے مین نے اپنے سر سے دشمنی کرلی، دشمنی کرلی، (یعنی برابر بال ترشواتے رہے)

رسول اللہ صلعم نے شوہر کے علاوہ اور اعزہ کے ماتم کے لیئے صرف تین دن مقرر فرمائے تھے، صحابیات نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب حضرت زینبؓ

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب امامۃ الزائر،
[2] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من قال لا یقطع الصلوۃ شی،
[3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی غسل من الجنابۃ، حدیث مین ہی کہ یہ فقرہ انھون نے تین بار فرمایا،

Marfat.com

بنت جحش ؓ کے بھائی کا انتقال ہوگیا، تو (غالباً چوتھے دن) انھوں نے خوشبو لگائی، اور کہا کہ "مجھکو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے آپ سے منبر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی"۔

جب حضرت ام حبیبہ ؓ کے والد نے انتقال کیا تو انھوں نے تین روز کے بعد اپنے رخسار پر خوشبو ملی، اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف اس حکم کی تعمیل مقصود تھی[1]"

پہلے یہ دستور تھا کہ جب صحابہ کرام ؓ سفر جہاد میں منزل پر قیام فرماتے تھے، تو ادھر ادھر پھیل جاتے تھے، ایک بار آپ نے فرمایا کہ "یہ تفرق و تشتت شیطان کا کام ہے"۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے اس کی اس شدت کے ساتھ پابندی کی کہ جب منزل پر اترتے تھے تو اتنا سمٹ جاتے تھے کہ اگر ایک چادر ان پر ڈال دی جائے تو سب اسکے نیچے آجائے[2]۔

رسول اللہ صلعم نے تجارت کے متعلق جو احکام جاری فرمائے تھے ان میں ایک یہ تھا

لا یبیع حاضر لباد — شہری آدمی بدوی کا مال نہ بیچے

(یعنی اس کا دلال نہ بنے)

ایک بار ایک بدو کچھ مال لیکر آیا تو حضرت طلحہ ؓ بن عبید اللہ کے یہاں اترا، لیکن انھوں نے کہا کہ "میں خود تو تمھارا سودا نہیں کرا سکتا، البتہ بازار میں جاؤ خریدار کی تلاش کرو میں صرف مشورہ دیدوں گا[3]"

حضرت حذیفہ ؓ کے سامنے مدائن کے ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی پیش کیا انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو منع کیا تھا، یہ باز نہ آیا، رسول اللہ صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[4]"

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب عدا والمتوفی عنہا زوجہا [2] ایضاً کتاب الجہاد باب فی السرعۃ [3] ایضاً کتاب البیوع باب فی النہی ان یبیع حاضر لباد [4] ایضاً کتاب الاشربۃ باب الشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ

Marfat.com

رسول اللہ صلعم نے پہلے یمن کی گورنری پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو روانہ فرمایا، اُن کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا، حضرت معاذ بن جبلؓ آئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے سامنے ایک مجرم کو دیکھا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے سواری سے اترنے کے لیے کہا، لیکن انھوں نے مجرم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا یہ کون ہے؟ بولے یہودی تھا، اسلام لاکر مرتد ہوگیا ہے، فرمایا "جب تک خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق قتل نہ کردیا جائے گا، میں نہ بیٹھوں گا"، انھوں نے بیٹھنے پر اصرار کیا، لیکن ان کا یہی جواب تھا، چنانچہ جب وہ قتل ہوچکا تو سواری سے اترے[1]

ایک بار حضرت ابوبکرؓ ایک مجلس میں آئے، ایک شخص نے اُٹھ کر ان کے لیے اپنی جگہ خالی کردی، تو انھوں نے اس کی جگہ بیٹھنے سے انکار کیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے منع فرمایا ہے[2]،

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک سائل آیا، انھوں نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا، پھر اس کے بعد ایک خوش لباس شخص آیا، تو انھوں نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا، لوگوں نے اس تفرق پر اعتراض کیا تو بولیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے:-

انزلوا الناس منازلھم[3]، ہر شخص سے اس کے درجہ کے مطابق برتاؤ کرو،

ایک بار آپ مسجد سے نکل رہے تھے، دیکھا کہ راستے میں مرد اور عورتیں مل جل کے چل رہے ہیں، عورتوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، "پیچھے رہو، تم وسط راہ سے نہیں گذر سکتیں" اس کے بعد یہ حال ہوگیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے سے چلتی تھیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے تھے[4]،

---

[1] ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فی من ارتد، لیکن اس کے بعد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو تقریباً ۲۰ دن تک سمجھایا، پھر حضرت معاذؓ نے بھی اس کو سمجھایا، لیکن جب وہ راہ راست پر نہ آیا تو قتل کردیا، [2] ایضاً کتاب الادب باب فی التخلق، [3] ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم [4] ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق،

Marfat.com

حضرت محمد بن اسلمؓ نہایت کبیر السن صحابی تھے، لیکن جب بازار سے پلٹ کر گھر آتے اور چادر اتارنے کے بعد یاد آتا کہ انھوں نے مسجد نبوی مین نماز نہین پڑھی تو کہتے کہ خدا کی قسم مین نے مسجد رسول اللہ مین نماز نہین پڑھی، حالانکہ آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جو شخص مدینہ مین آئے تو جب تک اس مسجد مین دو رکعت نماز نہ پڑھ لے گھر کو واپس نہ جائے، یہ کہکر چادر اُٹھاتے اور مسجد نبوی مین دو رکعت نماز پڑھ کے گھر واپس آتے[1]

غزوۂ احزاب مین آپ نے حضرت حذیفہؓ کو حکم دیا کہ کفار کی خبر لائین، لیکن ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کرین، وہ آئے تو دیکھا کہ ابوسفیان آگ تاپ رہے ہین، کمان چڑھا کر تیر لگانا چاہا لیکن رسول اللہ صلعم کا حکم یاد آگیا اور رک گئے[2]

جو صحابہ رافع بن ابی الحقیق یہودی کے قتل کرنے کے لیے گئے تھے ان کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا کہ اس کے بچون اور عورتون کو نہ قتل کرین، ان لوگون نے اس حکم کے ساتھ اس حکم کی پابندی کی کہ ابن ابی الحقیق کی عورت نے باوجودیکہ اس کا ارتکاب کیا کہ قریب تھا کہ ان کا راز فاش ہو جاتا، لیکن ان لوگون نے صرف آپ کے حکم کی بنا پر اس پر ہاتھ اُٹھانا مناسب نہ کیا[3]

ادب حرم نبوی رسول اللہ صلعم کے تعلق سے صحابۂ کرام ازواج مطہرات کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ جب آپ کی ایک حرم محترم نے انتقال کیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سجدے مین گر پڑے، لوگون نے کہا "آپ اس وقت سجدہ کرتے ہین" بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے، کہ "جب قیامت کی کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کر لیا کرو، یہ حرم مطہرات کی [illegible]

---

[1] مسند الصحابہ تذکرۂ حضرت محمد بن اسلمؓ [2] صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ [illegible]

[3] موطائے امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو

Marfat.com

سے بڑھ کر قیامت کی کون سی نشانی ہوگی[1]"

مقام سرف مین حضرت میمونہؓ کا جنازہ اٹھایا گیا، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ساتھ تھے بولے کہ "یہ میمونہؓ ہین، ان کا جنازہ اٹھاؤ تو مطلق حرکت و جنبش نہ دو[2]"

بعض صحابہؓ عزت و محبت کی وجہ سے ازواجِ مطہرات پر اپنی جائدادین وقف کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ازواج مطہرات کو ایک جائداد دی تھی، جو چالیس ہزار پر فروخت کی گئی، اور ایک باغ بھی وقف کیا تھا، جو چار لاکھ پر فروخت کیا گیا[3]

خلفاء ازواجِ مطہرات کے ادب و احترام کا اسقدر لحاظ رکھتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ازواجِ مطہرات کی تعداد کے لحاظ سے نو پیالے تیار کرائے تھے جب انکے پاس میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز آتی تو ان پیالون مین کرکے تمام ازواج مطہرات کی خدمت مین بھیجتے تھے[4]

۲۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے حج کیا تو ازواجِ مطہرات کو بھی نہایت ادب و احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو سواریون کیساتھ کر دیا تھا، یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے، اور کسی کو سواریون کے قریب نہین آنے دیتے تھے، ازواجِ مطہرات منزل پر اترتی تھین، تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھین، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے متصل آنے کی اجازت نہین دیتے تھے[5]

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب السجود عند الآیات [2] نسائی کتاب النکاح ذکر امر رسول اللہ صلعم فی النکاح وازواجہ وما اباح اللہ عزوجل لنبیہ [3] ترمذی کتاب المناقب مناقب حضرت عبدالرحمن بن عوف [4] موطا امام مالک کتاب الزکوٰۃ باب جزیۃ اہل الکتاب المجوس [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ،

Marfat.com

فضائلِ اخلاق

مسکین نوازی

صحابۂ کرامؓ اس قدر مسکین نواز تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے[1]، ان کے سامنے جب دسترخوان چنا جاتا اور اتفاق سے کسی معزز شخص کا گذر ہو جاتا تو ان کے اہل وعیال اس کو شریک طعام کر لیتے، لیکن وہ خود اس کو نہ بلاتے، البتہ جب کوئی مسکین سامنے سے گذرتا تو اس کو ضرور شریک طعام کرتے اور کہتے کہ "یہ لوگ اس کو بلاتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش نہیں، اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جس کو کھانے کی خواہش ہے"۔

ایک بار ان کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا کہ کانوں میں ایک مسکین کی صدا آئی فرمایا "اس کو دیدو"، بیوی کو عذر ہوا لیکن وہ اسی پر اصرار کرتے رہے، بالآخر مسکین کو ایک دینار دیکر راضی کر لیا گیا،

ایک بار لوگوں نے ان کی بیوی کو ملامت کی کہ تم اچھی طرح ان کی خدمت نہیں کرتیں، بولیں کیا کروں، ان کے لیے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے تو کسی نہ کسی کو ضرور شریک کر لیتے ہیں"، چنانچہ اس کے انسداد کے لیے جو فقیر و مساکین ان کے [illegible] میں بیٹھے تھے انھوں نے ان سے کہلا بھیجا کہ اب اس راستے میں نہ بیٹھیں، وہ مسجد کے نماز [illegible]

[1] بخاری کتاب الاطعمہ باب لمومن یاکل فی معی واحد،

Marfat.com

تو ان لوگون کو گھر سے بلوا بھیجا، ان کی بی بی نے ان سے کہدیا تھا کہ بلانے پر بھی نہ آنا چنانچہ وہ لوگ نہ آئے، تو اس رات کو کھانا نہین کھایا[1]،

حضرت حارثہ بن النعمانؓ اندھے ہو گئے تھے، اس لیے اپنے مصلی سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا، جب کوئی مسکین آتا تو لونڈی سے کچھ کھجورین لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آکر اس کو دے دیتے، گھر کے لوگون نے کہا "ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہین"، بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بڑی جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے[2]"

ایک دن حضرت عائشہؓ روزے سے تھین اور گھر مین ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، اسی حالت مین ایک مسکین نے سوال کیا تو انھون نے لونڈی سے کہا کہ "وہ روٹی اس کو دیدو"، اس نے کہا "افطار کس چیز سے کیجیے گا"، بولین "دے تو دو"، شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا "لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[3]"

استفادہ | صحابہ کرام اگرچہ مفلس اور نادار تھے لیکن کسی کے سامنے دست سوال نہین پھیلاتے تھے، ایک بار چند صحابہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور بیعت کی، شرائط بیعت مین ایک شرط یہ بھی تھی،

لا تسالوا الناس شیئا — لوگون سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا،

ان مین بعض لوگون نے اس شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی کہ اگر راہ مین کوڑا بھی گر جاتا تھا تو کسی سے یہ نہین کہتے تھے کہ اٹھا کر دیدو[4]،

حضرت ابوبکر صدیقؓ اونٹنی پر سوار ہوتے تھے اور ہاتھ سے لگام گر جاتی تھی تو اونٹنی

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] اصابہ تذکرہ حضرت حارثہ بن النعمانؓ [3] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ [4] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب کراہیۃ المسئلۃ

Marfat.com

کو بٹھا کر خود اپنے ہاتھ سے اُس کو اُٹھاتے تھے، لوگ کہتے کہ آپ نے ہم سے کیوں نہیں کہا ہم اُٹھا دیتے"، فرماتے "میرے حبیب رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ کسی سے کچھ نہ مانگو"[1]

ایک بار آپ نے فرمایا کہ "جو شخص یہ ضمانت کرے کہ کسی سے سوال نہ کرے گا میں اُسکے لئے جنت کی ضمانت کرتا ہوں" آپ کے مولیٰ تو بان بولے "میں یہ ضمانت کرتا ہوں" چنانچہ اس کے بعد وہ کسی سے کچھ نہیں مانگتے تھے[2]

ایک بار حضرت حکیم بن حزام رضؓ نے آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ان کا سوال پورا کیا، پھر مانگا، پھر دیا، پھر مانگا پھر عنایت فرمایا، لیکن اس کے ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "اے حکیم یہ مال نہایت شیریں اور خوش رنگ چیز ہے جو شخص اس کو فیاضی دل کے ساتھ لیتا ہے، اس کو برکت نصیب ہوتی ہے، اور جو شخص اس کو حرص و طمع کے ساتھ حاصل کرتا ہے اس کو برکت نصیب نہیں ہوتی، اور وہ مثل اُس آدمی کے ہوتا ہے جو کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہرحال بہتر ہے"، حضرت حکیم بن حزام نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اب تا دم مرگ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا، اور اس عہد کو اس شدت کے ساتھ پورا کیا کہ حضرت ابوبکرؓ اُن کو عطیہ دینے کے لیئے طلب فرماتے تھے اور وہ انکار کر دیتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اُن کو عطیہ دینا چاہا، مگر انھوں نے رد کر دیا، بالآخر حضرت عمرؓ نے فرمایا، کہ مسلمانو! گواہ رہنا میں حکیم کو ان کا حق دیتا ہوں اور وہ قبول نہیں کرتے"[3]

حضرت مالک بن سنانؓ سوال کو اس قدر معیوب سمجھتے تھے کہ ایک مرتبہ تین دن تک بھوکے رہے لیکن کسی سے کچھ نہ مانگا، رسول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۱۱ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدقۃ [3] ترمذی ابواب الزہد باب الاستغفاف عن المسئلۃ۔

Marfat.com

جس شخص کو عفیف المسالہ شخص کا دیکھنا منظور ہو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے[1]"

اصحابِ صفہ اگرچہ ناداری کی وجہ سے دوسروں کے دست نگر تھے تاہم الحاح و لجاجت کے ساتھ سوال کرنا ان کی شان سے بالکل بعید تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کے اس مخصوص وصف امتیازی کو خاص طور پر سراہا ہے،

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ	جو شخص انکی حالت سے ناواقف ہو، وہ ان کی
مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمٰهُمْ	خودداری سے انکو دولتمند سمجھتا ہو، تم صرف
لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا	انکے بشرے سے انکو پہچان سکتے ہو، وہ
.....	کسی سے گڑگڑا کر کچھ نہیں مانگتے،

لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا تو بڑی بات ہے صحابہ کرامؓ کی غیرت اس کو بھی گوارا نہیں کرتی تھی کہ ان باپ سب کے سامنے سوال کیا جائے، حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج سے تنگ آگئی تھیں، رسول اللہ صلعم کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے، حاضر خدمت ہوئیں کہ آپ سے ایک غلام مانگیں، دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ باتیں کر رہے ہیں، شرم کے مارے واپس آئیں[2]،

اگر کبھی سوال کا موقع بھی آتا تو صحابہ کرامؓ شرم و حیا سے علانیہ سوال نہیں کرتے تھے، بلکہ صرف حسن طلب سے کام لیتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ اصحابِ صفہ میں تھے، جنکا تمغۂ امتیاز صرف فقر و فاقہ تھا، ان کی حالت یہ تھی کہ بھوک کے مارے زمین پر پیٹ کے بل پڑ رہتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، لیکن کسی سے علانیہ کچھ نہیں مانگتے تھے، ایک روز شاہراہ عام پر بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا، تو ان سے ایک آیت پوچھی، وہ گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی

[1] اسد الغابہ بذکرہ حضرت مالک ابن سنانؓ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی التسبیح عند الصوم

Marfat.com

حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا، لیکن اس حسن طلب سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی صاحب متوجہ ہوں اور اپنے ساتھ لیجا کر کھانا کھلائیں[1]،

ایثار فیاضی ایک اخلاقی وصف ہی، لیکن ایثار فیاضی کی اعلیٰ ترین قسم ہی اور وہ صحابہ کرام مین اس قدر پائی جاتی تھی کہ رسول اللہ صلعم حضرت عمرؓ کو عطیہ دیتے تھے، لیکن وہ یہ کہکر انکار کردیتے تھے کہ "یہ اس کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو"[2]،

ایکبار ایک فاقہ زدہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا، سوء اتفاق سے آپ کے گھر مین پانی کے سوا کچھ نہ تھا، اس لیے آپ نے فرمایا "آج کی شب کون اس مہمان کا حق ضیافت ادا کریگا"، ایک انصاری یعنی حضرت ابوطلحہؓ نے کہا "مین یارسول اللہ" چنانچہ اس کو ساتھ لیکر گھر آئے، بی بی سے پوچھا کچھ ہے؟ بولین صرف بچون کا کھانا ہی" بولے بچون کو تو کسی طرح بہلاؤ، جب مین مہمان کو گھر لے آؤن تو چراغ بجھا دو، اور مین اس پر یہ ظاہر کرونگا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہین، چنانچہ انھون نے ایسا ہی کیا، صبح کو آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو فرمایا کہ "رات خدا تمھارے اس حسن سلوک سے بہت خوش ہوا، اور یہ آیت نازل فرمائی،

ویوثرون علی انفسهم ولو — وہ دوسرون کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہین
کان بهم خصاصة[3]، — گو وہ خود تنگدست ہون،

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو مین اپنی قبر کے لیے مخصوص جگہ کر رکھی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ نے ان سے درخواست کی تو انھون نے یہ خوشی خوشی ان کو دیدیا اور فرمایا :-

[1] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۵۰۰ [2] بخاری کتاب الزکوۃ باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ ولا اشراف نفس فی اموالہم حق للسائل والمحروم [3] مسلم کتاب الاشربہ باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ،

Marfat.com

کنت اریدہ لنفسی ولا وثرن	مین نے خود اپنے لیے اس کو ضرور رکھا تھا
بہ الیوم علی نفسی[1]	لیکن آج اپنے اوپر آپ کو ترجیح دیتی ہون،

ایک غزوہ مین حضرت عکرمہؓ حضرت حارث بن ہشامؓ حضرت سہیل بن عمروؓ زخم کھا کر زمین پر گرے اور اس حالت مین حضرت عکرمہؓ نے پانی مانگا، پانی آیا تو اُنھون نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ پانی کی طرف دیکھ رہے ہین، بولے "پہلے اُن کو پلا آؤ"، حضرت سہیلؓ کے پاس پانی آیا تو اُنھون نے دیکھا کہ حضرت حارثؓ کی نگاہ بھی پانی کی طرف ہے، بولے "اُن کو پلا آؤ"، بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ کسی کے مُنہ مین پانی کا ایک قطرہ نہ گیا، اور سب نے تشنہ کامی کی حالت مین جان دی[2]،

فیاضی | اگرچہ صحابۂ کرام کے تمام اخلاقی محاسن نے اسلام کو تقویت دی لیکن سب سے زیادہ اسلام کو صحابہ کی فیاضی سے رسوخ و ثبات حاصل ہوا، مدینہ رسول اللہ صلعم کے لیے غربت کدہ تھا، لیکن انصار کی فیاضی نے آپ کو اپنی آنکھون مین جگہ دی، مہاجرین کو اپنے گھرون مین ٹھہرایا، اور بعض شرائط کے ساتھ اپنی نخلستان کی پیداوار مین ان کو شریک کر لیا[3]،

حضرت سعد بن الربیعؓ نے جائداد کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اپنی ایک بی بی بھی دینا چاہی لیکن اُنھون نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا[4]،

رسول اللہ صلعم کی شانِ استغنا نے اگرچہ انصار سے خدا کے گھر کے لیے بھی زمین مانگی تو قیمت دینا چاہی، لیکن انصار کی فیاضی نے اس کا معاوضہ صرف خدا سے لینا چاہا، اور نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ کہا،

لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ[5]،	ہم اس کی قیمت صرف خدا سے مانگتے ہین،

[1] بخاری کتاب المناقب باب قصیۃ الہبیہ [2] ایضاً باب تذکرہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل،
[3] بخاری کتاب المزارعۃ باب اذا حال النخل ونحوہ النخل وغیرہ،
[4] ایضاً کتاب المناقب باب کیف آخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ [5] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المسجد

Marfat.com

اسلام مین عمری ایک خاص قسم ہبہ ہے جسکے معنی یہ ہین کہ ایک شخص عمر بھر کے لیے کسی پر کوئی چیز ہبہ کردے، مدینہ مین مہاجرین آئے تو انصار نے ہر قسم کی اعانت و امداد کے ساتھ مہاجرین کو بہت سی جائداد بطور عمری کے دینی چاہی لیکن رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا،[1]

انصار مین حضرت سعد بن عبادہ فیاضی مین عام طور پر مشہور تھے، روزانہ ان کے قلعہ کے اوپر سے ایک آدمی پکارتا کہ جس کو گوشت اور چربی کی خواہش ہو وہ یہان آئے، رسول اللہ صلعم مدینہ مین آئے تو زیادہ تر وہی کھانا تیار کرواکے بھیجتے تھے، اصحاب صفہ کی معاش کا زیادہ تر دار و مدار ان ہی کی فیاضی پر تھا، چنانچہ جب شام ہوتی تو اور صحابہ ان مین سے ایک یا دو کو لیجاتے لیکن وہ اسّی نوّے آدمیون کو لیجاکر کھانا کھلاتے،[2]

حضرت جعفر بن ابی طالب بھی اصحاب صفہ کے ساتھ لطف و مدارات کے ساتھ پیش آتے تھے، کیونکہ وہ مسکینون کے ساتھ محبت رکھتے تھے، ان کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے تھے اور ان سے باتین کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ بھی مساکین صفہ مین داخل تھے، اس لیے انکو ان کی فیاضی کا خاص تجربہ تھا، وہ فرماتے ہین کہ مین صحابہ سے قرآن مجید کی وہ آیتین پوچھا کرتا تھا جو مجھے ان سے زیادہ معلوم تھین، اور اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ کوئی کھانا کھلائے، چنانچہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے پوچھنے کا اتفاق ہوتا تو وہ پہلے گھر لیجاکر کھانا کھلاتے تھے، اور پھر جواب دیتے تھے، بخاری کی روایت مین ہے کہ ہم لوگون کو گھر مین لیجاکر سب کچھ کھلا دیتے یہان تک کہ گھی کا خالی کپہ پھاڑ ڈالتے اور ہم لوگ اس کو چاٹ لیتے تھے،[3]

مہاجرین مین حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنا کل مال جس کی مقدار پانچ یا چھ ہزار تھی، نیک کامون مین صرف کرنے کے لیے ساتھ لیتے گئے، ان کے والد ابو قحافہ

---

[1] مسلم کتاب الفرائض باب العمری [2] اصابہ تذکرہ حضرت سعد بن عبادہ [3] بخاری ترمذی کتاب المناقب جعفر

Marfat.com

گھر مین آئے تو کہا "تم لوگون کو وہ مصیبت مین مبتلا کر کے چلا گیا"، حضرت اسماءؓ نے ان کی تسکین کے لیے بہت سی کنکریان جمع کر کے طاق مین رکھین اور ان کو ایک کپڑے سے ڈھانک کر کہا کہ ہاتھ سے ٹٹول لیجیے (وہ اندھے تھے) سب کچھ چھوڑ گئے ہین[1]،

مہاجرین مین حضرت عثمانؓ جس طرح بہت بڑے دولتمند تھے، بہت بڑے فیاض بھی تھے، عہد نبوت مین جب مسلمانون کی تعداد مین اضافہ ہوا تو آپ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا، مسجد کے متصل ایک قطعۂ زمین تھا، جس کی نسبت آپ نے فرمایا کون اس کو خرید کر خدا کے حوالہ کرتا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے اسکو بیس ہزار درہم پر خرید کر مسجد پر وقف کر دیا، مسلمانون کو پانی کی تکلیف تھی، بیر رومہ کو خرید کر وقفِ عام فرما دیا، غزوۂ تبوک مین ایک متمدن سلطنت کا مقابلہ تھا، اور صحابۂ کرام کے پاس سامانِ جہاد بہت کم تھا، انھون نے تنہا نہایت فیاضی کے ساتھ تمام سامان مہیا کیا[2]،

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپکی خدمت مین ہرقل کا قاصد آیا، چونکہ آپ عموماً قاصدون سے لطف و مراعات کے ساتھ پیش آتے تھے، اس لیے آپ نے معذرت کی کہ ہم لوگ اس وقت سفر مین ہین، اگر ممکن ہوا تو ہم تمھین صلہ دین گے، حضرت عثمانؓ نے سنا تو پکار اٹھے کہ "مین صلہ دون گا"، چنانچہ اپنے توشہ دان سے ایک حلہ صفوریہ نکال کر اس کو دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ "کون اس کو اپنا مہمان بنائے گا"؟ ایک انصاری نے کہا مین اس کے لئے حاضر ہون[3]،

تقویت اسلام کے علاوہ ذاتی طور پر بھی صحابۂ کرام کی فیاضیون کا دریا عموماً بہتا رہتا تھا، حضرت مقدامؓ ایک صحابی تھے، وہ چند رفقاء کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار مین حاضر ہوئے اور

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۵۰ [2] نسائی کتاب الجہاد فضل من جہز غازیا [3] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۴۲،

Marfat.com

اُنھون نے صرف ان کو مالی عطیہ دیا، لیکن اُنھون نے اپنے تمام رفقا پر برابر برابر تقسیم کردیا، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ مقدام ایک فیاض شخص ہین[1]۔

حضرت قیس بن سعدؓ نہایت فیاض اور بہادر صحابی تھے، غزوات مین انصار کا علم ان ہی کے ہاتھ مین رہتا تھا، اور وہ اس عزت کو اپنی فیاضی سے قائم رکھتے تھے، ایک غزوہ مین وہ قرض لیکر فوج کو کھانا کھلاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس فوج مین شریک تھے، دونون بزرگون نے مشورہ کیا کہ اگر ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا تو اپنے باپ کا تمام سرمایہ برباد کردین گے، اس لیے اُن کو روکنا چاہا، حضرت سعدؓ کو معلوم ہوا تو رسول اللہ صلعم کے پیچھے کھڑے ہوکر کہا کہ "مجھ کو ابن قحافہ اور ابن خطاب سے کون بچائے گا، میرے بیٹے کو یہ بخیل بنانا چاہتے ہین[2]"، ان کی فیاضی یہین تک محدود نہ تھی، بلکہ ان کے پاس ایک پیالہ تھا، جہان جاتے تھے، اس مین ایک آدمی گوشت اور مالیدہ بھیگے لے چلتا تھا، اور پکارتا جاتا تھا کہ ھلموا الی الثرید واللحم الثرید یعنی آؤ اور گوشت اور مالیدہ کھاؤ، ایک بار ایک بڑھیا نے ان سے کہا کہ "میرے گھر مین چولہے نہین رہتے"، بولے کیا خوب کنایہ ہے، اس کا گھر روٹی، گوشت گھی اور گیہون سے بھرو[3]۔

حضرت عدیؓ حاتم طائی کے بیٹے تھے، ایک بار اُن سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو بولے "حاتم کے بیٹے سے صرف سو درہم مانگتا ہے، خدا کی قسم نہ دون گا[4]"۔

حضرت عائشہؓ اس قدر فیاض تھین کہ جو کچھ ہاتھ مین آجاتا، اس کو صدقہ کردیتی تھین، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان کو روکنا چاہا، تو اس قدر برہم ہوئین کہ ان سے بات چیت کرنی قسم کھالی، حضرت اسماءؓ بھی اسی درجہ کی فیاض تھین، لیکن دونون بہنون کے طرز عمل مین

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور [2] اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۱۰ تذکرہ حضرت قیس بن سعدؓ، [3] حسن المحاضرہ جلد اول ص ۹۵ [4] مسلم کتاب الایمان باب نذر من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ان یاتی الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ [5] بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش۔

Marfat.com

اختلاف تھا، حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھین، جب معتد بہ سرمایہ جمع ہو جاتا تھا، تو اُس کو تقسیم کر دیتی تھین، لیکن حضرت اسماءؓ کل کے لیے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھین، جو کچھ ملتا تھا روز کا روز صرف کر دیا کرتی تھین[1]،

ایک بار حضرت منکدرؒ بن عبداللہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے پوچھا "تمھارے کوئی لڑکا ہے؟" انھون نے کہا نہین، فرمایا "اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو مین تم کو دیدیتی" حسن اتفاق سے شام ہی کو حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیے بھیجے، بولین "کس قدر جلد میری آزمایش ہوئی"، فوراً اُن کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے، اُنھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خرید لی اور اُس سے ان کے متعدد بچے پیدا ہوئے[2]،

حضرت سعید بن عاصؓ کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ اگر اُن سے کوئی سائل سوال کرتا اور اُن کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اس کو دستاویز لکھ دیتے کہ جب ہوگا تو دیا جائے گا، ہر جمعہ کو اپنے بھائی بند کو جمع کرتے، ان کو کھانا کھلاتے خلعت پہناتے اور ان کے گھرون پر صلے بھیجتے، ہر جمعرات کو کوفہ (وہ کوفہ کے گورنر تھے) کی مسجد مین غلام کے ہاتھ اشرفیون کے توڑے بھیجتے کہ نمازیون کے آگے رکھ آئے، اس بنا پر اس ن مسجد مین نمازیون کا ازدحام ہو جاتا، مرتے وقت ان پر اسی ہزار اشرفیون کا قرض تھا، بیٹے نے پوچھا "یہ قرض کیونکر ہوا"، بولے "کسی شریف کی حاجت روائی کی، کسی بیوہ آدمی کو اس کے سوال کرنے سے پہلے دیدیا، اسی مین یہ قرض ہوا[3]"

حضرت عبداللہؓ بن عمر کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ان کے پاس بیس ہزار درہم سے زیادہ آئے، انھون نے اسی مجلس مین بیٹھے بیٹھے لوگون کو دیدیا، یہان تک کہ

---

[1] ادب المفرد باب السخاوۃ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سعید بن العاص رضؓ

Marfat.com

جب کل خرچ ہو چکا تو ایک شخص کو ان ہی سے قرض لیکر دیدیا، وہ اکثر روزے سے رہتے تھے لیکن جب کوئی مہمان آجاتا تھا، تو وہ روزہ توڑ دیتے تھے کہ فیاضی کی وجہ سے کھانا کھلانا ان کو بہت پسند تھا۔ ان کے دسترخوان پر اس کثرت سے لوگ جمع ہو جاتے تھے کہ بعض لوگون کو کھڑے کھڑے کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا، ایک بار ان کی خواہش سے مچھلی پکائی گئی۔ سامنے آئی تو ایک سائل آیا، انھون نے اسکو اٹھا کر دیدیا، ایک بار بیمار پڑے، لوگون نے اُن کے لیے ایک درہم پر پانچ انگور خریدے، سامنے سے سائل گذرا، انھون نے اس کو دینا چاہا، لوگون نے کہا کہ "ہم اس کو دیدین گے"، لیکن نہ مانے بالآخر لوگون نے اُس کو دے کر بعد کو اس سے پھر خرید لیا[1]،

کف لسان | حدیث شریف مین آیا ہے،

من وقاہ اللہ شر اثنین ولج الجنۃ ما بین لحیہ وما بین رجلیہ (موطاے امام مالک)

جس شخص کو خدا نے دو چیزون کی برائی سے محفوظ رکھا تو وہ جنت مین داخل ہوا یعنی زبان اور شرم گاہ۔

اس لیے صحابہ کرام غیبت، بدگوئی، نکتہ چینی، فحاشی، سب وشتم اور لایعنی باتون سے نہایت احتراز کرتے تھے،

حضرت حارث بن ہشام نہایت کم سخن تھے۔ ایک بار انھون نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "کوئی ایسا عمل بتائیے جس کا مین التزام کرلون"، آپ نے زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ "اس کو قابو مین رکھو"، وہ پہلے ہی سے کم سخن تھے، انھون نے کہا کہ "یہ تو نہایت آسان کام ہے"، لیکن ان کا بیان ہے کہ "جب مین نے اس پر عمل کرنا چاہا تو وہ نہایت

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

Marfat.com

دشوار معلوم ہوا[1]"

ایک بار حضرت عبد الرحمٰن بن حارثؓ نے حضرت عائشہؓ و حضرت ام سلمہؓ کی سند سے مروان کے سامنے ایک حدیث بیان کی، اس سے پہلے حضرت ابو ہریرہؓ اس کے مخالف روایت ... کر چکے تھے، مروان نے اس کو قسم دلائی کہ رد و قدح کے ذریعہ سے ابو ہریرہؓ کو جا کر دق کرو، لیکن انھوں نے اس کو پسند نہیں کیا،

ایک روز اتفاق سے حضرت ابو ہریرہؓ مل گئے، انھوں نے نہایت نرمی سے کہا، "میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو نہ کہتا"، اس کے بعد حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت بیان کی[2]،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت جابر بن سلیمؓ کو چند نصیحتیں کیں، جن میں ایک یہ تھی کہ کسی کو برا بھلا نہ کہو، وہ فرماتے ہیں کہ "اس کے بعد میں نے انسان تو انسان اونٹ اور بکری کی نسبت بھی نا ملائم الفاظ استعمال نہیں کیے[3]"

ایک بار حضرت شداد بن اوسؓ سفر میں تھے، منزل پر اترے تو غلام سے کہا کہ چھری لاؤ اس سے کھیلیں"، چونکہ یہ فعل عبث تھا، لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی، بولے کہ "جب سے میں نے اسلام لایا بجز اس کلمہ کے جو بات کہتا تھا اس کو لگام اور مہار دونوں لگا لیتا تھا، تم لوگ میری اس بات کو نہ یاد کرو[4]"

اگر صحابہ کرام کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل جاتا تھا تو اس پر ان کو سخت ندامت ہوتی تھی، ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ربیعہ اسلمیؓ کو ایک سخت کلمہ کہدیا، جس پر ان کو سخت ندامت ہوئی، اور حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ "تم بھی مجھ کو ایسا ہی کلمہ کہو تاکہ بدلہ ہو جائے" انھوں نے

[1] استیعاب تذکرہ حضرت حارث بن ہشام بن مغیرہؓ [2] بخاری کتاب الصوم باب الصائم یصبح جنبا [3] استیعاب تذکرہ حضرت جابر بن سلیمؓ [4] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۱۲۳

Marfat.com

کہا "مین ایسا نہین کرسکتا" بولے "تو پھر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین شکایت کرون گا" انھون نے اب بھی انکار کیا، معاملہ آپ تک پہنچا تو آپ نے حضرت ربیعہؓ سے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا، لیکن ابوبکرؓ کے لیے استغفار کرو" انھون نے ان کے لیے دعاے مغفرت مانگی تو وہ روتے ہوے واپس آئے[1]،

ایک بار حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ مین سخت کلامی ہوگئی، بعد کو حضرت ابوبکرؓ کو ندامت ہوئی اور حضرت عمرؓ سے معافی مانگی، انھون نے معافی سے انکار کیا تو گھبرائے ہوے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے تین بار فرمایا "خدا تمھارے مغفرت کرے" اب حضرت عمرؓ کو بھی پشیمانی ہوئی، دوڑے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئے، ان سے ملاقات نہ ہوئی، تو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپکا چہرہ متغیر ہے، اس حالت کو دیکھکر خود حضرت ابوبکرؓ کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ مبادا حضرت عمرؓ کے خلاف کوئی ناگوار بات نہ پیش آجائے، اس لیے دوزانو ہوکر کہا یا رسول اللہ مین نے بڑا ظلم کیا،

حضرت ابوبکرؓ کو اپنی زبان پر قابو نہ تھا، اس لیے وہ ہمیشہ اس پر نادم رہتے تھے اور اس کی اصلاح کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہے بولے "خدا آپ کی مغفرت کرے اس فعل سے باز آیئے" بولے اسی نے مجھ کو ہلاکت مین ڈالا ہے،

عیب پوشی ایک شخص ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، ہم لوگ اس کو دشمن بنا لیتے ہین، لیکن صحابہ کرام لوگون کی برائیون کو چھپاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے عہد مین دنیا کے سیاہ چہرے پر عیب پوشی کی نورانی چادر پڑی رہتی تھی،

ایک دن حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ان کے پڑوسی نے کہا کہ [illegible]

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸، و ۵۹، [illegible] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [illegible] و مسلم کتاب البر باب ما جاء فیمن یخاف من اللسان،

Marfat.com

مین نے ان کو منع کیا، باز نہ آئے، اب مین پولیس کو بلاتا ہون" انھون نے کہا جانے دو" اس نے دوسری بار پھر یہی گذارش کی، بولے "جانے بھی دو مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے :-

من رای عورۃ فسترھا جس نے عیوب پر پردہ ڈالا وہ اس شخص کے

کان کمن احیی موؤدۃ[1]، مثل ہے جس نے زندہ درگور لڑکی کو جلا لیا،

حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور زنا کا اقرار کیا، بولے "اور کسی سے کہا ہے؟" کہا "نہین فرمایا "خدا کی بارگاہ مین توبہ کرو، اور اس پر خدا کا پردہ ڈال لو کیونکہ خدا بندون کی توبہ قبول کرتا ہے" لیکن اس کو تسکین نہ ہوئی، اور حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، انھون نے بھی یہی جواب[2] دیا،

حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مین چور کو پکڑتا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے[3]"

انتقام لینا

اگر دشمن کسی مصیبت مین مبتلا ہو جائے تو ہمارے لیے انتقام لینے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہین مل سکتا، لیکن صحابہ کرام کے دل مین خدا اور رسول کی محبت نے بغض و انتقام کی جگہ کب چھوڑی تھی؟

حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ مین باہم نوک جھونک رہتی تھی، لیکن جب حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا گیا، اور رسول اللہ صلعم نے حضرت زینبؓ سے ان کی اخلاقی حالت دریافت فرمائی تو بجائے اس کے کہ وہ انتقام لیتین، بولین کہ مین اپنے کان اور آنکھ کی پوری حفاظت کرتی ہون مجھے ان کی بھلائی کے سوا کچھ معلوم نہین ہے" حضرت عائشہؓ کو خود اعتراف ہے کہ:

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب الستر علی المسلم [2] موطا امام محمد ابواب الحدود فی الزنا باب الاقرار بالزنا [3] طبقات ابن سعد تذکرہ زینب بنت جحش

Marfat.com

وھی التی تصامینی فعصمہا اللہ بالورع ؛

وہ، اگرچہ میری حریف مقابل تھیں، لیکن خدا نے تورع کی وجہ سے اُن کو بچا لیا،

انتقام تو بڑی چیز ہے، صحابہ کرام اپنے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، حضرت معاویہ بن خدیج نے حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا تھا، ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ مین معاویہ کا سلوک کیسا رہا؟ اُس نے کہا "اُن مین کوئی عیب نہ تھا، سب لوگ ان کے مداح رہے، اگر کوئی اونٹ ضائع ہوجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا اونٹ دیدیتے تھے، اگر کوئی گھوڑا مرجاتا تھا تو وہ اس کی جگہ دوسرا گھوڑا دیدیتے تھے، اگر کوئی غلام بھاگ جاتا تھا، تو وہ اسکی جگہ دوسرا غلام دیتے تھے" حضرت عائشہ نے یہ سن کر کہا "استغفر اللہ! اگر مین ان سے اس بنا پر دشمنی رکھون کہ انھون نے میرے بھائی کو قتل کیا، مین نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سُنا تھا "خدایا جو شخص میری امت کے ساتھ نرمی کرے تو بھی اس کے ساتھ نرمی کر اور جو اُن پر سختی کرے تو بھی اس پر سختی کر"[۲]

حلم | فیض تربیت نبوی نے صحابہ کرام کو نہایت نرم خو، حلیم اور بردبار بنا دیا تھا، ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو بُرا بھلا کہا، وہ خاموش رہے، اس نے دوسری بار پھر کلمات ناشائستہ کہے، وہ چپ رہے، تیسری بار پھر ان کا اعادہ کیا تب اس کا جواب دیا لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کو بھی ناپسند کیا[۳]

حضرت سلمان فارسی مدائن کے گورنر تھے، لیکن حلم و بردباری کا یہ حال تھا کہ ایک راستے مین جا رہے تھے، ایک شخص بانس کا بوجھ لیے جا رہا تھا، اُس سے اُن کا بدن چھِل گیا

[۱] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا [۲] اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاویہ بن خدیج [۳] ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحلم والتانی

Marfat.com

اس کے پاس پھر کے آئے، اور اس کا شانہ ہلا کر کہا کہ "جب تک نوجوانون کی حکومت کا زمانہ نہ دیکھ لو، تمھین موت نہ آئے[1]" وہ عبا اور جانگھیا پہن کر نکلتے، تو لوگ ان کو دیکھ کر کہتے "کرک آمد کرک آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہین؟ لوگ کہتے کہ "آپ کو ایک کھلونے سے تشبیہ دیتے ہین" لیکن وہ یہ سُن کر صرف اس قدر کہتے کہ ان کا کوئی جرم نہین، نیکی آج کے دن کے بعد ہی"

اسی قسم کی وضع کیوجہ سے راستہ مین بچے ان کو گھیر لیتے تو بعض لوگ کہتے، کہ امیر کے پاس سے ہٹ نہین جاتے" فرماتے "اُن کو جانے دو، بُرائی بھلائی آج کے بعد ہی"

ایک بار وہ کسی فوج کے سپہ سالار تھے، چند نوجوان سپاہیون کے سامنے سے گذرے تو وہ سب اُن کو دیکھ کر ہنس پڑے، اور تمسخر آمیز لہجے مین کہا کہ "یہی تمھارے سپہ سالار ہین" ایک شخص نے کہا کہ دیکھیے تو یہ لوگ کیا کہتے ہین؟ بولے، جانے بھی دو،[2]

مہمان نوازی مہمان نوازی اہل عرب کے محاسنِ اخلاق کا نہایت نمایان جزو تھی، اور اسلام نے اسکو اور بھی نمایان کر دیا تھا، اس لیے صحابۂ کرام کی زندگی مین مہمان نوازی کی بکثرت مثالین ملتی ہین، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ایک بار وفد بنو ثقیف حاضر ہوا، سوءِ اتفاق سے آپ گھر مین موجود نہ تھے، لیکن حضرت عائشہؓ نے فوراً خزیرہ (عرب کا ایک کھانا تھا) تیار کرنیکا حکم دیا، اور مہمانون کے سامنے ایک طبق مین کھجورین رکھوا دین، آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے دریافت فرمایا کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین؟ ان لوگون نے کہا "یہ تو ہو چکا[3]"

ایک بار ایک شخص حضرت ابوذرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، اُنھون نے باصرار کھانا منگوایا، اور کہا کہ "کھاؤ مین روزے سے ہون[4]"

---

[1] یعنی وہ بیری طرح اس کے متحمل نہ ہون گے، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار، [4] ادب المفرد باب من قرب الی ضیفہ طعاما فقام یصلی،

Marfat.com

ایک بار حضرت ابو الدرداءؓ کی خدمت مین ایک شخص آیا، انھون نے کہا کہ اگر آپ قیام کرین تو ہم آپ کے ناقہ کو چرنے کے لیے چھوڑ دین اور اگر جانا چاہین تو اس کو چارہ کھلا دین" وہ بولا کہ مین جانا چاہتا ہون" فرمایا "تو مین تم کو ایک زادِ راہ دیتا ہون، اگر اس سے بہتر کوئی زادِ راہ ہوتا تو مین اس کو تمھارے ساتھ کر دیتا" یہ کہہ کر ایک حدیث بیان کی،

آپ کی خدمت مین وفد عبد القیس حاضر ہوا تو آپ نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "اپنے بھائیون کی خاطر مدارات کرو، کیونکہ شکل مین صورت مین، ضع مین اور اسلام مین وہ تم سے بہت مشابہ ہین، اور بلا جبر و اکراہ اسلام لائے ہین" انصار نے ان کو ہاتھون ہاتھ لے لیا، صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوے تو آپ نے فرمایا "تمھارے بھائیون نے تمھاری خاطر مدارات کیسی کی؟ بولے "بڑے اچھے لوگ ہین، ہمارے لیے نرم بچھونے بچھائے عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر کتاب و سنت کی تعلیم دیتے رہے" آپ نہایت خوش ہوے اور ہر ایک نے جو کچھ پڑھا تھا، اس کو سنایا، ایک شخص[۵۲] مدینہ مین حضرت ابو ہریرہؓ کے مہمان ہوے اور انھون نے جس طریقہ سے ان کی مہمانداری کی وہ اس کا ذکر ان الفاظ مین کرتے ہین،

فلم ار رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ	مین نے صحابہ مین سے کسی کو ان سے زیادہ
علیہ وسلم اشد تشمیرا ولا	مستعدانہ طریقہ پر مہمانی کرنے والا اور مہمان
اقوم علی ضیف منہ[۵۳]،	کی خبر رکھنے والا نہین پایا،

حضرت ام شریکؓ نہایت دولتمند اور نہایت فیاض صحابیہ تھین، انھون نے اپنے مکان کو مہمان خانہ بنا دیا تھا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین باہر سے جو مہمان آتے تھے وہ اکثر ان ہی کے مکان پر ٹھہرتے تھے[۵۴]،

---

[۵۱] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۴۳۲، [۵۲] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۳۲، [۵۳] ابو داؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من ذکر الرجل ما یکون من اصابتہ اہلہ، [۵۴] نسائی کتاب النکاح باب الخطبۃ فی النکاح۔

Marfat.com

تحفظ عزت حضرت محمد بن مسلمہؓ جب کعب بن اشرف کے قتل کو گئے اور اس سے قرض لینے کا بہانہ کیا تو اس نے اپنی فطری دنائت سے ان کی آل و اولاد کو گرو کرنا چاہا، لیکن وہ بولے "سبحان اللہ لوگ ہماری اولاد کو طعنہ دین گے کہ دو وسق غلہ پر گرو تھے"[1]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جس روز شہید ہوئے، اس روز اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے، انھون نے ان کو دیکھا تو بولین "بیٹا قتل کے خوف سے ہرگز کوئی ایسی شرط نہ قبول کر لینا جسمین تم کو ذلت برداشت کرنا پڑے، خدا کی قسم عزت کے ساتھ تلوار کھا کر مرجانا اس سے بہتر ہے کہ ذلت کے ساتھ کوڑے کی مار برداشت کرلی جائے"[2] شاعرون کی حوصلہ افزائی اگرچہ صحابہ کرام کے تقدس کے خلاف تھی، تاہم تحفظ عزت کے لیے وہ اس فرقہ کو بھی محروم نہین کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرانؓ بن حصین کی خدمت مین ایک شاعر آیا، جس کو انھون نے صلہ دیا، لوگون نے کہا "آپ شاعر کو انعام دیتے ہین" بولے "اپنی عزت کو قائم رکھتا ہون"[3]

صبر و ثبات مردون پر نوحہ و بکا کرنا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑ ڈالنا، مدتون مرثیہ خوانی کرنا، عرب کا قومی شعار تھا، لیکن فیض تربیت نبویؐ نے صحابہ کرام کو صبر و ثبات کا اس قدر خوگر بنا دیا تھا کہ حضرت ابوطلحہؓ انصاری کا لڑکا بیمار ہوا، اور وہ صبح کے وقت اس کو بیمار چھوڑ کر باہر چلے گئے، اور ان کی عدم موجودگی مین لڑکا جان بحق تسلیم ہوگیا، اُن کی بی بی نے لوگون سے کہدیا تھا کہ ابوطلحہ سے نہ کہنا، وہ شام کو پلٹے تو بی بی سے پوچھا کہ بچہ کیسا ہے؟ بولین پہلے سے زیادہ سکون کی حالت مین ہے"، یہ کہہ کر سامنے کھانا لائین اور انھون نے کھانا کھایا، اس کے بعد معمول سے زیادہ بن ٹھن کے سامنے آئین، اور ان کے ساتھ ہمبستر ہوئین صبح ہوئی تو استعارۃً کہا

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی العدو یوتی علی غرۃ ویتشبہ بہم [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
[3] ادب المفرد باب اعطاء الشاعر اذا خاف شرہ،

Marfat.com

کہ "اگر ایک قوم کسی کو کوئی چیز عاریۃً دے اور پھر اس کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو اس کے روک رکھنے کا حق حاصل ہے"؟ بولے "نہیں"۔ بولین "تو پھر اپنے بیٹے کو صبر کرو"

رسول اللہ صلعم غزوۂ اُحد سے واپس ہوئے تو تمام صحابیات اپنے اپنے اعزہ واقارب کا حال پوچھنے آئین انہی مین حضرت حمنہ بنت جحش بھی تھین وہ آئین تو آپ نے فرمایا کہ "حمنہ اپنے بھائی عبداللہ بن جحش کو صبر کرو"، انھون نے "انا للہ" پڑھا اور ان کیلیے دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ "اپنے ماموں حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو"، انھون نے اس پر بھی "انا للہ" پڑھا اور دعائے مغفرت کرکے خاموش ہو رہین[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے واقد نے انتقال کیا تو انھون نے تجہیز وتکفین کے بعد بہ دون کو بلایا اور ان مین دوڑ کروائی، اس پر حضرت نافعؓ نے کہا کہ "ابھی آپ واقد کو دفن کرکے آئے ہین اور ابھی بدوؤن مین دوڑ کروا رہے ہین"۔ فرمایا "اے نافع جب مشیت ایزدی اپنا کام کرچکی تو اس کے نتائج کو کسی نہ کسی طرح بھلا ہی دینا چاہئے"[2]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب حجاج سے معرکہ آرا ہوے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ بیمار تھین وہ ان کے پاس آئے اور مزاج پرسی کے بعد بولے کہ "مرنے جینے کا ہم ہی تم کو میرے مرنے کی آرزو ہی لیکن جب تک دو باتون مین سے ایک نہ ہو جائے مین مرنا پسند نہ کرونگی، یا تم شہید ہو جاؤ اور مین تم کو صبر کرلون یا فتح وظفر تمہارے ہاتھ رہے اور مین تمہاری ہون" چنانچہ جب وہ شہید ہو چکے تو حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا دیا، حضرت اسماءؓ باوجود پیرانہ سالی کے عبرت کا یہ منظر دیکھنے آئین اور بجاے اس کے کہ روتی پیٹتین حجاج کی طرف مخاطب ہوکر

---

[1] مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ وحملہ الی صالح یحنکہ وجواز تسمیتہ یوم ولادتہ واستحباب التسمیۃ بعبداللہ وابراہیم وسائر اسماء الانبیاء علیہم السلام وکتاب الفضائل باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاری رضؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حمنہ بنت جحش [3] طبقات ابن سعد تذکرہ واقد بن عبداللہ،

Marfat.com

کہا، "کیا اس سوار کے لیئے ابھی تک وقت نہین آیا کہ اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر آئے"[1]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر مین تھے، اسی حالت مین اپنے بھائی حضرت قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سُنی، پہلے انا للہ پڑھا، پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوے اور یہ آیت پڑھی،

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ	(مصیبت مین) صبر اور نماز کا سہارا پکڑو، نماز بجز
وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین[2]،	خشوع و خضوع کرنے والون کے سب پر گران ہے

اسی صبر و ثبات کا یہ نتیجہ تھا کہ جب کفار نے حضرت خبیبؓ کو شہید کرنا چاہا تو انھون نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اگر تم کو یہ خیال نہ ہوتا کہ مین مرنے سے ڈرتا ہون تو ان رکعات کو اور طویل کرتا" اس کے بعد یہ اشعار پڑھے،

ولست ابالی حین اقتل مسلماً[3]	علی ای شق کان للہ مصرعی
جب مین مسلمان ہو کر مرتا ہون،	تو اس کی کیا پروا کہ میرا دھڑ کس بل گرے گا
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء	یبارک علیٰ اوصال شلو ممزع
یہ مرنا تو خدا کے لیے ہے، اگر وہ چاہے	تو ان کٹے ہوئے جوڑون پر برکت نازل کر سکتا ہے

جرأت و شجاعت جرأت و شجاعت کا اظہار کبھی عقائد کے اظہار مین ہوتا ہے کبھی میدانِ جنگ مین اور کبھی ظالم بادشاہون کے سامنے، صحابہ کرام مین یہ اخلاقی جوہر موجود تھا، اس لیے اس کا ظہور ان تمام موقعون پر ہوتا تھا،

حضرت ابو ذر غفاریؓ نہایت قدیم الاسلام صحابی ہین، وہ مکہ مین آکر ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو ہدایت کی کہ اس وقت اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی قوم کو میری بعثت کی

[1] استیعاب تذکرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قثم بن عباسؓ [3] بخاری کتاب الجہاد باب قتل الاسیر

Marfat.com

خبر کرد، لیکن انھون نے نہایت پُرجوش لہجے مین کہا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے مین کفارِ مکہ کے سامنے ہی کلمۂ توحید کا اعلان کرون گا" حالت یہ تھی کہ وہ غریب الوطن تھے مکہ مین کوئی اُن کا حامی و مددگار نہ تھا لیکن باین ہمہ وہ مسجد حرام مین آئے اور بآوازِ بلند کہا، "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ" اس آواز کا سننا تھا کہ کفار ٹوٹ پڑے اور سخت زدوکوب کی لیکن انھون نے دوسرے دن پھر اُسی جوش کے ساتھ خانۂ کعبہ مین اس کلمے کا اعلان کیا، اور اُنھون نے پھر اسی طرح یورش[1] کی،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہین، ان مین سے پہلے کوئی مسلمان کو علانیہ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہین کرسکتا تھا لیکن وہ اسلام لائے تو ایک روز تمام صحابہ نے جمع ہوکر کہا کہ "اب تک قریش نے قرآن مجید کو کسی کی زبان سے علانیہ نہین سُنا، اس کی جرأت کون کرسکتا ہے" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا "مین" صحابہ کرامؓ نے کہا کہ "ہم کو تمھاری نسبت خوف ہے ہم ایسا آدمی چاہتے ہین جس کا قبیلہ ہو تاکہ کفار حملہ کرین تو اس کی برادری مدافعت کرسکے" بولے "مجھے جانے دو، خدا میری حفاظت کریگا" اُٹھے اور ٹھیک دوپہر کے وقت مقامِ ابراہیم کے پاس پہنچکر آواز بلند کہا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" قریش انجمن آرا تھے

حضرت عمرؓ اسلام لائے تو پہلے اپنے ماموں کے گھر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، انھوں نے دروازہ کھولا تو کہا "تمھین معلوم ہے کہ مین صابی ہوگیا"، وہان سے ایک سردارِ قریش کے پاس آئے اور وہان بھی یہی گفتگو ہوئی، وہان سے نکلے تو ایک آدمی نے کہا کہ "تم اپنے اسلام کا اعلان کرنا چاہتے ہو"؟ بولے "ہان"، اس نے کہا "تو اس کی صورت یہ ہی کہ جب کفار خانۂ کعبہ مین حجرِ اسود کے پاس جمع ہون تو تم وہان جاؤ، اُن مین ایک آدمی ہی، جو افشاے راز مین بدنام ہی، اُس کے کان مین یہ راز کہدو وہ اعلان کردیگا"، انھون نے خانۂ کعبہ مین جاکر اس کے کان مین کہا تو وہ بآوازِ بلند پکارا کہ "عمر بن الخطاب صابی ہوگیا"، یہ سننا تھا کہ کفار دفعتہً ٹوٹ پڑے، اور باہم زدوکوب ہونے لگی، بالآخران کے ماموں نے اپنی آستین سے اشارہ کیا کہ مین اپنے بھانجے کو اپنی پناہ مین لیتا ہون، اب کفار رُک گئے[1]

اسلام کا اعلان

غزوات مین صحابۂ کرام نے جس طرح دادِ شجاعت دی، صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہین، غزوۂ حنین مین کفار نے اس زور وشور سے حملہ کیا تھا، کہ میدان جنگ لرز اٹھا تھا، لیکن حضرت ام سلیمؓ کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ مین خنجر لیے ہوئے منتظر تھین کہ کوئی کافر سامنے آئے تو اس کا کام تمام کردین، چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اُن کے ہاتھ مین خنجر دیکھکر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولین "چاہتی ہون کہ کوئی کافر قریب آئے تو پیٹ مین بھونک دون"[2]

غزوۂ خندق مین رسول اللہ صلعم نے تمام بی بیون کو ایک قلعہ مین کردیا تھا، ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا، حضرت صفیہ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا، ممکن ہے کہ یہ پلٹ کر یہودیون سے ہماری جاسوسی کرے جاؤ اور اس کو قتل کرو"، بولے "تمھین تو یہ معلوم

---

[1] اسوۂ حسنہ از حضرت مولانا سید سلیمان ندوی [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل،

Marfat.com

ہے کہ "مین اس میدان کا مرد نہین"، اب حضرت صفیہؓ خود اترین اور خیمہ کے ایک ستون سے اس کو ایسا مارا کہ وہین ٹھنڈا ہو گیا[1]،

تمام عرب حجاج کے ظلم و ستم سے کانپتا تھا، لیکن جب اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پھانسی دی اور ان کی والدہ حضرت اسماءؓ کو بلوا بھیجا تو انھون نے آنے سے انکار کیا، دوسری بار آدمی بھیجا کہ "اگر اب کی نہ آئین تو بال پکڑ کر گھسیٹوا بلاؤن گا"، انھون نے پھر انکار کیا، اور کہا کہ "اُن لوگون کو بھیجدو جو بال پکڑ کر مجھے گھسیٹ لیجائین، مجبوراً حجاج خود آیا اور کہا کہ "دیکھا مین نے خدا کے دشمن کے ساتھ کیا کیا؟ بولین" ہان دیکھا تم نے اس کی دنیا خراب کی اس نے تمھاری آخرت کو برباد کیا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس کو ذوالنطاقین کہتے تھے، (دو پٹکون والی عورت کا لڑکا) خدا کی قسم ذوالنطاقین مین ہی ایک پٹکے مین مین نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کا زاد راہ باندھا تھا، اور دوسرا پٹکا عورت کا معمولی پٹکا ہے جس سے وہ بے نیاز نہین ہو سکتی، آپ نے فرمایا ہے کہ ثقیف مین ایک کذاب اور ایک ہلاکو پیدا ہوگا، اذاب (مسیمہ) تو ہم دیکھ چکے، میرا خیال ہے کہ ہلاکو تو ہی"، حجاج اٹھ کھڑا ہوا، اور کچھ جواب نہ دیا،

اعتراف گناہ اگرچہ صحابۂ کرام چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بڑا سمجھتے تھے، اور اس سے اجتناب کرتے تھے، چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین :-

انکم لتعملون اعمالا ھی ادق	تم لوگ بہت سے کام کرتے ہو جو تمھارے بال
فی اعینکم من الشعر ان کنا	سے بھی زیادہ باریک اور حقیر نظر آتے ہین
لنعدھا علی عھد النبی صلعم	لیکن ہم لوگ عہد نبوت مین ان کو مہلک

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب۔ [2] مسلم کتاب الفضائل، باب ذکر کذاب ثقیف و مبیرھا،

Marfat.com

من الموبقات[1] ترین گناہ مین شمار کرتے تھے،

تاہم مقتضائے بشریت ان سے کبھی کبھی بعض گناہ سرزد ہوجایا کرتے تھے، لیکن ہم مین اور ان مین فرق یہ ہے کہ ہم گناہ کرتے ہین تو طرح طرح کے ریاکارانہ طریقون سے اسکو چھپاتے ہین لیکن صحابہ کرام نہایت صداقت کیساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنے گناہون کا اعتراف کرتے تھے، اور طالب مغفرت ہوتے تھے

ایک بار ماہ رمضان مین حضرت سلمہ بن صخرؓ نے اپنی بی بی سے ظہار کیا لیکن ایک روز بی بی رات کو مصروف خدمت تھین، ان سے مقاربت کرلی، چونکہ اس حالت مین مقاربت ناجائز تھی، پہلے اپنی قوم کو اس واقعہ کی خبر کی اور کہا کہ تم رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لیچلو" لوگون نے انکار کیا تو خود گئے اور آپ کو واقعہ سے اطلاع دی، آپ نے فرمایا "تم اور ایسا کام؟ بولے" ہان یا رسول اللہ مین خدا کے حکم پر صابر رہون گا، جو فیصلہ ہو صادر فرمایئے"[2]

ایک بار روزے کے دن مین حضرت عمرؓ نے اپنی بی بی کا بوسہ لے لیا، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے، اور کہا کہ "مین نے بڑا قصور کیا ہے" آپ نے فرمایا "اگر تم روزے کی حالت مین کلی کرلو تو اس کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ بولے" اس مین تو کوئی ہرج نہین" ارشاد ہوا کہ اسی طرح اس کو بھی جانے دو"[3]

ایک بار رمضان کے دن مین رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف فرما تھے، ایک صحابی نے آکر کہا "یا رسول اللہ مین تو جل بھنا" آپ نے پوچھا کیا حال ہے؟ بولے "بی بی سے مقاربت کرلی"

صداقت | حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جھوٹ سے زیادہ کوئی خلق اصحاب رسول اللہ کے نزدیک مبغوض نہ تھا، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جھوٹ بول دیتا تو آپ کے دل

[1] بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب، [2] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الظہار، [3] ابوداؤد کتاب الصیام باب تعدیہ للصائم [illegible] کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان

Marfat.com

مین اس وقت تک اس کی کھٹک باقی رہتی، جب تک وہ توبہ نہ کرلیتا،[1]

مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلعم نے تمام مال غنیمت قریش کو دیدیا، انصار کو خبر ہوئی تو بولے یا للعجب! ہماری تلوارون سے جن کا خون ٹپک رہا ہے، ہمارا مال غنیمت انھین کو دیا جارہا ہے" آپ کو معلوم ہوا تو تمام انصار کو جمع کرکے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرام آپکے خوف وادب سے کانپتے رہتے تھے، اس لیے آپ کے سامنے اس گستاخی کا اقرار انکے لیے نہایت مشکل تھا، تاہم تمام انصار نے صاف کہدیا کہ "جو کچھ آپ کو معلوم ہوا واقعہ وہی ہے" اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضؓ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہین :-

وکانوا لا یکذبون۔ — اقرار اس بنا پر تھا کہ صحابہ جھوٹ نہین بولتے تھے،

غزوۂ تبوک کی عدم شرکت پر رسول اللہ صلعم نے باز پرس فرمائی تو منافقین نے جھوٹی سچی معذرت کردی، اور آپ نے اس کو قبول کرلیا، لیکن حضرت کعب بن مالک رضؓ نے سچ سچ کہدیا کہ "اگر مین کسی دنیا دار آدمی کے پاس ہوتا تو چرب زبانی سے اس کی ناراضی سے بچ جاتا، لیکن اگر مین کوئی جھوٹا عذر کرکے آپ کی ناراضی سے بچ جاؤن تو ممکن ہے کہ خدا آپ کو مجھ پر ناراض کردے (یعنی بذریعہ وحی اصل حقیقت سے خبر کردے) لیکن اگر سچ بولون تو گو آپ مجھ پر ناراض ہوجائین لیکن امید ہے کہ مجھ کو خدا سے مغفرت کی توقع ہوگی خدا کی قسم مین بالکل معذور نہ تھا، خدا کی قسم مین اس زمانہ سے زیادہ کبھی متمول اور چاق وچست نہ تھا، آپ نے فرمایا" اس نے سچ کہا، بالآخر آپ نے ان پر سخت ناراضی کا اظہار کیا لیکن جب خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی تو ان کو خود اس صداقت پر نازہوا، چنانچہ خود فرماتے ہین،

ما انعم اللہ علی من نعمۃ — اسلام لانے کے بعد خدا نے مجھ پر کوئی ایسا

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۵۲ و صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث الثلثۃ الذین خلفوا عن الاسلام

Marfat.com

قط بعد ان ھدانی للاسلام	احسان نہین کیا جس کی عزت میرے دل
اعظم فی نفسی من صدقی	مین اس سچائی سے زیادہ ہو جس کا اظہار
لرسول اللہ ان لا اکون	مین نے آپ کے سامنے کیا اگر مین جھوٹ
کذبتہ فاھلک کما	بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ
ھلک الذین کذبوا،	لوگ ہلاک ہوے جو جھوٹ بولتے تھے یعنی منافقین،

اہل عرب خاندانی عصبیت اور شرافت کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "انصار کے خاندانون مین سب سے بہتر بنو نجار ہین پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حارث بن خزرج پھر بنو ساعدہ قبیلہ بنو ساعدہ کے بعض سربرآوردہ بزرگون کو یہ ناگوار گذرا کہ آپ نے اُن کو چوتھے نمبر پر رکھا، لیکن اسی قبیلہ کے ایک بزرگ حضرت ابو اسید رضؓ نے جب یہ روایت کی تو فرمایا کہ اگر مین جھوٹ بولتا تو سب سے پہلے اپنے قبیلہ بنو ساعدہ کا نام لیتا"[2]

صحابۂ کرام جھوٹ کو اپنے دامن کا اس قدر بدنما داغ سمجھتے تھے کہ اگر ان پر کبھی کذب و دروغ کا اتہام لگ جاتا تو ان کے گھر مین صفِ ماتم بچھ جاتی، ایک سفر مین عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنے رفقاء سے کہا کہ "رسول اللہ صلعم کے ساتھ جو بدو ہین اُن کو کچھ نہ دو یہان تک کہ وہ بھاگ جائین اب ہم اگر مدینہ کو لوٹ کر جائین گے تو وہان سے معزز لوگ ذلیل لوگون کو نکال دین گے" حضرت زید بن ارقم رضؓ نے سُن لیا، اور اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھون نے اس واقعہ کو رسول اللہ صلعم تک پہنچایا، آپ نے عبد اللہ بن ابی کو بلا بھیجا، تو اس نے حلف اٹھایا کہ مین نے ایسا نہین کہا، آپ نے اس کے قول کا اعتبار کر لیا اور حضرت زید بن ارقم رضؓ کی تکذیب کی، اس کا اُن کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عمر بھر کبھی نہ ہوا تھا، یہان تک کہ وہ اس صدمہ مین خانہ نشین ہو گئے اور فرطِ غم

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک۔ [2] مسلم کتاب فضائل باب فی خیر دور الانصار،

Marfat.com

سے گردن جھک گئی، اس کے بعد جب سورۂ منافقون نازل ہوئی، تو آپ نے ان کو طلب فرمایا اور کہا کہ "خدا نے تمھاری تصدیق کی"[1]

دیانت ایک بار حضرت ابی بن کعب نے سو اشرفیوں کا توڑا پایا اور کمال دیانت کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ان کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا، کہ "ایک سال تک مالک کی جستجو میں منادی کرتے رہو"، انھوں نے تعمیل ارشاد کی، دوسرے سال پھر حاضر خدمت ہوئے آپ نے پھر یہی حکم دیا، وہ حکم بجا لائے، پھر تیسرے سال آئے، آپ نے پھر یہی ارشاد فرمایا، جب اب کی بھی مالک نہیں ملا تو آپ نے فرمایا کہ "بحفاظت رکھ لو، اگر مالک مل گیا تو خیر ورنہ خود خرچ کر ڈالو"[2]

ایک بار حضرت مقدادؓ بضرورت بقیع خنجبہ میں گئے، دیکھا کہ چوہا بل سے اشرفیاں نکال کر ڈھیر کر رہا ہے، انھوں نے گنا تو اٹھارہ نکلیں، اٹھا لائے، اور آپ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ اس کا صدقہ لے لیجیے"، فرمایا "خود تو بل سے نہیں نکالا تھا"؟ بولے "نہیں" ارشاد ہوا "خدا تمھیں برکت دے"[3]

ایک بار حضرت سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی نے کسی کا توشہ دان پایا، تو حضرت عمرؓ کے پاس لائے، انھوں نے فرمایا کہ ایک سال تک اعلان کرو، اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو وہ تمھارا ہے، سال بھر تک مالک کا پتہ نہ چلا تو وہ پھر آئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تو وہ اب تمھارا ہے دوسرے "مجھے ضرورت نہیں" آخر حضرت عمرؓ نے اس کو بیت المال میں داخل کر دیا[4]

ایک بار حضرت جریرؓ کا پیر دانا کا یوں کو چبا کر لایا، تو ساتھ ساتھ کسی دوسرے کی ایک گائے بھی آ گئی، بولے کہ کس کی ہے؟ وہ رہے، نہ کہا، خیر نہیں گئے کے ساتھ آ کر مل گئی، فرمایا، اس کو نکال دو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بھوسے [illegible]

[1] ترمذی ابواب تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ المنافقین [illegible]
[2] لکاز ۵۶ سنن دارمی کتاب البیوع باب اللقطہ۔

Marfat.com

صرف گمراہ پناہ دیتا ہی[1]"

ایک صحابی کی اونٹنی گم ہوگئی، اور انھون نے دوسرے صحابی سے کہدیا کہ "لے تو پکڑ لینا" ان کو اونٹنی مل گئی، لیکن اس کا مالک کہین چلا گیا، انھون نے اونٹنی اپنے یہان رکھ چھوڑی کہ مالک آئے تو حوالہ کردین، اسی اثنا مین اونٹنی بیمار پڑی، بی بی نے کہا "ذبح کر ڈالو"، فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی کہ مردار کھانے پر مجبور تھے، چنانچہ اونٹنی مرگئی تو رسول اللہ صلعم نے اُن کو اس کے گوشت کھانے کی اجازت بھی دیدی، لیکن کمال دیانت سے ذبح کرنے پر راضی نہ ہوے، مالک آیا تو اُنھون نے تمام سرگزشت کہہ سنائی، اس نے کہا "ذبح کیون نہین کر ڈالا؟" بولے تم سے شرم آتی تھی[2]"

حضرت زبیرؓ کی دیانت کا یہ حال تھا کہ جب کوئی شخص ان کے پاس امانت رکھتا تو کہتے کہ "مبادا کہین یہ ضایع ہو جائے، اس لیے ہم پر قرض رہی" اس طرح ان پر کئی لاکھ کا قرض ہوگیا، متعدد صحابہ نے ان کی حفاظت مین اپنا مال دیدیا تھا، اور وہ اس دیانت سے اسکی نگہداشت کرتے تھے کہ اپنے مال سے ان کے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام کرتے تھے، مگر ان کا مال صرف نہین کرتے تھے،

ایک صحابی کے پاس کسی کی وراثت کا مال محفوظ تھا، انھون نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ "میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی وراثت کا مال محفوظ ہے، مین کسی ازدی کو نہین پاتا کہ اس کے حوالہ کردون" ارشاد ہوا کہ "جاؤ ایک سال تک تلاش کرو" ایک سال کے بعد آئے اور کہا کہ "نہین ملتا"، پھر وہی حکم ہوا، ایک سال کے بعد پھر آئے، اور کہا کہ

---

[1] ابو داؤد کتاب اللقطہ [2] ابو داؤد کتاب الاطعمہ باب فی المضطر الی المیتتہ [3] بخاری کتاب الجہاد باب فی برکۃ الغازی فی مالہ حیا و میتا۔
[4] اصابہ تذکرہ حضرت زبیر بن العوامؓ۔

Marfat.com

نہین ملتا، فرمایا "کہ پہلے جس جراعی کو ذبح کیا اس کو سونپ دو"[1]

حضرت عقیل بن ابی طالب غزوۂ حنین سے پلٹے تو بی بی نے کہا کہ "مال غنیمت مین کیا لائے؟" انھون نے ان کو ایک سوئی دی کہ اس سے کپڑا سینا، اتنے مین رسول اللہ صلعم نے منادی کرادی کہ "دھاگا اور سوئی تک دیدو" انھون نے فوراً سوئی لے لی، اور مال غنیمت مین داخل کردیا،

یہ دیانت صرف مال و دولت تک محدود نہ تھی، بلکہ اس کا اثر صحابہ کرام کی ہر چیز سے نمایان ہوتا تھا حضرت عمرؓ کا اخیر وقت آیا تو ایک خاص ضرورت سے حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہا کہ "عمر کا سلام کہو، امیرالمومنین نہ کہنا کیونکہ مین اب امیرالمومنین نہین ہون"[2]

صحابہ کرام صرف خود ہی متدین نہ تھے، بلکہ متدین لوگون کے بہت بڑے قدردان بھی تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف مین نکلے، ایک خدا ترس چرواہا بکریان چرا رہا تھا، انھون نے اس کو کھانے پر بلایا، لیکن اس نے عذر کیا، کہ مین روزے سے ہون، اب انھون نے اس کے ورع و تقوی کے امتحان لینے کو کہا کہ "ان بکریون مین سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کردو ہم تمھین قیمت بھی دین گے اور افطار کرنے کے لیے گوشت بھی، لیکن اس نے کہا کہ "بکریان میری نہین ہین میرے آقا کی ہین"، انھون نے کہا کہ "تمھارا آقا کیا کرے گا؟" اب چرواہے نے پیٹھ پھیر لی اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا تو خدا کہان چلا جائیگا"، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس فقرے پر محو ہوگئے بار بار اس کو دہرانے لگے، مدینہ مین پلٹ کر آئے تو اس کو اس کے آقا سے مع بکریون کے خرید کر آزاد کردیا، اور بکریان

[1] ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام [2] اسد الغابہ تذکرہ فاطمہ بنت تیمیہ، [3] بخاری کتاب المناقب

Marfat.com

اس پر ہبہ کردین[1]،

خاکساری | اگرچہ دنیا صحابۂ کرام کی خاک پا کو آنکھ کا سرمہ بناتی تھی، لیکن با ایںہمہ وہ نہایت فروتن، متواضع اور خاکسار تھے، ایک بار محمد بن حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ "رسول اللہ صلعم کے بعد کون شخص افضل الناس ہی؟" بولے "ابوبکر"، پھر پوچھا کہ "ان کے بعد" بولے "عمرؓ"، اس کے بعد وہ خود کہہ اُٹھے کہ ان کے بعد "آپ"، فرمایا "مین تو مسلمانون کا ایک معمولی فرد ہون[2]"

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے، لیکن طرز معاشرت اس قدر سادہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان نہین سکتا تھا، ایک بار کسی شخص نے گھاس خریدی اور ان کو بیگار پکڑ کر گٹھیا سر پر لاد دی، وہ چلے تو لوگون نے کہا یہ "امیر ہین" صاحب رسول اللہ ہین" اس نے کہا "معاف فرمائیے مین نے آپ کو پہچانا نہین بوجھ سر سے رکھ دیجیے"، بولے "نہین اب تو تمھارے گھر پہنچا کر اتارون گا[3]"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار اُن کے پاس کسی نے ہروی کپڑے ہدیۃً بھیجے، انھون نے واپس کردیا اور کہا کہ "ہم غرور کے خوف سے اس کو نہین پہن سکتے"، اگر کسی مجلس مین جاتے، اور کوئی ان کی تعظیم کو اُٹھتا، تو وہان نہ بیٹھتے[4]،

حضرت امیر معاویہؓ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے، لیکن ایک بار ابن عامر ان کی تعظیم کے لئے اُٹھے تو اُنھون نے منع کیا[5]،

عفو درگذر | صحابۂ کرام کی زندگی اس آیت کی حقیقی تفسیر ہے،

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الاعتصام بالسنۃ باب فی التفضیل ص۳۱۳، طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ
[3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، [4] طحاوی فی قیام الناس بعضہم لبعض، وادب المفرد باب قیام الرجل للرجل تعظیما،

Marfat.com

وَالکَاظِمِینَ الغَیظَ وَالعَافِینَ عَنِ النَّاسِ، (اٰل عمران)

غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگون سے درگذر کرنے والے ہین،

ایک بار حضرت صفوانؓ مسجد مین کمل بچھا کر سو رہے تھے، ایک شخص آیا اور اس کو چرا کر چلتا ہوا، لیکن لوگ اس کو پکڑ کر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لائے اور آپ نے اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، حضرت صفوانؓ کو خبر ہوئی تو حاضر خدمت ہوکر عرض کیا "کیا ۳ درہم (چادر کی یہی قیمت تھی) کے لیے آپ اس کا ہاتھ کاٹتے ہین، مین کمل اس کے ہاتھ فروخت کردیتا ہون، قیمت بعد کو ادا کردے گا"، فرمایا "میرے پاس لانے سے پہلے ہی کیون نہ معاف کردیا"[1]

ایک بار رسول اللہ صلعم نے صدقۂ فطر کی حفاظت حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق کی رات کو تین بار ایک چور آیا اور غلہ چرا کر لے چلا، حضرت ابوہریرہؓ نے اس کو ہر بار پکڑا لیکن اس نے منت سماجت کی تو چھوڑ دیا، اخیر مین معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا[2]

حضرت عروہ بن مسعودؓ نے جب رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک سے مشرف باسلام ہوکر اپنے وطن طائف مین واپس آکر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی تو وہ لوگ دشمن ہوگئے اور اُن کے قتل کا تہیہ کرلیا، چنانچہ صبح کے وقت انھون نے اذان دی تو قبیلۂ بنو مالک کے ایک شخص نے تیر مارا اور وہی زخم منجر الی الشہادۃ ہوگیا، ان کے خاندان والون کو خبر ہوئی تو ہتھیار سج سج کے آئے اور کہا "ہم ایک ایک کرکے مرجائین گے لیکن جب تک ان کے عوض مین بنو مالک کے دس سردار نہ قتل کرلین گے ہم کو چین نہ آئے گا، لیکن حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ میرے بارے مین جنگ و جدل نہ کرو، مین نے باہمی اصلاح

[1] ابوداؤد کتاب الحدود، باب من سرق من حرز ... بخاری کتاب ... الوکالۃ باب اذا وکل رجلا ترک الوکیل شیئاً،

Marfat.com

کے لیے اپنے خون کو معاف کر دیا[1]"

حضرت عمرؓ اگرچہ مذہبی معاملات مین نہایت سخت تھے، لیکن ایک بار طائف کے دو شخصون نے مسجد نبویؐ مین شور و غل کیا، تو انھون نے ان کو طلب کیا، اور کہا کہ "مسجد نبویؐ مین شور کرتے ہو اگر شہر کے رہنے والے ہوتے تو مین تم کو سزا دیتا[2]"

عصبیت اور قومی حمیت اسلام نے اگرچہ تمام صحابہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا، تاہم ان مین عصبیت اور قومی حمیت باقی تھی، اور جب موقع آجاتا تھا، تو دفعۃً یہ چنگاری سلگ اٹھتی تھی، حضرت محلم بنؓ جثامۃ اللیثی نے قبیلۂ اشجع کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا حضرت عیینہ بن حصن قبیلۂ اشجع کے سردار تھے، اس لیے انھون نے مقتول کی حمایت کی حضرت اقرع بن حابس کا تعلق قبیلۂ بنو لیث سے تھا، اس لیے وہ قاتل کی حمایت مین اٹھے، باہم سخت شور و غل ہوا، بالآخر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "عیینہ دیت قبول کر لو، صحابۂ کرام اگرچہ آپ کی اطاعت کو فرض عین سمجھتے تھے، لیکن اس موقع پر عیینہ نے کہا "خدا کی قسم جس طرح اس نے ہماری عورتون کو سوگ مین مبتلا کیا ہے اسی طرح مین اس کے قبیلہ کی عورتون کو سوگوار کر کے چھوڑون گا" پھر باہم سخت کشمکش ہوئی، آپ نے حضرت عیینہ کو پھر دیت لینے پر آمادہ کرنا چاہا، لیکن انھون نے پھر وہی پہلا جواب دیا، بالآخر آپ نے خود دیت ادا کی[3]"

واقعۂ افک کے متعلق جب آپ نے فرمایا من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی تو حضرت سعد بن معاذ اٹھے، اور فرمایا "خدا کی قسم اگر وہ ہمارے قبیلۂ اوس کا ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دین گے اور اگر قبیلۂ خزرج کا ہوگا تو آپ جو حکم دین گے تعمیل ارشاد کرینگے" حضرت سعد بن عبادہؓ قبیلۂ خزرج کے سردار تھے، ان کی حمیت قومی نے جوش کھایا اور بولے

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عروہ بنؓ مسعود [2] بخاری کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی المسجد، [3] ابوداؤد کتاب الدیات باب الامام یامر بالعفو بالدم،

Marfat.com

جھوٹ بکتے ہو، خدا کی قسم تم اس کے قتل کرنے کی طاقت نہین رکھتے" حضرت سعید بن رضؓ حضیر اوسی کو بھی جوش آگیا بولے "تم جھوٹ بکتے ہو ہم خدا کی قسم اس کو ضرور قتل کر ڈالین گے بات اس قدر بڑھی کہ اگر آپ نہ روکتے تو دونون قبیلون مین مٹ بھیڑ ہو جاتی"[1]

شکر الٰہی ایک شخص کا بیٹا مرجاتا ہی، دولت لٹ جاتی ہی، جائداد تباہ ہو جاتی ہی، تو وہ ابتدا مین بدحواس ہو جاتا ہی، لیکن مایوسی مجبوراً صبر کا خوگر بنا دیتی ہی کہ الیاس احدی الرجلین لیکن جب خدا ایک لاولد شخص کو بیٹا دیتا ہی، ایک مفلس کو دولت مل جاتی ہی، ایک ذلیل شخص معزز ہو جاتا ہی تو دفعتہً اس قدر مغرور اور خود پسند ہو جاتا ہی کہ اس حالت مین اُس کو خدا یاد نہین آتا، اس لیے بعض صوفیہ کا قول ہی کہ "صبر آسان اور شکر مشکل ہی"، لیکن اسلام کے تمام دور صحابۂ کرام کے سامنے تھے، وہ بھی جس مین وہ سخت مفلس اور محتاج تھے، اور وہ بھی جسمین وہ دولت مند اور متمول ہو گئے تھے، پہلے دور مین انھون نے صبر کیا تھا، اور دوسرے دور مین خدا کا شکر ادا کرتے تھے، ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مین نے یتیمی کی حالت مین نشو ونما پائی، مسکینی کی حالت مین ہجرت کی کھانے پر اجیر تھا، جب وہ غزوان کا ملازم تھا جب وہ لوگ منزل پر اترتے تھے، تو ان کے لیے لکڑیان چن لاتا تھا، اور جب وہ اونٹ پر سوار ہوتے تھے تو ان کی حدی خوانی کرتا تھا، لیکن خدا کا شکر ہی کہ اب مذہب نے قوت حاصل کر لی ہی اور ابوہریرہ امام بن گیا ہی"[2]

ایک بار مدینہ کے کچھ لوگ ان کی خدمت مین آئے تو انھون نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاؤ گھر سے کھانا مانگ لاؤ، وہ گئے تو ان کی والدہ نے تین روٹیان زیتون کے تیل اور نمک کے ساتھ بھیجدین وہ سب کے سامنے رکھی گئین تو حضرت ابوہریرہؓ نے تکبیر کا نعرہ مارا

---

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضاً، [2] سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب اجارۃ الاجیر علی طعام بطنہ،

Marfat.com

اور کہا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے روٹی سے ہمارا پیٹ بھرا، حالانکہ اس سے پہلے ہماری غذا کھجور اور پانی کے سوا کچھ نہ تھی۔"[1]

حضرت سلمان فارسیؓ کھانا کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ اُس خدا کا شکر ہے جو ہمارا کفیل ہوا اور ہمارے رزق مین وسعت دی۔[2]

ایک بار حضرت عمرؓ نے نیا کپڑہ پہنا تو فرمایا کہ مین اس خدا کا شکر کرتا ہون جس نے مجھکو کپڑا پہنایا جس سے مین اپنی شرمگاہ کو چھپاتا ہون اور زندگی مین زینت حاصل کرتا ہون۔[3]

استغنا | کیمیا اگر خاک کو سونا بنا دیتی ہے تو استغنا اور بے نیازی سونے کے ڈلے کو تودۂ خاک بنا دیتے ہین صحابۂ کرام کو اسی کیمیا کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا، اس لیے وہ ہوس پرست کیمیاگرون کی طرح سونے کی حرص مین خاک نہین چھانتے، بلکہ ان کے سامنے لعل وگہر بھی آجاتے تھے تو ان کو بے پروائی کے ساتھ سنگریزون کی طرح ٹھکرا دیتے تھے،

مالِ خُمس مین سے ایک حصہ اہل بیت کو ملتا تھا جس کی تقسیم کا انتظام رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کے متعلق کر دیا تھا شیخین کے زمانہ مین بھی وہ اسی خدمت پر مامور تھے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین کہین سے بہت سا مال آیا اور انھون نے حسب معمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دینا چاہا تو بولے "اس سال ہم تو اس سے بے نیاز ہین البتہ مسلمانون کو اس کی ضرورت ہے، انھین کو دیدیجیے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسکو بیت المال مین داخل کر دیا۔[4]

ایک بار عبدالعزیز بن مروان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو لکھا کہ "میرے دربار مین اپنی ضرورتین پیش کیجیے"[5] انھون نے جواب مین لکھا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، پہلے اس شخص کو دو جس کے تم کفیل ہو، نہ مین تم سے کچھ مانگتا، اور

---

[1] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب جامع ما جاء فی الطعام والشراب، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ، [3] ترغیب وترہیب جلد ۲ صفحہ ۵۸ [4] ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ،

Marfat.com

نہ اس رزق کو واپس کرتا جو خدا مجھ کو تمھارے ذریعہ سے دیتا ہے[1]"

ایک بار حضرت وائل بن حجرؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آئے انھون نے نہایت تپاک سے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو عطیہ دینا، اور وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن انھون نے کہا کہ "ہم اس سے بے نیاز ہین، جو اس کے ہم سے زیادہ مستحق ہین وہ اس کو قبول کرین گے[2]"

ایک بار حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بنؓ ارقم کو تیس ہزار درہم دینا چاہے مگر انھون نے انکار کر دیا[3]،

شرم وحیا حدیث شریف مین آیا ہے :-

الحیاء شعبۃ من الایمان (بخاری کتاب الایمان) حیا ایمان کی شاخ ہے،

صحابۂ کرام کے کشتِ دل مین ایمان کی یہ شاخ اس قدر سرسبز و شاداب تھی کہ بہت سے صحابہ کو بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے مین بھی شرم آتی تھی[4] اور قضائے حاجت کی حالت مین بھی حیا دامن گیر ہوتی تھی، چنانچہ یہ آیت انھین لوگون کی شان مین نازل ہوئی الا انھم یثنون صدورھم لیستخفوا منہ[5]،

حضرت عثمانؓ کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ گھر کا دروازہ بند ہوتا تھا لیکن کپڑا اتار کر نہین نہاتے تھے[6]، نہانے کے بعد ان کی بی بی کی لونڈی کپڑے پہننے کے لیے لاتی تھی تو کہدیتے تھے کہ میری طرف نہ دیکھنا کیونکہ تمھارے لیے یہ جائز نہین[7]، خود رسول اللہ صلعم ان کی شرم وحیا کا لحاظ رکھتے تھے، ایک بار آپ کی خدمت مین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے، اس وقت

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۔ [2] استیعاب تذکرہ وائل بن حجر [3] ایضاً تذکرہ عبداللہ بن ارقمؓ [4] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ ہود، باب تفسیر یثنون الآیہ [5] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۸، مسند عثمان [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ

Marfat.com

آپ گھر مین لیٹے ہوئے تھے، اور آپ کی ران کھلی ہوئی تھی، لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپ نے اسکو ڈھانک لیا حضرت عائشہ رضؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہین، اگر مین اسی حالت مین رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے"

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اندھیرے گھر مین نہاتے تھے، تاہم شرم کے مارے سیدھے نہین کھڑے ہوتے تھے، بلکہ سکڑے رہتے تھے، ایک دفعہ چند لوگون کو دیکھا کہ پانی مین بغیر تہبند باندھے ہوئے کھڑے ہوئے ہین، بولے "مجھے یہ پسند ہی کہ مرکر زندہ ہون، پھر مرون، پھر زندہ ہون، پھر مرون پھر زندہ ہون، لیکن یہ بے حیائی پسند نہین"، اُن کو ستر عورت کا اس قدر خیال تھا کہ سونے کی حالت مین خاص کپڑے پہن لیتے تھے کہ مبادا حالت خواب مین کشف عورت ہو جائے[1]،

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ حمام مین گئے دیکھا کہ کچھ لوگ برہنہ نہا رہے تھے، آنکھ بند کرکے فوراً واپس آئے، حمامی کو معلوم ہوا تو اس نے سب کو نکال کر اور حمام کو خوب پاک صاف کرکے اُن کو بلوایا، اور کہا کہ اب حمام مین کوئی نہین اندر داخل ہوئے تو پانی بہت گرم تھا، بولے "کتنا بُرا گھر ہی جس سے حیا نکال دی گئی ہی، اور کتنا اچھا گھر ہی جس سے آدمی چاہے تو عبرت حاصل کر سکتا ہی، یعنی دوزخ کو یاد کر سکتا ہی"، ایک دن اُن سے کسی نے کہا کہ آپ حمام کیون نہین کرتے"؟ بولے مین یہ پسند نہین کرتا کہ میری شرمگاہ پر کسی کی نگاہ پڑے"، اس نے کہا "تو تہبند باندھ لیجیے"، بولے "مین کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا بھی پسند نہین کرتا"[2]،

حضرت عبداللہ بن عامرؓ ایک روز غسل کر رہے تھے، ان کے والد حضرت عامرؓ ایک

[1] مسلم کتاب المناقب فضائل عثمانؓ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ [3] ایضاً تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

Marfat.com

یتیم بچے کی پرورش کرتے تھے، وہ بھی ساتھ نہا رہا تھا، اور دونون ایک دوسرے کے بدن پر پانی ڈال رہے تھے، حضرت عامرؓ نے دیکھا تو کہا کہ "ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم ہم تم کو اپنے آپ سے اچھا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عہد اسلام مین پیدا ہوے ہین، جاہلیت کے زمانے مین نہین پیدا ہوئے، لیکن خدا کی قسم تم لوگ بڑے ناخلف ہو"[1]

طہارت ونظافت | صحابہ کرام نہایت طہارت ونظافت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اہل عرب عموماً قضائے حاجت کے بعد پانی سے آبدست نہین لیتے تھے، لیکن صحابہ کرام مین اہل قبا، پانی سے آبدست لیتے تھے، اور عرب کی حالت کے لحاظ سے یہ ایک ایسی عظیم الشان فضیلت تھی کہ اس کے متعلق قرآن پاک مین ایک خاص آیت نازل ہوئی،

فیہ رجال یحبون ان	مسجد قبا مین ایسے لوگ رہتے ہین جو طہارت
یتطہروا واللہ یحب	کو پسند کرتے ہین، اور خدا بھی طہارت
المطہرین[2]	کرنے والون کو محبوب رکھتا ہے،

ان کے علاوہ اور صحابہ بھی طہارت کا نہایت خیال رکھتے تھے،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ شیشے مین پیشاب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ "بنو اسرائیل کے جسم پر اگر پیشاب کی چھینٹین پڑجاتی تھین تو اس کو قینچی سے کتر دیتے تھے"[3]

حضرت عثمانؓ کو طہارت کا اس قدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے

---

[1] موطاے امام محمد ابواب السیر باب الرجل ینظر الی عورۃ الرجل

[2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء بالماء، حدیث مین اس آیت کا آخری ٹکڑا نہین ہی ہمنے بڑھا دیا ہو،

[3] مسلم کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین،

Marfat.com

معمولاً ایک بار روزانہ غسل کرتے تھے،[1]

حضرت سمرہ بن انس رضؓ کی طہارت پسندی کا یہ حال تھا کہ جس گھر مین کوئی جنب مرد یا حائضہ عورت ہوتی تھی اس کے اندر نہین جاتے تھے،[2]

صحابہ کرامؓ اگرچہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم غسل وطہارت کیلیے حضرت انس رضؓ کے گھر مین ایک حمام موجود تھا،[3]

نجاست کی حالت مین رہنا صحابہ کرام کو اس قدر گران تھا کہ جب یہ حالت زائل ہو جاتی تھی تو گویا اُن کے سر کا بار اُتر جاتا تھا،

حضرت ابو ذر رضؓ مقام ربذہ مین اونٹ اور بکریان چراتے تھے، چونکہ میدان مین پانی میسر نہین آتا تھا، اور اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ حالت جنابت مین بھی تیمم کیا جا سکتا ہے، اس لیے جب اُن کو غسل کی حاجت ہوتی تھی تو پانچ پانچ چھ چھ روز تک ناپاک رہجاتے تھے لیکن اُن کو نجاست کا یہ زمانہ اس قدر شاق گذرتا تھا کہ جب اُن کو رسول اللہ صلعم نے اس غلطی پر تنبیہ کی اور پانی منگوا کر نہلوایا، تو ان کو محسوس ہوا کہ

فکانی القیت علی جبلا[4]	گویا مجھ پر ایک پہاڑ لدا ہوا تھا جس کو اب مین نے اپنے اوپر سے پھینکدیا،

سخت سی سخت خود فراموشانہ مصیبت مین بھی صحابہ کرام کو طہارت و نظافت کا خیال رہتا تھا، کفار جب حضرت خبیب رضؓ کو گرفتار کر کے لے گئے اور قتل کرنا چاہا تو انھون نے اس آخری وقت مین سب سے پہلے استرہ طلب کیا،[5]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۷ مسند عثمان [2] اصابہ تذکرہ حضرت سمرہ بن انس رضؓ [3] بخاری کتاب الصوم باب اغتسال الصائم [4] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الجنب تیمم [5] ابو داؤد کتاب الجنائز باب المریض یتیمم اذا خاف الطہارۃ وغیرہ،

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری ؓ کے نزع کا وقت آیا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس کپڑے مین مریگا اسی مین اس کا حشر ہوگا،[1] اگرچہ صحابہ کرام کو زیب و زینت کی پروا نہ تھی، تاہم وہ طہارت و نفاقت کی وجہ سے بالکل راہبانہ زندگی بھی بسر کرنا پسند نہین کرتے تھے حضرت ابو قتادہ انصاری ؓ نے بال رکھ چھوڑے تھے، رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ "مین بالون مین کنگھی کردن؟" فرمایا "ہان کنگھی کرد، اور اسکو گرد و غبار سے بچاؤ"[2] اس کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ وہ بسا اوقات دن مین دو بار ان مین تیل لگاتے تھے حضرت عمر ؓ ریزہائے مشک کا استعمال کرتے تھے[3]،

زندہ دلی اسلام نے صحابہ کرام کے جذبات کو تر و تازہ اور شگفتہ کر دیا تھا، اس لیے ان مین زندہ دلی پائی جاتی تھی، اور وہ مختلف طریقون سے اس کا اظہار کرتے تھے، تمام صحابہ عید کے دن خوشیان مناتے تھے، دعوتین کرتے تھے اور ہمسایون کو کھانا کھلاتے تھے، قربانی نماز کے بعد کیجاتی ہے، لیکن ایک صحابی نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر دی، اور آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کھانے پینے کا دن تھا، اس لیے مین نے جلدی کی، خود کھایا، بچون اور ہمسایون کو کھلایا[4]،

عید کے دن معمولاً چھوکریان رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہوکر باجے بجاتے تھے، اور مسرت کے ترانے گاتے تھے[5]،

اخیر زمانہ مین جب اس کا رواج جاتا رہا، تو حضرت قیس بن سعد ؓ نے فرمایا، آپکے عہد کی کل چیزین مجھ کو نظر آتی ہین، بجز اس کے کہ مین عید کے دن بچون کو گاتے بجاتے نہین دیکھتا حضرت عیاض اشعری ؓ انبار مین تھے، عید کا دن آیا تو تعجب سے پوچھا کہ جس طرح آپکے

---

[1] ابو داؤد کتاب الجنائز باب تطہیر ثیاب المیت [2] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر، [3] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الطیب للرجل [4] ابو داؤد کتاب الاضاحی باب مایجوز من السن فی الضحایا [5] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین اہل الاسلام،

Marfat.com

عہد مین بچے گاتے بجاتے تھے، اسی طرح تم لوگ کیون نہین گاتے بجاتے[1]

خود رسول اللہ صلعم کے سامنے صحابۂ کرام زمانۂ جاہلیت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، اشعار پڑھتے تھے، اور آپ بھی ان تذکروں[2] کو سن کر کبھی کبھی مسکرا دیتے تھے،

حضرت ریاحؓ ایک صحابی تھے جو عرب کی ایک لَے کے بڑے ماہر تھے، وہ ایک سفر مین حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ تھے، انھون نے الاپنا شروع کیا، تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا یہ کیا؟ بولے "کوئی ہرج نہین، اس سے دل بہلاتے ہین اور راستہ کی کلفت دور کرتے ہین[3]"

ایک بار حضرت عمرؓ سفر حج مین تھے، قافلہ کیساتھ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی تھے، لوگون نے حضرت خواتؓ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار گاؤ، حضرت عمرؓ بولے کہ "انکو اپنی ہی نیتہ اذکار سنانے دو" چنانچہ وہ صبح تک متصل گاتے رہے، صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، "اب بس کرو[4]"

کبھی کبھی یہ زندہ دلی، سنجیدہ ظرافت کی صورت اختیار کر لیتی تھی،

ایک بار حضرت صہیبؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، سامنے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی، آپ نے پاس بلا کر اُن کو شریک کر لیا، وہ کھجور کھانے لگے، کھجور آشوب چشم کے لیے مضر ہے، اس لیے آپ نے ٹوکا کہ تمھاری آنکھون مین آشوب ہے، بولے "یا رسول اللہ صلعم آنکھ کے اُس گوشہ سے کھاتا ہون جس مین آشوب نہین" آپ مسکرا دیئے[5]

غزوۂ تبوک کے زمانہ مین آپ ایک چمڑے کے خیمے مین مقیم تھے، ایک صحابی آئے، سلام کیا، آپ نے جواب سلام کے بعد فرمایا "اندر آجاؤ"، بولے "اپنے پورے جسم کیساتھ یا رسول اللہ

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی لعقلیس یوم العید و بخاری ری [2] شمائل ترمذی باب ماجاء فی صفۃ کلا رسول اللہ صلعم فی الشعر [3] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ تذکرہ ریاح بن المعترف رضی اللہ عنہ [4] اصابہ تذکرہ حضرت خواات بن جبیر [5] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۰ [6] ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح،

Marfat.com

یعنی اس مین یہ ظریفانہ تعریض تھی کہ خیمہ اس قدر تنگ ہی کہ پورا جسم بمشکل اس کے اندر آسکتا ہی،

کبھی کبھی باہم دوڑ مین مردانہ وار مسابقت کرتے تھے، ایک انصاری صحابی تھے جن کا دوڑ مین کوئی مقابلہ نہین کرسکتا تھا، ایک غزوہ مین وہ فخریہ لہجے مین بار بار کہہ رہے تھے کیا کوئی مدینہ تک دوڑ مین میرا مقابلہ کرے گا؟ کیا کوئی مقابلہ کرنے والا ہی؟" حضرت سلمہؓ ابن اکوعؓ کے کان مین یہ آواز پہنچی، تو بولے "تم کسی معزز شخص کی عزت نہین کرتے؟ کسی شریف آدمی سے نہین ڈرتے؟" جواب دیا کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کسی سے نہین"، بالآخر حضرت سلمہ بن اکوع نے آپ سے اجازت لیکر دوڑ مین ان کا مقابلہ کیا اور بازی جیت لی[1]

کبھی کبھی سیر و شکار بھی کرلیتے تھے، حضرت ابوقتادہؓ رسول اللہ صلعم کے ساتھ سفر حج مین تھے، لیکن احرام نہین باندھا تھا، راہ مین ایک جنگلی گدھا نظر آیا، گھوڑے پر سوار ہوئے، ہاتھ مین برچھا لیا، اور گدھے کو جاکر ایسا برچھا مارا کہ وہ ڈھیر ہوکر رہ گیا[2]،

حضرت صفوان بن محمدؓ نے ایک بار دو خرگوشون کا شکار کیا، اور ان کو پتھر سے ذبح کیا آپ سے دریافت فرمایا تو آپ نے ان کو حلال قرار دیا[3]،

صحابہ کرام مین حضرت عدی بن حاتمؓ اور حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ مشہور شکاری تھے، اس غرض سے بازاور کتے پال رکھے تھے اور ان کو اس فن کی تعلیم دی تھی، تیر و کمان سے بھی شکار کرتے تھے اور تین تین دن تک شکار کے پیچھے پیچھے دوڑتے رہتے تھے[4]، لیکن یہ زندہ دلی اسی وقت تک تھی جب تک کوئی مذہبی کام پیش نہ آتا، لیکن جب کوئی مذہبی کام پیش آجاتا، تو یہ تمام چیزین خواب فراموش ہوجاتین اور صحابہ کرام اس کی ذمہ داریون کی گرانباری سے برجھک

[1] مسلم کتاب الجہاد باب غزوۃ ذی قرد وغیرہ، [2] ابوداؤد کتاب المناسک باب یوم الحدیبیہ لمحرم، [3] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الذبیحۃ بالمروۃ، [4] ابوداؤد کتاب الاضاحی باب فی الصید

Marfat.com

ہو جاتے ، ادب المفرد مین ہے :-

لم یکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ	اصحابِ رسول اللہ مردہ دل اور خشک مزاج
علیہ وسلم متخرقین ولا متماوتین وکانوا	نہ تھے ، اپنی صحبتون مین اشعار پڑھتے اور
یتناشدون الشعر فی مجالسھم ویذکرون	جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کرتے تھے لیکن
امر جاھلیتھم فاذا اردید احد منھم	جب کوئی مذہبی کام آپڑتا تو ان کی آنکھین
من شئی من امر اللہ دارت	اس طرح الٹ جاتین کہ گویا وہ
حمالیق عینیہ کانہ مجنون[1]	پاگل ہین ،

پابندی عہد معاہدہ ایک نازک رشتہ ہے ، جس کو صرف اخلاقی طاقت ہی مضبوط بنا سکتی ہے صحابۂ کرام مین یہ اخلاقی طاقت موجود تھی ، اس لیے وہ نہایت مضبوطی کے ساتھ اس رشتہ کو قائم رکھتے تھے ، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے رومیون کے ساتھ معاہدہ کیا تھا ، ابھی مدت معاہدہ گذرنے بھی نہ پائی تھی کہ حملہ کی تیاریان کردین کہ مدت گذرنے کے ساتھ ہی حملہ شروع کردیا جائے ، فوج روانہ ہوئی تو حضرت عمرو بن عنبسہؓ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے ، اور فرمایا "اللہ اکبر وفا کرنی چاہیئے ، بے وفائی اور بدعہدی سزاوار نہین[2]"

امیہ بن خلف اسلام کے الدالاعدا مین تھا ، اس مین اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ مین تحریری معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ مین ان کی جان و مال کی حفاظت کریگا اور وہ مدینہ مین اس کی جان و مال کی حفاظت کرین گے ، غزوۂ بدر پیش آیا ، اور لوگ سو گئے تو وہ اس کی حفاظت کو نکلے حضرت بلالؓ نے امیہ کو دیکھ لیا ، اور انصار کی ایک مجلس مین آکے کہا کہ اگر امیہ بچ کے نکل گیا تو میری جان کی خیر نہین ، انصار کے کچھ لوگ اُن کے ساتھ ہو لیے ، اب حضرت عبدالرحمنؓ

---

[1] ادب المفرد باب الکبر [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الامام یکون بینہ وبین العدو العہد فیسیر الیہ ،

Marfat.com

بن عوف گھبرائے کہ کہیں وہ لوگ ہمارے پاس نہ پہنچ جائین، مجبوراً اُمیہ کے بیٹے کو اس لیے پیچھے کر دیا کہ وہ لوگ اسی کے قتل مین اُلجھے رہین، انصار نے اس کو قتل کر کے اُن لوگون کا پیچھا کیا، اُمیہ نہایت فربہ آدمی تھا جب وہ لوگ پاس آگئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس سے کہا کہ "بیٹھ جاؤ"، وہ بیٹھ گیا تو اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا لیکن صحابہ نے ان کو بچا کر اِدھر اُدھر سے تلوارین لگائین یہان تک کہ اس کو قتل کر دیا، اور خود اُن کے پانون مین زخم آئے[1]

معاہدہ تو ایک بڑی چیز ہی صحابۂ کرام معمولی سے معمولی وعدے کو بھی لازمی طور پر پورا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت انسؓ سے کہا کہ "مین فلان دن سفر کرنے والا ہون، میرے سفر کا سامان کر دو"، انھون نے سامان کرنا شروع کیا، جب روانگی کا وقت آیا تو بولے کہ "ذرا سی کسر رہ گئی ہے، اگر آپ ٹھہر جاتے تو مین اس کو پورا کر دیتا"، بولے "مین گھر کے لوگون سے کہہ چکا ہون کہ مین فلان دن سفر کرون گا، اب اگر اُن سے جھوٹ بولتا ہون تو وہ بھی مجھ سے جھوٹ بولین گے، ان سے خیانت کرتا ہون تو وہ بھی مجھ سے خیانت کرین گے، اُن سے وعدہ خلافی کرتا ہون تو وہ بھی مجھ سے وعدہ خلافی کرینگے"، چنانچہ وہ روانہ ہو گئے اور اس کی کچھ پروا نہ کی کہ سامان سفر نامکمل ہے[2]

رازداری رازداری ایک امانت ہی اور دنیا مین بہت کم لوگ ہین جو اس امانت کا بار اٹھا سکتے ہین، لیکن صحابۂ کرام کا سینہ راز کا مدفن تھا جس سے وہ قیامت تک باہر نہین نکل سکتا تھا، ایک دن حضرت انس بنؓ مالک بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلعم آئے اور اُن کو کسی ضرورت سے بھیجدیا، اس کے پورا کرنے مین دیر ہو گئی، گھر آئے تو ان سے لوگون نے پوچھا کہان رہ گئے تھے؟ بولے "آپ نے ایک ضرورت سے بھیجا تھا"، بولین "وہ کیا؟" انھون نے

[1] بخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب او فی دار الاسلام [2] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ابوموسیٰ اشعری،

Marfat.com

"وہ ایک راز ہے" بولین آپ کا راز کسی سے نہ کہنا"، چنانچہ حضرت انس بن مالک نے اسکو اس طرح محفوظ رکھا کہ جب حضرت ثابت سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا کہ "میں نے اگر وہ راز کسی سے بیان کیا ہوتا تو تم سے ضرور بیان کرتا"[1]

ایک دن آپ کی خدمت میں تمام ازواج مطہرات جمع تھیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حالت میں آگئیں، آپ نے ان کو مرحبا کہا، اور اپنے پہلو میں بٹھالیا اور آہستہ سے انکے کان میں ایک بات کہی، وہ چیخ مار کر رو پڑیں، پھر آہستہ سے ایک بات کہی جس سے وہ ہنس پڑیں آپ چلے گئے تو حضرت عائشہ نے اس کی وجہ پوچھی بولیں "آپکی زندگی میں میں آپ کا راز فاش نہیں کر سکتی"[2]

حضرت حفصہ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمر نے حضرت عثمان سے انکی منگنی کرنی چاہی لیکن انھوں نے کہا "میں اس سے معذور ہوں" اب انھوں نے حضرت ابوبکر سے درخواست کی وہ خاموش ہو رہے، حضرت عمر کو پہلی ناکامی کے بعد دوسری ناکامی کا بہت رنج ہوا، اس کے چند روز کے بعد رسول اللہ صلعم نے خود نکاح کا پیغام بھیجا، نکاح ہو گیا تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے اپنے رنج کا ذکر کیا، تو انھوں نے کہا کہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم نے حفصہ کا ذکر مخفی طور پر کیا تھا، لیکن میں آپ کا راز فاش کرنا پسند نہیں کرتا تھا، اگر آپ نکاح نہ کرتے تو میں ضرور نکاح کر لیتا"[3]

رسول اللہ صلعم نے تمام صحابہ میں منافقین کے نام صرف حضرت حذیفہ کو بتائے تھے، اس لیئے وہ صاحب سر رسول اللہ کے لقب سے ممتاز تھے[4] حضرت حذیفہ نے اس راز کو عمر بھر فاش نہیں کیا، ایک بار حضرت عمر نے اُن سے پوچھا کہ "میرے عمال میں کوئی منافق بھی

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۵۳، [2] مسلم کتاب الفضائل مناقب فاطمہ، [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت حفصہ
[4] بخاری کتاب الاستیذان باب من الفی لہ وسادۃ

Marfat.com

ہے" بولے ایک شخص ہے، لیکن نام نہ بتاؤنگا، ایک بار اُنھوں نے کہا کہ "اب صرف چار منافق رہ گئے ہین" ایک بدو نے کہا، "جو گروہ اصحاب رسول اللہ ہین ہم کو ان کی کچھ خبر نہین ہی، آپ ہم کو اُن کے نام بتائیے، آخر کون لوگ ہین جو ہمارے گھرون مین نقب لگاتے ہین اور اسباب چرا لیجاتے ہین"؟ بولے "تو بدکار لوگ ہین منافق صرف چار ہین جن مین ایک اس قدر بوڑھا ہو گیا ہی کہ اگر ٹھنڈا پانی بھی پیے تو بھی اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس نہ ہو"[۱]

جانورون پر شفقت صحابۂ کرام جس طرح انسانون کے درد دکھ کو نہین دیکھ سکتے تھے اسی طرح ان کو جانورون کی اذیت و تکلیف بھی گوارا نہ تھی، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ جب ہم منزل پر اترتے تھے تو پہلے اونٹون کا کجاوہ کھول لیتے تھے، پھر نماز پڑھتے تھے[۲]

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک چرواہا ایک جگہ اپنی بکریان چرا رہا ہی ان کو دوسری جگہ اس سے بہتر نظر آئی تو اس سے کہا کہ وہان لیجاؤ کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا[۳]

ایک دن آپ سے ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ مجھے بکری ذبح کرنے پر رحم آتا ہے" فرمایا "اگر اس پر رحم کروگے، تو خدا تم پر بھی رحم کریگا"[۴]

ایک دن کچھ لوگ حضرت عبیداللہؓ و حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کی خدمت مین آئے اور پوچھا کہ "ایک شخص گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اور اس کو دوڑاتا ہے اس کے متعلق آپنے رسول اللہ صلعم سے کوئی روایت سُنی ہے"، بولے "نہین" اندر سے ایک خاتون بولین

خدا خود کہتا ہی :-

[۱] اسد الغابۃ تذکرہ حضرت حذیفہؓ
[۲] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ برأۃ تعبیرو قاتلوا ائمۃ الکفر [۳] ابوداؤد کتاب الجہاد باب ایومر بہ من القیام علی الدواب والبہائم [۴] ادب المفرد باب من اشار علی اخیہ ان لم یقبل مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۳۴

Marfat.com

وما من دابۃ فی الارض ولا	زمین کے جانور اور ہوا کی چڑیان بھی تمھاری
طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم	ہی طرح ایک امت ہین ۔

یعنی وہ بھی قابلِ رحم ہین،

دونون نے کہا، یہ ہماری بڑی بہن ہین[1]،

غیرت صحابۂ کرام اگرچہ فخر و غرور سے سخت نفور تھے، تاہم انھون نے نہایت غیور طبیعت پائی تھی ایک بار رسول اللہ صلعم حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے مین جلوہ افروز تھے، حضرت زینب رضؓ نے آپ کے لیے ایک پیالے مین کھانا بھیجا، حضرت عائشہ رضؓ نے اس کو پٹک دیا اور وہ چور چور ہوگیا، اس پر آپ نے فرمایا،

غارت امکم	تمھاری ماں کو غیرت آگئی،

حضرت عمرؓ اس قدر غیور تھے کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب مین جنت نظر آئی جس مین ایک محل کے گوشے مین ایک عورت وضو کر رہی تھی، مین نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہی؟ جواب ملا کہ "عمر کا" مین نے اس مین داخل ہونا چاہا، لیکن عمرؓ کی غیرت کے خیال سے واپس آیا[2]، حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عاتکہ رضؓ نماز فجر اور نماز عشا جماعت کے ساتھ مسجد مین ادا کرتی تھین، حضرت عمرؓ کو یہ سخت ناگوار تھا، تاہم چونکہ رسول اللہ صلعم نے عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دیدی تھی، اس لیے منع بھی نہین کر سکتے تھے[3] حضرت اسماءؓ کہتی ہین کہ "مین اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے گھر کا تمام کام خود کرتی تھی، چنانچہ ایک بار وہ بڑی دور سے سر پر کھجورون کی گٹھلی لا رہی تھین، راستہ مین رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوگئی اور آپ نے مجھ کو اپنے پیچھے سوار کر لینا چاہا، لیکن مین حضرت زبیرؓ کی غیرت کے خیال سے سوار نہین ہوئی"

---

[1] اصابہ ذکر حضرت عبید اللہ بن جحش ازدی [2] بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ، [3] ایضاً کتاب الجمعۃ باب ہل علی من لم یشہد الجمعۃ غسل من النساء والصبیان وغیرہم [4] مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق،

Marfat.com

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

والذین یرمون المحصنات ثم لم	جو لوگ پاکدامن بی بیون پر تہمت لگائین
یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم	اور اس پر چار گواہ نہ لاسکین انکو اسی کوڑے
ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابداً،	مارو (ترجمہ) انکی شہادت کبھی قبول کرو،

تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا "یا رسول اللہ اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے؟" آپ نے انصار سے کہا "دیکھو تمھارے سردار کیا کہتے ہین؟" انصار نے کہا "یا رسول اللہ ان کو ملامت نہ کیجئے وہ سخت غیور آدمی ہین، باکرہ عورت کے سوا کسی دوسری عورت سے نکاح نہین کیا، اور جب کسی عورت کو طلاق دی تو ان کی غیرت کے خیال سے ہم مین کسی نے اس سے نکاح کرنے کی جرارت نہین کی"۔ حضرت سعد بن عبادہؓ بولے "یا رسول اللہ بخدا مجھے یقین ہے کہ یہ آیت حق ہے اور خدا کی جانب سے نازل ہوئی ہے لیکن مجھے تعجب اس پر ہوا کہ مین ایک عورت کو دیکھون کہ اسے ایک شخص اپنی ران پر بٹھائے ہے، اور اس کو مین اس وقت تک کچھ نہ کہہ سکون جب تک چار گواہ نہ جمع کرلون"[1]

---

[1] مسند ابی داود الطیالسی صفحہ ۲۶۴

Marfat.com

حسنِ معاشرت

صلۂ رحم

تمدن کی ابتدا درحقیقت صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اگر باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو، بھائی بھائی کو چھوڑ دے تو نوع انسان جانوروں کا ایک ریوڑ بنجائے، اس بنا پر قرآن وحدیث دونوں میں صلۂ رحمی کی نہایت فضیلت بیان کی گئی ہے اور صحابۂ کرام میں فضیلت عموماً پائی جاتی تھی،

حضرت مسطحؓ حضرت ابوبکرؓ کے قرابت دار تھے، اس لیے وہ ان کی کفالت کرتے تھے، حضرت حفصہؓ نے اپنا گھر حضرت زید بن خطابؓ کی بیٹی کو عمر بھر کے لیے دیدیا تھا،[1]

ایک صحابی تھے جو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور احسان کرتے تھے، اور ان کے ساتھ حلم و بردباری کے ساتھ پیش آتے تھے، مگر اُدھر سے تمام چیزوں کا جواب اُلٹا ملتا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلعم سے اس کی شکایت کی تو فرمایا کہ "جب تک تم اس حالت کو قائم رکھوگے خدا کی جانب سے اُن کے مقابل میں تمھارا ایک مددگار رہیگا،[2]

حضرت زینبؓ اپنے اعزہ واقارب کے ساتھ نہایت سلوک کرتی تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، :-

ولما رأیت لھا خیرا فی الدین	میں نے زینب سے زیادہ دیندار نہیں
من زینب واتقی اللہ واصدق	پرہیزگار زیادہ سچی اور زیادہ صلہ رحمی

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن بعضا [2] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب فی التقصی فی العمری [3] ادب المفرد باب فضل صلۃ الرحم،

Marfat.com

حدیثا واصل للرحم[1]، کرنے والی عورت نہین دیکھی،

ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت مین ان کا سالانہ وظیفہ جس کی مقدار بارہ ہزار درہم تھی بھیجا تو اُنھون نے یہ تمام اپنے اعزہ کو تقسیم کر دی[2]،

حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانۂ خلافت مین اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ جو فیاضیان کین ان کا محرک یہی صلہ رحمی تھی جس کا اظہار انھون نے عام طور پر کر دیا تھا[3]،

حضرت اسمارضؓ نے ایک جائداد حضرت عائشہؓ سے وراثۃً پائی تھی، جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ پر خرید لیا، لیکن انھون نے اس رقم کو حضرت قاسم بنؓ محمد اور حضرت ابن ابی عتیق پر ہبہ کر دیا[4]، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہؓ کی وراثت سے حصہ نہین ملا تھا، اس لیے حضرت اسمائؓ نے اُنکی دل شکنی کے خیال سے یہ رقم اُن کو دے دی،

صحابۂ کرام کو صلہ رحمی کا اس قدر خیال تھا کہ حضرت عمرؓ صبح کے وقت اپنے بچون سے کہتے تھے کہ الگ الگ کھیلو، مل جل کر رہو گے تو تم مین جھگڑا فساد ہوگا، اور قطعۂ رحم کرو گے[5]،

یہ حسن سلوک صرف مسلمان اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ صحابۂ کرام اپنے ان اعزہ و اقارب کے ساتھ بھی جو کافر تھے اسی قسم کا فیاضانہ برتاؤ کرتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ کو ایک ریشمی جوڑا دیا، تو انھون نے اس کو اپنے ایک مشرک بھائی کے پاس بھیجدیا جو کفر زار مکہ مین اقامت گزین تھا[6]،

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب فضل عائشہؓ [2] اصابہ تذکرہ حضرت زینبؓ بنت جحش [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۹۰ [4] بخاری کتاب الہبہ باب ہبۃ الواحد للجماعۃ [5] ادب المفرد باب التفرقہ بین الاخوان [6] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب اللبس للجمعۃ

Marfat.com

حضرت اسماءؓ ہجرت کرکے مدینہ گئیں تو ان کی والدہ جو کافرہ تھیں ان کے پاس آئیں اور مالی مدد مانگی، حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا وہ اُنکے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا "ہاں"[1]

حضرت حفصہؓ نے اپنے ایک یہودی قرابت دار کے لیے ایک جائداد کی وصیت کی تھی[2]

ماں باپ کے ساتھ سلوک صحابہ کرام والدین کی خدمت، اطاعت، اعانت اور ادب و احترام کا نہایت لحاظ کرتے تھے، ایک صحابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میرے پاس دولت ہے اور میرا باپ اس کا محتاج ہے" ارشاد ہوا کہ "تم اور تمھاری دولت دونوں تمھارے باپ کے ہیں"[3]

ایک دوسرے صحابی نے ایک باغ کو عمر بھر کے لیے اپنی ماں پر وقف کر دیا[4]

ایک بار کفار نے رسول اللہ صلعم کی گردن میں اونٹ کی اوجھ ڈال دی، حضرت فاطمہؓ دوڑ کے آئیں، اس کو آپ کے اوپر سے اتار کر پھینک دیا، اور کفار کو بُرا بھلا کہا[5]

ایک صحابی نے خانہ کعبہ تک پا پیادہ چلنے کی نذر مانی تھی، لیکن بڑھاپے کی وجہ سے بغیر سہارے کے نہیں چل سکتے تھے، اس لیے اُن کے دونوں لڑکے ان کو ٹیک کر لائے اور حج کرنے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ "سوار ہو جاؤ، خدا کو تمھاری اور تمھاری نذر کی ضرورت نہیں"[6]

ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ "میرا شوہر میرے لڑکے کو چھین لینا چاہتا ہے، حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا تھا، اور میرے لیے کنوئیں سے پانی بھر لاتا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین [2] مسند دارمی کتاب الوصایا باب الوصیۃ لاہل الذمۃ
[3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ [4] ایضاً باب من قال فیہ ولعقبہ [5] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المرأۃ تطرح عن المصلی شیأ من الاذی [6] مسلم کتاب النذر باب من نذر ان یمشی الی الکعبۃ،

Marfat.com

کہا" آپ نے حکم دیا کہ قرعہ اندازی کرلو. باپ نے کہا کہ "میرے لڑکے میں کون دعوی دار ہوسکتا ہے"؟ آپ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "یہ تمہارا باپ ہے اور یہ تمہاری ماں ہے جس کا ہاتھ چاہو پکڑ لو" لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا[1]،

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض اگرچہ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے، تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو اطاعت کے خیال سے مجبوراً شریک ہوگئے،

ایک بار حضرت امام حسین علیہ السلام نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو بولے "مجھ سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ روزہ رکھو، نماز پڑھو سوو، اور اپنے باپ کی اطاعت کرو" تو صفین کی شرکت کے لیے میرے باپ نے مجبور کیا، اس لیے میں شریک ہوا لیکن آلہ اٹھائی نہ نیزہ مارا نہ تیر چلایا[2]،

حضرت عثمان رض کے زمانے میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی لیکن ایک بار حضرت اسامہ بن زید نے کھجور کے ایک درخت میں تشکان کیا، اور اس سے حاصل کیا لوگوں نے کہا "ایسا کیوں کرتے ہو؟ کھجور کا درخت تو بہت بیش قیمت ہوگیا ہے" اس کی فرمائش کی تھی، اور جہاں تک ہوسکتا ہے ان کی فرمائش

حضرت ابوہریرہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا کرتا تھا، ذی الحلیفہ میں مقیم تھے، اور ان کی والدہ الگ دوسرے گھر میں تھیں جب وہ نکلتے تو ان کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر کہتے السلام علیکم یا امی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر وہ فرماتیں وعلیکم السلام یا بنی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر وہ فرماتے خدا تجھ پر رحم کرے جس طرح تو نے مجھے

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد حدیث ۱۹۳۱ اسی طرح یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے ابن سعد نے ذکر حضرت اسامہ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں

Marfat.com

تم نے بچپن مین مجھ کو پالا، وہ جواب دیتین کہ خدا تم پر بھی اسی طرح رحم کرے جس طرح تم نے بڑے ہوکر میرے ساتھ سلوک کیا، جب گھر مین داخل ہوتے تب بھی اسی طرح آداب بجالاتے[1]

ان کی والدہ جب تک زندہ رہین اُنھون نے ان کو چھوڑکر حج کرنا پسند نہین کیا[2]

باپ کے تعلق سے باپ کے دوست احباب بھی قابلِ تعظیم و مستحقِ خدمت ہو جاتے ہین، اس لیے حدیث شریف مین آیا ہے :-

ابر البر ان یصل الرجل ودا بیه،	سب سے زیادہ حسن سلوک یہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کے دوست سے بھی سلوک کرے[3]

صحابہ کرام اس حدیث پر اس شدت سے عمل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر مین تھے، راہ مین ایک بدّو ملا، اُنھون نے اس کو اپنا عمامہ عنایت فرمایا، اور اس کو اپنے گدھے پر سوار کرایا، لوگون نے کہا "یہ تو بدو ہین، ذرا سی چیز مین راضی ہو جاتے ہین" بولے "اس کا باپ ابن الخطاب کا دوست تھا، اور حدیث مین ہی کہ باپ کے دوست کی اولاد کے ساتھ سلوک کرنا بڑی نیکی کا کام ہی[4]"

حضرت ابو الدرداءؓ مرض الموت مین مبتلا ہوئے تو حضرت یوسف بن عبداللہؓ بن سلام سفر کرکے ان کی عیادت کو گئے، انھون نے پوچھا کہ "اس شہر مین کیون آئے"؟ بولے صرف اس لیے کہ آپ مین اور میرے والد مین دوستانہ تعلقات تھے[5]"

بھائی سے محبت صحابہ کرام بھائیون سے نہایت محبت رکھتے تھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا مقام حبشی مین انتقال ہوا اور لاش مکہ مین دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ فرطِ محبت سے اُن کی قبر کی زیارت کو آئین اور ایک مشہور مرثیے کے یہ اشعار پڑھے :-

---

[1] ادب المفرد باب جزاء الوالدین [2] مسلم کتاب الایمان باب ثواب العبد اجرہ اذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ [3] مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب فضل اصدقاء الاب والام ونحوہما [4] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۵۰،

Marfat.com

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃً　　من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

اور ہم دونون ایک مدت تک جذیمہ کے دونون ہم نشینون کی طرح ساتھ رہے یہان تک کہ لوگون نے کہا کہ ان مین کبھی جدائی نہ ہوگی"

فلما تفرقنا کانی ومالکا　　لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

لیکن جب جدائی ہوئی تو ایسی کہ گویا ہم نے اور مالک نے باوجود طویل ملاقات کے ایک رات بھی ساتھ بسر نہین کی تھی[1]،

حضرت عمرؓ کو اپنے بھائی زید سے اس قدر محبت تھی کہ وہ غزوۂ یمامہ مین شہید ہوے تو عمر بھر ان کا داغ دل سے نہ مٹ سکا، فرمایا کرتے تھے کہ "جب پروا ہوا چلتی ہے تو اس سے مجھے زید کی خوشبو آتی ہے[2]"

حضرت حمزہؓ غزوۂ احد مین شہید ہوے، اور ان کی بہن حضرت صفیہؓ ان کا حال معلوم کرنے آئین تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ سے ملاقات ہوئی، لیکن ان لوگون نے یہ ظاہر کیا کہ ہم کو ان کی نسبت کچھ معلوم نہین، رسول اللہ صلعم کے پاس آئین تو آپ کو خوف پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے کہین ان کی عقل نہ جاتی رہے، اس لیے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اور ان کے لیے دعا کی، انھون نے انا للہ پڑھا اور رونے لگین[3]،

محبت اولاد | اولاد اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس لیے صحابۂ کرام اولاد سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک بار ایک صحابی نے بی بی کو طلاق دی، اور بچے کو اس سے لینا چاہا، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہا کہ "میرا پیٹ اس کا ظرف، میری چھاتی اس کا مشکیزہ، اور میری گود اس کا گہوارہ تھا، اور اب اس کے باپ نے

[1] ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء فی الزیارۃ للقبور للنساء　[2] اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ تذکرۂ زید بن الخطاب
[3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت حمزہؓ

Marfat.com

مجھے طلاق دی اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے"، آپ نے فرمایا "جب تک نکاح نہ کرو، تم بچے کی سب سے زیادہ مستحق ہو"[1]

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک عورت آئی، اُنھون نے اس کو تین کھجورین دین، اس نے ایک ایک بچون کو دیدی، اور ایک اپنے لیے رکھ چھوڑی، بچے کھجور کھا چکے تو ماں کی طرف دیکھنے لگے، اس نے اپنے حصے مین سے بھی دو قاشین کین اور ایک ایک بچون کو دیدی، حضرت عائشہ رضؓ نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو فرمایا تمھین تعجب کیا ہے اس کے رحم کے بدلے جو اس نے اپنے بچون پر کیا خدا نے اس پر بھی رحم کیا"[2]

ایک بار حضرت عائشہ رضؓ بخار مین مبتلا ہوئین، حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس آئے[3] حال پوچھا اور منھ چوم لیا،

ایک صحابی کا بچہ جاتا رہا، ان کو سخت صدمہ ہوا، انھون نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے کہا "کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے یہ غم غلط ہو جائے"، بولے "آپ نے فرمایا ہے کہ "بچے جنت کے کیڑے ہین"[4]

ایک صحابی آپ کی خدمت مین اپنے بچے کو لیکر حاضر ہوئے، اور اس کو چمٹانے لگے، آپ نے فرمایا "تم کو اس سے محبت ہے؟" بولے "ہان"، فرمایا "اس سے زیادہ تم سے ارحم الراحمین کو محبت ہے"[5]

حضرت عثمان رضؓ کا عام قاعدہ یہ تھا کہ جب اُن کے کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو منگاتے اور فرط محبت سے سونگھتے[6]

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کو اپنے بیٹے سالم سے اس قدر محبت تھی کہ لوگ

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب من احق بالولد، [2] ادب المفرد باب الوالدات رحیمات، [3] ابوداؤد کتاب الادب باب قبلۃ الخد، [4] ادب المفرد، باب فضل من مات لہ ولد، [5] ادب المفرد، باب رحمۃ العیال، [6] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمان رضؓ،

Marfat.com

ان کو اس شیفتگی پر ملامت کرتے، لیکن وہ ان ملامتون کو سن کر فرماتے :-

یلومونني في سالم والومهم[1] وجلدة بين العين والانف سالم

"مجھے لوگ سالم کے بارہ مین ملامت کرتے ہین اور مین لوگون کو ملامت کرتا ہون کیونکہ سالم کا چہرہ آنکھ اور ناک کے درمیان تمام عیوب سے پاک ہے"

اسی محبت کی بنا پر صحابۂ کرام کو بچے کے پیدا ہونے کی بڑی تمنا رہتی تھی حضرت سہل رضؓ حنظلیہ ایک صحابی تھے جو ترک دنیا کر کے بالکل عزلت گزین ہو گئے تھے، تاہم اولاد کی اس قدر خواہش تھی کہ فرماتے تھے کہ "اگر میرے ایک ادنیٰ بچہ بھی پیدا ہو جاتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا"[2]

اگر کوئی شخص اپنی اولاد سے محبت کا اظہار نہ کرتا تو صحابۂ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایکبار حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو عامل مقرر فرمایا، اس نے کہا "میرے تو لڑکے ہین مگر مین نے کسی کو نہین چوما" بولے "خدا صرف محبت کیش آدمیون پر رحم کرتا ہے"[3]

یہ محبت صرف اپنے ہی بچون کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ صحابۂ کرام عموماً بچون سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک بار راستے سے گذرے تو دیکھا کہ حبشی لڑکے کھیل رہے ہین، ان کو دو درہم دیئے،

انھون نے ایک لونڈی کو جس سے اُن کو بڑی محبت تھی آزاد کر دیا تھا لیکن جب اسکے بچہ پیدا ہوا تو اس کو گود مین لے کر چوما، اور کہا کہ "واہ واہ اس سے اس لونڈی کی خوشبو آتی ہے"[4]

بچون کی پرورش صحابۂ کرام بچون کی پرورش مین اپنے عیش و آرام کو بھی فراموش کر دیتے تھے،

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرۂ سالم بن عبداللہ [2] استیعاب تذکرۂ حضرت حنظلہؓ [3] ادب المفرد باب من لا یرحم لا یرحم
[4] ایضاً باب لعب الصبیان بالجوز [5] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

Marfat.com

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے والد نے متعدد صغیر السن لڑکیون کو چھوڑکر انتقال کیا، تو حضرت جابرؓ نے اُن کی پرورش کی غرض سے ایک ثیبہ عورت سے شادی کی، رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کنواری لڑکی سے کیون نہین شادی کی، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے"، تو بولے "باپ شہید ہوا اور صغیر السن لڑکیان چھوڑین، اگر انہی کی سی کمسن عورت سے شادی کرتا تو وہ نہ ان کو ادب سکھلاتی، نہ ان کی خبرگیری کرتی، اس لیے ایسی عورت سے نکاح کرنا پسند کیا جو اُن کو اکٹھا رکھے، اُن کے بالون مین کنگھی کرے، اُن کے سر سے جوئین نکالے، ان کے کپڑے پھٹ جائین تو ان کو سی دے، اور ان کی اصلاح و نگرانی کرے"[۱]

حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئین تو حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے، اس لیے انھون نے یہ عزم بالجزم کرلیا کہ جب تک ان کی نشوونما کامل طور پر نہ ہوجائے گی وہ دوسرا نکاح نہ کرین گی، چنانچہ انھون نے اس ارادہ کو پورا کیا، حضرت انسؓ خود سپاس گذارانہ لہجے مین اعتراف کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو جزائے خیر دے کہ اس نے میری ولایت کا حق ادا کیا[۲]

یہ وصف اگرچہ تمام صحابیات مین عموماً پایا جاتا تھا لیکن اس مین قریشی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، اس لیے رسول اللہ صلعم نے قریشی عورتون کی اس فضیلت کو خاص طور پر بیان فرمایا:-

خیر نساء رکبن الابل نساء	عرب کی عورتون مین قریش کی عورتین
قریش احناھن علی ولد فی	سب سے اچھی ہین کہ بچون سے اُن کے بچپن
صغرہ و ارعاہ علی	مین نہایت محبت رکھتی ہین اور شوہرون کے

[۱] مسلم کتاب البیوع باب بیع البعیر و استثنار کوبہ [۲] ایضاً کتاب الطلاق باب استحباب نکاح البکر و مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۵۸ [۳] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ام سلیمؓ،

Marfat.com

الزوج[1]؛ مال واسباب کی نگہداشت کرتی ہین،

صحابۂ کرام نہ صرف اپنی اولاد کی بلکہ اپنے اعزہ، اپنے متعلقین بلکہ غیرون کی اولاد کی پرورش بھی اسی دلسوزی سے کرتے تھے

حضرت سعید بن اطول رضؓ کے بھائی نے انتقال کیا، اور تین سو دینار اور چند صغیر السن بچے چھوڑے، انھون نے اس رقم کو ان بچون کی پرورش مین صرف کرنا چاہا، لیکن بھائی پر لوگون کا قرض تھا، اس لیے رسول اللہ صلعم کے ارشاد سے پہلے اس کو ادا کیا[2]،

حضرت حارث بن ہشام رضؓ نے طاعون عمواس مین انتقال کیا، تو حضرت عمرؓ نے انکی بی بی فاطمہ بنت ولید رضؓ سے نکاح کرلیا، اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمن بن حارث رضؓ کو اپنے آغوش تربیت مین لے لیا، اور اس لطف و محبت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی کہ خود حضرت عبدالرحمن رضؓ کا بیان ہی کہ مین نے عمر بن الخطاب سے بہتر کوئی مربی نہین دیکھا[3]،

جب حضرت زید بن حارثہ رضؓ سے حضرت حمزہ رضؓ کی صاحبزادی کو لائے تو ان کی پرورش کے متعلق حضرت علی رضؓ اور حضرت جعفر رضؓ مین اختلاف ہوا، حضرت جعفر رضؓ کہتے تھے کہ مین اس کا مستحق ہون، وہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اور میرے نکاح مین اس کی خالہ ہے، جو بمنزلہ ماں کے ہے، حضرت علی رضؓ فرماتے تھے کہ "وہ میرے بھی چچا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح مین خود رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی ہین، جو لڑکی کی سب سے زیادہ مستحق ہین"، اب حضرت زید رضؓ بھی مدعی ہوگئے، اور کہا کہ "مین اس کا مستحق ہون، مین نے اس کے لیے سفر کیا ہے اور اس کو یہان لایا ہون"، بالآخر رسول اللہ صلعم نے حضرت جعفر رضؓ کے حق مین فیصلہ کیا[4]،

ایک عورت نے آپ کی خدمت مین زنا کا اقرار کیا، اس کے گود مین بچہ تھا، آپ نے

---

[1] بخاری کتاب النفقات باب حفظ المراۃ زوجہا فی ذات یدہ و نفقہ علیہ [2] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۳۶ [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبدالرحمان بن حارث [4] بخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضا مع فتح الباری

Marfat.com

فرمایا "بچہ دودھ چھوڑ دے تو آنا" بچے نے دودھ چھوڑ دیا تو وہ آئی اور کہا کہ "مجھ پر حد شرعی جاری فرمائیے" آپ نے فرمایا "تمھارے بچہ کی پرورش کون کریگا؟" ایک انصاری بولے "مین یارسول اللہ!" اب آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا[1]،

اگر کوئی شخص پرورش اولاد سے آزادی چاہتا تھا تو صحابۂ کرام اس کو سخت لعنت و ملامت کرتے، کسی شخص کے متعدد لڑکیاں تھین، اس نے ان کی موت کی آرزو کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سخت برہم ہوئے، اور کہا "کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟"[2]

پرورش یتامیٰ یتیمون کی پرورش بڑی نیکی کا کام ہے، حدیث شریف مین آیا ہی:-

انا و کافل الیتیم کھاتین	ہم یتیمون کی پرورش کرنے والے جنت
فی الجنۃ	مین اس قدر قریب ہون گے جس قدر یہ
دونون انگلیان قریب ہین،	

صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام کی توفیق دی تھی اس لیے وہ اپنے بچون کی طرح یتیمون کی پرورش کرتے تھے،

حضرت زینبؓ متعدد یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور حضرت بلالؓ کے ذریعہ سے دریافت کرایا کہ "وہ اپنے شوہر اور ان یتیمون پر صدقہ کرین تو جائز ہے؟" ایک دوسری صحابیہ بھی اسی غرض سے در دولت پر کھڑی تھین، حضرت بلالؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "ان کو دوہرا ثواب ملے گا، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا"[3]

ایک یتیم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک طعام ہوا کرتا تھا، ایک دن انھون نے

---

[1] دار قطنی صفحہ ۴۳۰ کتاب الحدود [2] ادب المفرد باب من کرہ ان یتمنی موت البنات، [3] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الزوج علی الزوج والایتام فی الحجر،

Marfat.com

کھانا منگوایا، تو اتفاق سے وہ موجود نہ تھا، کھانے سے فارغ ہو چکے تو وہ آیا، انھوں نے اور کھانا منگوانا چاہا، مگر گھر سے جواب آیا، اب ستو اور شہد لائے اور کہا "جو کچھ نقصان میں نہیں رہے"[1]

حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکیاں یتیم ہو گئی تھیں اور حضرت عائشہؓ انکی پرورش فرماتی تھیں[2]

پرورش کے علاوہ صحابۂ کرام اور بزرگوں سے بھی یتیموں کے ساتھ سلوک کرتے تھے، ایک یتیم نے ایک شخص پر ایک نخلستان کے متعلق دعویٰ کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اس کے خلاف فیصلہ کیا، تو وہ رو پڑا، آپ کو اس پر رحم آگیا، اور مدعا علیہ سے فرمایا کہ "اس کو یہ نخلستان دیدو، خدا تم کو اس کے بدلے میں جنت میں نخلستان دے گا" لیکن اس نے انکار کر دیا، حضرت ابوالدحداحؓ بھی موجود تھے، انھوں نے اس سے کہا کہ "تم میرے باغ کے عوض اپنے باغ کو بیچتے ہو؟" اس نے کہا "ہاں" وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "جو نخلستان آپ یتیم کے لیے مانگتے تھے، اگر میں وہ دیدوں تو اس کے عوض مجھے جنت میں نخلستان ملے گا"؟ ارشاد ہوا "ہاں"[3]

عام قاعدہ ہے کہ لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی [illegible] صحابۂ کرام کو یتیموں سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اس [illegible] حضرت صالح کی صاحبزادی سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منگنی کی، [illegible] پسند کرتی تھیں، لیکن انھوں نے انکار کر دیا، اور ایک [illegible] میں تھا، صاحبزادی کا نکاح کر دیا،

---

[1] ادب المفرد باب فضل من یعول یتامیٰ فی دینہ او دنیاہ ص۲۱ و مطالب المؤمنین کتاب [illegible]
[2] استیعاب تذکرہ حضرت ابوالدحداحؓ ص۲۵ و اسد الغابہ جلد ۲ ص۱۹۔

یتیمون کی پرورش کے ساتھ صحابۂ کرام نہایت دیانت کے ساتھ اُن کے مال کی نگہداشت بھی کرتے تھے اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتے تھے بلکہ اس کو ترقی دیتے تھے، حضرت عمرؓ کا عام حکم تھا،

اتجروا فی اموال الیتامیٰ کلا تاکلھا الزکوٰۃ، — یتیمون کے مال سے تجارت کرو کہ زکوٰۃ اُسے کھا نہ جائے،

حضرت عائشہؓ جن یتیمون کی پرورش کرتی تھین، ان کے مال لوگون کو دے دیتی تھین کہ تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دین[1]،

شوہر کی محبت صحابیات اپنے شوہرون سے نہایت محبت رکھتی تھین، حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر مین تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آگیا اور وہ گرفتار ہوگئے، آپ نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لیکر رہا کرنا چاہا، اور تمام اہلِ مکہ نے اپنے اپنے فدیے بھیجے، تو حضرت زینبؓ کے پاس ایک یادگار ہار تھا، جس کو حضرت خدیجہؓ نے رخصتی کے وقت دیا تھا، لیکن انھون نے ابوالعاص کے فدیہ مین مال کے ساتھ اس ہار کو بھی بھیجدیا، آپ نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی، اور صحابہ کے مشورہ سے اُن کو آزاد کردیا، اور ہار بھی واپس دیدیا[2]،

حضرت حمنہ بنت جحش رضؓ کے شوہر شہید ہوئے، اور انھین ان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو فرطِ محبت سے چیخ اُٹھین[3]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا انتقال ہوا اور حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو اُنکی بی بی حضرت عائشہ الخثعمیہ نے کہا "آپ کو حکومت مبارک ہو" سخت برہم ہوئے اور کہا کہ "تم مجھے امیرالمومنین کے انتقال پر مبارک باد دیتی ہو" اور اسی غصہ کی حالت مین طلاق بائن دیدی،

---

[1] موطائے امام مالک کتاب الزکوٰۃ، زکوٰۃ اموال الیتیٰ والتجارۃ لھم فیھا [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی فداء الاسیر بالمال،
[3] سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت،

Marfat.com

انھون نے منہ ڈھانک لیا، اور کہا کہ "مین نے تو یہ نیک نیتی سے کہا تھا، بعد کو انھون نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اُس کو دیکھ کر رو پڑین، اور کہا کہ "جدا ہونے والے دوست کے مقابل مین یہ نہایت حقیر چیز ہے"[1]

حضرت عمرؓ کی بی بی حضرت عاتکہؓ روزے کے دنون مین فرط محبت سے اُنکے سر کا بوسہ لیتی تھین[2]،

حضرت عاتکہؓ کو اپنے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف مین شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے،

فآلیت لا تنفك عینی حزینة علیك ولا ینفك جلدی اغبرا

مین نے قسم کھائی ہے کہ تمھارے غم مین میری آنکھین ہمیشہ پُر نم اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ان سے شادی کی اور دعوت ولیمہ مین حضرت علیؓ کو بھی شریک کیا، تو اُنھون نے حضرت عاتکہؓ کو یہ شعر یاد دلایا، اور وہ رو پڑین، حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو اُن کا بھی نہایت پر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد ان سے حضرت زبیرؓ نے شادی کی[3] اور وہ بھی شہید ہوئے تو تو ان کا بھی نوحہ لکھا[4]،

شوہر کی خدمت صحابیات شوہر کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتی تھین اور نہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کو بجا لاتی تھین، ازواج مطہرات مین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھین لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہین پڑتا تھا، بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپ کا شرف خدمت حاصل ہوتا تھا، رسول اللہ صلعم کمال طہارت کی وجہ سے

[1] دارقطنی صفحہ ۴۳۰ کتاب الطلاق [2] مسند احمد بن حنبل مسند عائشہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عاتکہؓ

Marfat.com

مسواک کو پہلے دُھلوا لیا کرتے تھے، اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہؓ ادا فرماتی تھین[۱]،

ایک بار آپ کمل اوڑھ کر مسجد مین آئے، ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ صلعم اس پہ دھبہ نظر آتا ہے،، آپ نے اس کو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجدیا کہ دُھو کر خشک کر کے میرے پاس بھیجدین، حضرت عائشہؓ نے کٹورے مین پانی منگایا، خود اپنے ہاتھ سے دُھویا، خشک کیا اور اس کے بعد آپ کے پاس بھیجدیا[۲]،

جب رسول اللہ صلعم احرام حج باندھتے تھے اور احرام کھولتے تھے، تو وہ جسم مبارک مین خوشبو لگاتی تھین[۳]،

جب آپ خانہ کعبہ کو ہدی بھیجتے تھے تو وہ ان کے گلے کا قلادہ بٹتی تھین[۴]،

صحابۂ کرام جب تمام دنیا کی خدمت و اعانت سے محروم ہو جاتے تھے، تو اس بیکسی کی حالت مین صرف ان کی بیبیان ان کا ساتھ دیتی تھین،

رسول اللہ صلعم تخلف غزوۂ تبوک کی بنا پر حضرت ہلال بن اُمیہ سے ناراض ہوئے اور اخیر مین تمام مسلمانون کی طرح اُن کو بی بی سے بھی تعلقات کے منقطع کر لینے کا حکم دیا۔ وہ حاضر خدمت ہوئین اور کہا کہ "وہ بوڑھے آدمی ہین، ان کے پاس نوکر چاکر نہین، اگر مین اُن کی خدمت کرون تو آپ ناپسند فرمائین گے"؟ ارشاد ہوا "نہین"[۵]!

شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت | مرد و زن کے معاشرتی تعلقات پر اس کا نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال و اسباب کی حفاظت کرے اور صحابیات مین یہ دیانت اس شدت سے پائی جاتی تھی کہ مال و اسباب تو درکنار جو چیز شوہر سے تعلق رکھتی تھی اس مین بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہین کرتی تھین،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب غسل السواک [۲] ایضاً باب الاعادۃ من النجاسۃ تکون فی الثوب، [۳] ایضاً کتاب المناسک باب الطیب عند الاحرام [۴] ایضاً باب من یعجف بہدیہ واقام، [۵] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک

Marfat.com

حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر مین تھین کہ ایک غریب سودا گر آیا کہ اپنے سایۂ دیوار مین مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجیے"، وہ عجیب کشمکش مین مبتلا ہوئین فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھین لیکن شوہر کے حکم کے بغیر اجازت نہین دے سکتی تھین بولین" اگر مین اجازت دیدون اور زبیرؓ انکار کردین تو بڑی مشکل پڑے گی زبیرؓ موجود ہین آؤ اور مجھ سے سوال کرو" وہ اسی حالت مین آیا اور کہا" یا ام عبداللہ مین محتاج آدمی ہون آپ کی دیوار کے سایہ مین کچھ سودا بیچنا چاہتا ہون" بولین" تم کو مدینہ مین میرا ہی گھر ملتا تھا" حضرت زبیرؓ نے کہا" تمھارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شرا سے روکتی ہو"؟ وہ تو چاہتی ہی تھین اجازت دیدی[1] وہ نہایت فیاض تھین اس لیے صدقہ خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھین، لیکن شوہر کے مال کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا، اور شوہر کے مال مین بلا اجازت تصرف نہین کرسکتی تھین مجبور آرسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ" مین زبیرؓ کی آمدنی مین سے کچھ صدقہ کردون تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے"؟ ارشاد ہوا کہ" جو کچھ ہو سکے دو"[2] ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے عورتون سے بیعت لی تو ان مین سے ایک نے اٹھکر کہا کہ" ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہین، اُن کے مال مین سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے"؟ آپ نے فرمایا اس قدر کہ کھا پی لو اور ہدیہ دو"[3]

گرچہ یہ وصف عموماً تمام صحابیات مین پایا جاتا تھا، لیکن اس باب مین قریش کی عورتین خاص طور پر ممتاز تھین، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے اپنی زبان مبارک سے اُنکی اس خصوصیت کو نمایان کیا:-

نساء قریش خیر نساء رکبن الابل احناہ علی طفل	قریش کی عورتین کس قدر اچھی ہین یہ اونٹ پر چڑھنے والیان بچون سے محبت رکھنے مین

[1] مسلم کتاب الادب باب جواز ارداف المراۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق [2] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب المراۃ تتصدق من بیت زوجہا

Marfat.com

وارعاۃ علیٰ زوج فی ذات یدہٖ[1] اور شوہروں کے مال و اسباب کی نگرانی کرتی ہین،

شوہر کی خوشنودی صحابیات اپنے شوہرون کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھین، حضرت حولاءؓ عطر فروش تھین، ایک دن حضرت عائشہؓ کی خدمت مین آئین اور کہا کہ "مین ہر رات کو خوشبو لگاتی ہون، بناؤ سنگار کرکے دلہن بنجاتی ہون اور خالصتہً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جاکر سو رہتی ہون، لیکن پھر بھی وہ متوجہ نہین ہوتے اور مُنھ پھیر لیتے ہین، پھر ان کو متوجہ کرتی ہون اور وہ اعراض کرتے ہین" رسول اللہ صلعم آئے تو آپ سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا "جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو"[2]

ایک روز آپ نے حضرت عائشہؓ کے ہاتھ مین چاندی کے چھلّے دیکھے فرمایا "عائشہ یہ کیا ہے؟" بولین "مین نے اسکو اپنے لیے بنایا ہے کہ آپ کے لیے بناؤ سنگار کرون"[3]

ایک صحابیہ آپکی خدمت مین حاضر ہوئین، اُن کے ہاتھ مین سونے کے کنگن تھے، آپ نے اُن کے پہننے سے منع فرمایا، بولین "اگر عورت شوہر کے لیے بناؤ سنگار نہ کرے گی تو اس کی نگاہ سے گر جائے گی"[4]

بی بی کی محبت جس طرح صحابیات اپنے شوہرون سے بیحد محبت رکھتی تھین، اسی طرح صحابہ کرام بھی بیویون سے نہایت محبت رکھتے تھے، حضرت عبداللہؓ بن عمر اپنی بی بی کو بہت چاہتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ نے اُن کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو انھون نے صاف انکار کر دیا، معاملہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین پیش ہوا تو آپ نے اطاعت والدین کے خیال سے ان کو طلاق دینے کا حکم دیا[5]

ایک بار وہ سفر مین تھے، معلوم ہوا کہ ان کی بی بی سخت بیمار ہین، ان کے پاس

---

[1] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت حولاءؓ [3] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ہو وزکوۃ الحلی [4] نسائی کتاب الزینۃ صفحہ ۷۶۵ [5] ابوداؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین،

Marfat.com

آنے کے لیے نہایت تیز رفتاری سے کام لیا، اور عشاء معرب کی نماز ایک ساتھ پڑھی[1]

ایک بار حضرت امام حسنؓ نے اپنی بی بی حضرت عائشہؓ بنت الخلیفۃ الشہید کو غصہ کی حالت میں طلاق بائن دیدی بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رونے لگیں اور کہا کہ

جدا ہونے والے دوست کے مقابل میں یہ نہایت حقیر چیز ہے، قاصد نے حضرت امام حسنؓ کو اس کی خبر دی تو بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ اگر طلاق بائن رجعی ہوتا تو رجعت کر لیتا[2]،

حضرت عبداللہ بن ابی بکر کو اپنی بی بی عاتکہ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد تک ترک کر دیا تھا، اس خیال سے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو طلاق دینے پر مجبور کیا، پہلے تو انھوں نے ٹالا، لیکن جب ان کی طرف سے بہت اصرار ہوا تو طاعت والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ شعر کہے:

اعاتك لا انساك ما در شارق	بمانا ح قمری الحمام المطوق
اے عاتکہ جب سورج چمکتا	اور قمری بولتی رہیگی میں تجھے نہ بھولونگا
اعاتك قلبی کل یوم ولیلة	الیك بما تخفی النفوس معلق
اے عاتکہ میرا دل ہر دن اور ہر رات	بصد ہزار تنا دغوق تجھ سے لگا ہوا ہے
ولم ار مثلی طلق الیوم مثلها	ولا مثلها فی غیر جرم تطلق

مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دی ہوگی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ طلاق دیجاتی،

حضرت ابوبکر فرمان اطاعت کے تحت اثر ہوا اور ان کو نسبت کرنے کی اجازت دے دی[3]،

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب السرعۃ فی السیر [2] دارقطنی ص ۴۳۰ کتاب الطلاق [3] الغدیر بحوالہ سیر اعلام النبلاء

Marfat.com

حضرت مغیثؓ ایک غلام تھے، ان کی شادی حضرت بریرہؓ سے ہوئی تھی حضرت بریرہؓ آزاد ہوگئیں تو حضرت مغیثؓ سے قطع تعلق کرنا چاہا، رسول اللہ صلعم نے اُن کو اس ارادہ سے روکا لیکن بولیں کیا یہ آپ کا حکم ہے؟" فرمایا نہیں میں سفارش کرتا ہوں، راضی نہ ہوئیں، حضرت مغیثؓ ان کے فراق سے بدحواس ہوگئے، ان کے رخسارون پر آنسوؤن کی چادر دیکھ کر آپ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا "مغیثؓ کی محبت اور بریرہ کا بغض تم کو عجیب نہیں معلوم ہوتا"[1]

ایک بار صحابۂ کرام حج سے واپس آرہے تھے، ذوالحلیفہ کے پاس پہنچے تو انصار کے لڑکے استقبال کے لیے نکلے ان ہی صحابہ میں حضرت اسید بن حضیرؓ بھی تھے، انکے خاندان کے بچون نے ان کو بی بی کے انتقال کی خبر سنائی تو وہ سُنہ ڈھانک کر رونے لگے، حضرت عائشہؓ نے کہا "آپ قدیم الاسلام صحابی ہوکر ایک عورت کے لیے اس طرح روتے ہیں؟" بولے "سچ ہے سعد بن معاذ کے بعد مجھے کسی پر ون رونا نہیں چاہیئے"[2]

اس محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرام عورت کے حقِ صحبت کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے کہ عورت کی درشت خوئی بھی اس کو فراموش نہیں کرا سکتی تھی، حضرت لقیط بن صبرہؓ وفد بنو منتفق کے ساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنی بی بی کی بدزبانی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تو پھر طلاق دے دو، انھون نے کہا "یا رسول اللہ مدت کا ساتھ ہے، اور اس سے ایک بچہ بھی ہے" فرمایا کہ "اس کو نصیحت کرو، اگر راہ راست پر آجائے تو بہتر ہے ورنہ اس کو لونڈی کی طرح نہ مارو"[3]

ہمسایون کے ساتھ سلوک صحابۂ کرام ہمسایون کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کرتے تھے، اور آپ

---

[1] ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الملوکۃ تعتق وہی تحت حرا او عبد سنن جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب فی الاستنثار،

Marfat.com

کافر و مسلم کی تفریق روا نہیں رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی، پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، گھر والوں سے پوچھا کہ "تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کے پاس گوشت بھیجا یا نہیں؟ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جبرئیل نے مجھ کو ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس شدت سے تاکید کی کہ میں سمجھا کہ اسکو شریک وراثت بنا دینگے"[1]

صحابہ کرام خود بھوکے رہتے تھے، اور اپنے ہمسایوں کو کھلاتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت جابرؓ کے پاس گوشت کی گھڑی دیکھی، تو بولے "کیا تم لوگ اپنی بھوک کو اپنے ہمسایہ اور اپنے چچازاد بھائی کے لیے نہیں مارنا چاہتے"[2]

اگر کوئی شخص ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک کرتا، تو صحابہ کرام اس کو نہایت برا سمجھتے، ایک بار ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ "میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے" آپ نے فرمایا جاؤ اور گھر سے اپنا تمام اسباب نکال کر باہر ڈال دو، اس نے تعمیل ارشاد کی لوگوں نے دیکھا تو پوچھا "کیا حالہ ہے" بولا "میرے پڑوسی نے مجھے ستایا ہے، تمام ہمسائے کہا، اس پر خدا کی لعنت ہو، اس نے سنا تو کہا "گھر میں چلو اب نہ ستاؤں گا"[3]

غلاموں کے ساتھ سلوک صحابہ کرام غلاموں کے ساتھ بالکل مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور جو خود پہنتے تھے وہی اُن کو بھی پہناتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیوں کی طرح اپنی لونڈیوں کو بھی سنہرے زیورات پہناتے تھے[4]، ایک بار کچھ لوگ ان سے ملنے کو آئے، دیکھا کہ اُن کے خادم کے گلے میں سونے کا طوق پڑا ہوا ہے ہر ایک کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا، بولے تمھاری نگاہ ہمارے ہی پر پڑتی ہے[5]

ایک بار حضرت ابوذر غفاریؓ ایک حلہ پہنے ہوئے تھے، اور غلام کو بھی ویسا ہی پہنایا تھا

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق الجوار [2] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی اکل اللحم [3] ادب المفرد باب لعن من لا یامن جارہ شرہ [4] ادب المفرد باب تسویۃ الرجل

Marfat.com

تھا، اس کا سبب دریافت کیا گیا تو بولے" مین نے ایک غلام کو ایک دفعہ بُرا بھلا کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابوذر! تم مین اب تک جاہلیت کا اثر باقی ہی، یہ لوگ تمھارے بھائی ہین خدا نے ان کو تمھارے ہاتھ مین دیدیا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ہاتھ مین ہو، اس کو وہی کھلائے پلائے جو خود کھاتا پیتا ہے[1]"

ایک بار رسول اللہ صلعم نے ان کو ایک غلام دیا، اور یہی نصیحت کی تو انھون نے اپنا کپڑا پھاڑ کر آدھا غلام کو دے دیا[2]،

ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گاڑھے کی دو قمیصین خریدین، ساتھ مین ان کا غلام بھی تھا، بولے" اس مین تمھین جو پسند ہو، اس نے ایک لے لی[3]"

ایک بار حضرت ابوذرؓ کے جسم پر دو مختلف قسم کے کپڑے تھے اور اُن کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کے مختلف کپڑے تھے، ایک شخص نے کہا کہ اگر آپ لوگ ایک ایک کپڑا دوسرے سے بدل لیتے تو ہمرنگ ہو کر پورا حلہ یعنی جوڑا ہو جاتا، بولے" رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ غلامون کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، یعنی اس طریقہ سے دونون کپڑے ہمرنگ تو ہو جاتے لیکن اس سے کپڑون مین اختلاف ہو جاتا اور مساوات زائل ہو جاتی،

صحابۂ کرام غلامون کی زدوکوب کو نہایت بُرا سمجھتے تھے، ایک بار ایک شخص نے اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مارا، حضرت سویدؓ بن مقرن نے فرمایا" طمانچہ کے لیے تم کو صرف اس کا چہرہ ہی ملتا تھا؟ ہمارے بھائیون مین ایک نے غلام کو مارا تھا تو آنحضرت صلعم نے اُس کے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا[4]"

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاہلیۃ [2] فتح الباری ج ۱ ص ۸۱، [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت علیؓ [4] ۹۴ ادب المفرد باب اذا ضرب العبد فذکر اللہ ترجمہ ۱۷۴ و ۱۷۵ [5] مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ المالیک و کفارۃ من لطم عبدہ،

Marfat.com

زدوکوب تو بڑی بات ہے صحابۂ کرام لونڈیوں اور غلاموں کو آدھی بات بھی کہنا پسند نہیں کرتے تھے، ایک بار رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے آنے میں دیر لگائی، تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت ام الدرداءؓ اس کے محل میں تھیں صبح ہوئی تو کہا کہ "تم نے رات اپنے خادم پر لعنت بھیجی، حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن شفعا، یا شہدا نہ ہوں گے"[1]

ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے ملنے آئے وہ موجود نہ تھے، ان کی بی بی سے پانی مانگا، اس نے لونڈی کو ہمسایہ کے گھر بھیجا کہ دودھ مانگ لائے، لونڈی نے آنے میں دیر لگائی تو اس نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ گھر سے نکل آئے، ان کے دوست آئے تو کہا "آپ کیا پردہ تھا، گھر میں آکر بیٹھے ہوتے، کھایا پیا ہوتا" بولے سب کچھ کرلیا، لیکن آپ کی بی بی نے لونڈی پر لعنت بھیجی، اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو لعنت بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے" اس لیے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی مستحق نہ ہو اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے، اور میں اس کا سبب بنوں، اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا"[2]

صحابۂ کرام غلاموں کے آرام و آسایش کا نہایت خیال رکھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کا منتظم آیا تو انھوں نے پوچھا "غلاموں کو کھانا دیا یا نہیں" بولا "نہیں" فرمایا جاؤ اور دو" رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی غلاموں کی روزی کو روک رکھے"[3]

---

[1] مسلم کتاب البر الصلۃ والآداب باب النہی عن لعن الدواب وغیرہا [2] مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن مسعود [3] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ علی العیال والملوک۔

Marfat.com

صحابۂ کرام غلاموں سے کبھی سخت کام نہیں لیتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت سلمان فارسیؓ کے یہاں آیا دیکھا کہ بیٹھے ہوئے آٹا گوندھ رہے ہیں، اس نے کہا کہ "غلام کہاں ہے؟" بولے "ہم نے اس کو ایک کام کے لیے بھیجا ہے، اس لیے یہ پسند نہیں کیا کہ اس سے دو دو کام لیں"[1]

حضرت عثمانؓ رات کو اٹھ کر خود وضو کا پانی لے لیا کرتے تھے، لوگوں نے کہا "اگر آپ کسی خادم سے کہدیتے تو وہ یہ کام کر دیتا" بولے "نہیں رات ان کے آرام کے لیے ہے"[2]

اسی حسن سلوک کا یہ نتیجہ تھا کہ غلام صحابۂ کرام پر جان دیتے تھے، اور ان کے ارشادات کی بطیب خاطر تعمیل کرتے تھے، افلح نامی حضرت ابوایوب انصاریؓ کا غلام تھا، انھوں نے اس کو مکاتب بنا کر آزاد کرنا چاہا تو تمام لوگوں نے اس کو مبارک باد دی، لیکن بعد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے معاہدۂ کتابت کو فسخ کرنا چاہا، اور اس کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمھیں مثل سابق کے غلامی کی حالت میں رہنا ہوگا، افلح کے اہل و عیال نے کہا کہ تم پھر غلام بننا پسند کروگے؟ حالانکہ خدا نے تم کو آزاد کر دیا تھا، لیکن اس نے کہا کہ "میں انکی کسی بات کا انکار نہیں کر سکتا، چنانچہ خود اس معاہدہ کو فسخ کر دیا، اس کے چند ہی دن کے بعد حضرت ابوایوبؓ نے اس کو آزاد کر دیا، اور کہا کہ "جو مال تمھارے پاس ہے وہ کل تمھارا ہے"[3]

باہمی محبت | صحابۂ کرام باہم نہایت الفت و محبت رکھتے تھے، اس لیے جب کسی صحابی کو کسی قسم کا دکھ درد پہنچتا تھا، تو دوسرے صحابہ کے دل بھر آتے تھے حضرت عمرؓ کو جب ابن لؤلؤ نے زخمی کیا تو تمام صحابہ کو اس قدر رنج ہوا کہ گویا ان پر کبھی ایسی مصیبت نہیں آئی تھی حضرت عائشہؓ الگ رو رہی تھیں حضرت صہیبؓ پاس آئے اور رو اخیاہ، وا اخیاہ کہہ کر رونے لگے[4]

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عثمانؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ افلح [4] بخاری کتاب المناقب باب قصیۃ البیعۃ و الاتفاق علی عثمان بن عثمانؓ [3] نسائی کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیت

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو تمام صحابہ نے اُن کے تابوت کو گھیر لیا، اور دعائیں کرنے لگے[1] حضرت علیؓ نے پاس پہنچکر کہا "خدا تم پر رحم کرے مجھے توقع ہو کہ خدا تم کو تمھارے دونوں رفقا، (حضرت ابوبکرؓ و رسول اللہ) کی معیت عطا کریگا، کیونکہ رسول اللہ صلعم اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ تھے"، "میں نے ابوبکرؓ و عمرؓ نے یہ کام کیا تھا"[2]

صحابہ کرام حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو سب کے سامنے سرخوان بچھایا گیا، لیکن رنج و غم کی وجہ سے کسی نے کھانے کو ہاتھ لگانا پسند نہیں کیا، بالآخر حضرت عباسؓ کے سمجھانے سے سب نے کھانا کھایا[3]،

ایک بار صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کے ساتھ شہداء کے مزار کی زیارت کو نکلے پہاڑ پر چڑھے تو قبریں نظر آئیں، محبت کے لہجے میں بولے "یا رسول اللہ! یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں"، فرمایا "ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں"[4]

ایک بار واقد بن عمرؓو بن سعد بن معاذ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے نام پوچھا، اور سلسلۂ نسب میں حضرت سعد بن معاذؓ کا نام آیا، تو فرمایا: "تمھاری صورت سعد سے مشابہ ہے، وہ سب میں بڑے اور لمبے تھے"[5]

ایک دن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سامنے آیا، اُن کو ابتداے اسلام کا افلاس یاد آگیا، بولے "مصعب بن عمیر مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن میسر نہ ہوا، حمزہؓ یا کوئی اور صحابی جو مجھ سے بہتر تھے شہید ہوئے، اور ایک چادر کے سوا ان کو کفن نہ ملا، شاید دنیا ہی میں ہم کو ہمارے طیبات مل گئے"، یہ کہکر رونے

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیقؓ [2] بخاری کتاب المناقب فضائل ابی بکرؓ [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عباسؓ [4] ابوداؤد کتاب المناسک باب زیارۃ القبور [5] نسائی کتاب الزینۃ باب لبس الدیباج المنسوج بالذہب و ترغیب کتاب اللباس باب لبس الحریر فی الحرب

Marfat.com

ہتھیار رکھنا چھوڑ دیا،

باہمی اعانت

صحابۂ کرام مصیبت مین، آفت مین، کشمکش مین ایک دوسرے کی اعانت فرماتے تھے، جنگ کی حالت مین ہر شخص کو اپنی ہی جان کی فکر رہتی ہے لیکن صحابۂ کرام اس موقع پر بھی دوسرون کی اعانت کے لیے اپنی جان تک کو خطرہ مین ڈال دیتے تھے حضرت ابوقتادہؓ کا بیان ہے کہ "مین نے حنین مین دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان پر غالب آنا چاہتا ہے، مین پھر کر دے کے آیا، اور اس کی پشت کی جانب سے گردن پر ایک تلوار ماری، وہ میری طرف بڑھا، اور مجھ کو اس طرح دبوچ لیا کہ مجھے موت کی خوشبو آنے لگی، اور پھر مرہی کے چھوڑا"[1]

قبیلۂ اشعری کے لوگ مدینہ مین ہجرت کر کے آگئے تھے، ان لوگون مین باہم اس قدر تعاضد و تعاون تھا کہ جب غزوات مین ان کا زادراہ ختم ہو جاتا تھا، یا خود مدینہ مین مبتلائے فقر و فاقہ ہو جاتے تھے تو ہر شخص کے گھر مین جو کچھ ہوتا تھا، وہ لاکر سب کے سامنے رکھ دیتا تھا، اور یہ سب لوگ اس کو برابر برابر تقسیم کر لیتے تھے[2]

ہمسایہ کی اعانت

ہمسایہ عورتین اپنی پڑوسنون کی ہر قسم کی مدد دیتی تھین، حضرت اسماءؓ کو روٹی پکانا نہین آتی تھی، لیکن ان کی پڑوسنین ان کی روٹی پکا دیا کرتی تھین[3]

ایک دن کچھ مفلوک الحال لوگ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ "خدا کی قسم نہ ہم کو نفقہ ملتا نہ سواری ملتی نہ اسباب ملتا"، بولے "اگر چاہو تو خدا جو توفیق دے ہم دین، ورنہ بادشاہ کے دربار مین تمھاری سفارش کر دین، اور اگر جی مین آئے تو صبر کرو، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فقرا و مہاجرین امرا سے چالیس سال پیشتر جنت مین داخل ہونگے" ان لوگون نے کہا "ہم صبر کرتے ہین اور کچھ نہین مانگتے"[4]

[1] صحیح بخاری کتاب الجزیہ باب الکفن من جمیع المال مع فتح الباری [2] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السلب یعطی القاتل [3] مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل الاشعریین [4] مسلم کتاب السلام باب الطاف المرأۃ الاجنبیۃ اذا عیت فی الطریق [5] مسلم کتاب الزہد

Marfat.com

حضرت زبیرؓ نے لاکھون روپیے قرض چھوڑکر انتقال فرمایا تھا، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اسکو ادا کرنا چاہتے تھے ایک بار حضرت حکیم بن حزامؓ سے ملاقات ہوگئی، تو انھون نے کہا "یہ قرض کیونکر ادا کروگے؟ اگر مجبور ہوجانا تو مجھسے اعانت کی درخواست کرنا، مین اعانت کرونگا" یہ صرف زبانی دعوی نہ تھا، بلکہ انھون نے چار لاکھ سے ان کی اعانت بھی کرنا چاہی، لیکن انھون نے قبول نہین کیا[1]

جب عورتون کو شکایت پیدا ہوتی تھی، تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنا درد دکھ کہتی تھین، وہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین نہایت پرزور طریقہ سے ان کی سفارش کرتی تھین، ایک بار ان کی خدمت مین ایک عورت سبز دوپٹہ اوڑھ کر آئی، اور جسم کھولکر دکھایا کہ شوہر نے اس قدر مارا ہی کہ بدن پر نیل پڑ گئے ہین، رسول اللہ صلعم تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ "مسلمان عورتین جو مصیبت برداشت کر رہی ہین، ہم نے ویسی مصیبت نہین دیکھی، دیکھیے اس کا چمڑا اس کے دوپٹے سے زیادہ سبز ہوگیا ہے" بخاری کی روایت مین ہے،

والنساء یعضد بعضھن — عورتون کی یہ فطرت ہی کہ ایک دوسرے کی اعانت کرتی ہین[2]

بعضا،

ایک شخص کی بی بی بیمار تھین، وہ حضرت ام الدرداءؓ کے پاس آئے، انھون نے حال پوچھا تو انھون نے کہا "بیمار ہے"، انھون نے ان کو بٹھلا کر کھانا کھلایا، اور جب تک انکی بی بی بیمار رہین حال پوچھتی اور کھانا کھلاتی رہین[3]

حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت مفلس صحابی تھے، انھون نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا وہیتا مع فتح الباری ج [2] بخاری کتاب اللباس باب الثیاب الخضر [3] ادب المفرد باب ۱۰۷ صفحہ ۴۷،

Marfat.com

شادی کرنا چاہی لیکن خود ان کے پاس مہر اور دعوتِ ولیمہ کا کوئی سامان نہ تھا، اس لیے ان کے قبیلہ کے لوگون نے اعانت کی اور تمام سامان ہوگیا[1]،

ایک کے رنج وسرت مین دوسرے کی شرکت

تالف و اتحاد نے صحابۂ کرام کو ایک جان دو قالب بنا دیا تھا، اس لیے وہ ایک کے رنج کو اپنا رنج اور ایک کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے تھے، اور اس مین شریک ہوتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ارقمؓ نے ایک واقعہ بیان کیا، لیکن رسول اللہ صلعم نے اُس کی تصدیق نہین فرمائی، اس لیے اُن کو سخت صدمہ ہوا، اس کے بعد قرآن مجید نے ان کی تصدیق کی، جس پر ان کو نہایت مسرت ہوئی، اس لیے حضرت ابوبکرؓ ان سے ملے تو ان کو مبارک باد دی[2]، غزوۂ تبوک کی عدم شرکت کے جرم مین جب حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ہلال بن امیہؓ، حضرت مرارہ بنؓ ربیع کی توبہ مقبول ہوئی اور رسول اللہ صلعم کی ناراضی کا خاتمہ ہوا، تو اس بارے مین جو آیت نازل ہوئی حضرت ام سلمہؓ نے رات ہی کو حضرت کعب بنؓ مالک کو اسکی اطلاع دینی چاہی، لیکن آپ نے فرمایا کہ "اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ ٹوٹ پڑین گے اور سونا دشوار ہو جائے گا[3]"، اس لیے آپ نے نماز فجر کے بعد اس کا اعلان کیا، اس وقت حضرت کعب بن مالکؓ کوٹھے کی چھت پر سخت پریشانی کی حالت مین بیٹھے ہوئے تھے، دفعۃً آواز آئی کہ "مژدہ باد"، دیکھا کہ لوگ جوق کے جوق مبارک باد دینے کے لیے چلے آرہے ہین، ایک صحابی گھوڑا اڑاتے ہوئے آئے، ایک اور صحابی دوڑتے ہوئے پہنچے، اور پہاڑ پر چڑھ کر بشارت دی، لوگ گروہ در گروہ آتے تھے اور کہتے تھے کہ "کعب توبہ مبارک"، مسجد نبوی مین توبہ کا اعلان ہوا تھا، اور وہ داخل مسجد ہوئے تو حضرت طلحہ بنؓ عبید اللہ نے دوڑ کر مصافحہ کیا، اور مبارک باد دی[4]،

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۸ [2] ترمذی تفسیر القرآن تفسیر سورۃ المنفقین [3] بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورہ توبہ باب قد رد علی ثلثۃ الذین خلفوا الخ [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک،

Marfat.com

حضرت عائشہؓ پر جب اتہام لگایا گیا، اور وہ اس رنج وغم مین رات دن مصروف گریہ وبکا رہنے لگین، تو ایک صحابیہ آئین اور ان کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رو پڑین[1]؛

حسنِ رفاقت | اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کی شان مین فرمایا ہے :-

وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ؛ یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہین؛

صحابۂ کرام بھی اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے تھے، اس لیے انھون نے عملاً دنیا ہی مین اپنے اوپر اس آیت کو منطبق کر لیا تھا؛

حضرت رافع بن عمروؓ نے ایک غزوہ مین رفیق صالح کی تلاش کی، حسن اتفاق سے حضرت ابوبکرؓ کا شرفِ رفاقت حاصل ہوگیا، اُن کا بیان ہے کہ "وہ مجھے اپنے بستر پر سلاتے تھے، اپنی چادر اڑھاتے تھے، مین نے کہا کہ "مجھے کوئی ایسی بات سکھائیے جو مجھے فائدہ دے"، بولے "خدا کو پوجو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز پڑھو، اگر مال ہو تو صدقہ دو، دار الکفر سے ہجرت کرو، اور نہ شخصون کے بھی حاکم نہ بنو"[2]

بزرگون کا ادب | حدیث شریف مین آیا ہے :-

من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیرنا فلیس منا؛

جو لوگ ہمارے چھوٹون پر رحم اور ہمارے بزرگون کا ادب نہین کرتے وہ ہم مین سے نہین ہین

اس لیے صحابۂ کرام بزرگون کا نہایت ادب کرتے تھے، ایک بار مجلس نبوی مین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ "مجھ کو اس درخت کا نام بتاؤ

[1] بخاری کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن بعضا ۔ [2] اصابہ تذکرہ رافع بن عمرو بن جاریہؓ

Marfat.com

جو مسلمانون سے مشابہ ہے، ہر سال پھلتا ہے، اور کبھی اس پر خزان نہین آتی"، حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کے دل مین آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن ان دونون بزرگون کے ادب سے نہ بول سکے حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا کہ "تم نے کیون نہین بتایا اگر تم بتا دیتے تو یہ مجھ کو فلان فلان چیزون سے بھی زیادہ محبوب ہوتا" بولے "جب آپ اور حضرت ابوبکرؓ نہین بولے تو مین نے بولنا پسند نہین کیا"[1]، ایک دن وہ رسول اللہ صلعم کے ہمراہ چلے کسی طرف سے حضرت ابوبکرؓ بھی آگئے، وہ دائین طرف سے ہٹ کر آپ کے بائین جانب آگئے، تھوڑی دیر مین حضرت عمرؓ نے بھی شرفِ رفاقت حاصل کیا اب وہ بالکل کنارے ہو گئے[2]

ایک بار حضرت عبداللہؓ بن قیس بن مخرمہ[3] مسجد قبا مین نماز پڑھ کر خچر پر سوار ہو کر نکلے، راہ مین حضرت عبداللہ بن عمرؓ مل گئے، انھون نے دیکھا تو فوراً اتر پڑے اور کہا کہ "چچا جان اس پر سوار ہوتے لیجیے"[4]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ کے خاص تربیت یافتہ تھے، وہ ایک سال سے اُن سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہین پڑتی تھی، ایک موقع پر وہ مسئلہ پوچھا تو کہا "خدا کی قسم! سال بھر سے پوچھنا چاہتا تھا، مگر آپ کے خوف سے ہمت نہین پڑتی تھی"، "حسنِ ادب تھا، لیکن حضرت عمرؓ نے بھی شفقت آمیز جواب دیا کہ "ایسا نہ کرو، اگر تمھارا یہ خیال ہو کہ میرے پاس کسی چیز کا علم ہے تو پوچھ لیا کرو، اگر مین جانتا ہون گا تو ضرور بتا دون گا"[5]

دوستون کی ملاقات ملاقات ازدیادِ محبت کا نہایت مؤثر ذریعہ ہے صحابہ مین باہم محبت تھی، اور وہ اس محبت کو ترقی دینا چاہتے تھے، اس لیے دوستون سے اکثر ملاقات کرتے تھے،

---

[1] بخاری کتاب الادب باب اکرام الکبیر [2] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱ [3] ان صحابی کا ہونا مختلف فیہ ہے، [4] مسند ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ [5] مسلم کتاب الطلاق باب فی الایلاء واعتزال النساء وتخییرہن وقولہ تعالیٰ وان تظاہرا علیہ،

Marfat.com

حضرت ام الدرداؓ شام مین رہتی تھین، لیکن ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ پا پیادہ مدائن سے اُن کے ملنے کو آئے،[1]

ایک دن بہت سے صحابہ حضرت جابرؓ سے ملنے آئے، انھون نے روٹی اور سرکہ سامنے رکھ دیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "سرکہ بہترین سالن ہی، وہ شخص ہلاک ہو جائیگا جس کے پاس اُس کے احباب آئین اور وہ اس چیز کو حقیر سمجھ کر اُن کے سامنے پیش نہ کرے جو اُس کے گھر مین موجود ہو، اور وہ احباب بھی ہلاک ہو جائین گے جو اس کو حقیر خیال کرین"[2]

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست (غالباً صحابی ہون گے) سے ملنے آئے، وہ گھر مین موجود نہ تھے، آئے تو اُن کو گھر کے باہر دیکھ کر بولے "آپ سے کیا پردہ تھا گھر مین آکر بیٹھے ہوتے کھایا پیا ہوتا"[3]

ہدیہ دینا حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہدیہ ازدیادِ محبت کا ذریعہ ہی، اس لیے صحابہ کرام رسول اللہ صلعم کی خدمت مین اکثر ہدیہ بھیجا کرتے تھے حضرت نسیبہؓ انصاریہ اس قدر مفلس تھین کہ ان پر صدقہ کا مال حلال تھا، تاہم اس حالت مین بھی وہ ازواج مطہرات کی خدمت مین ہدیہ بھیجتی تھین، ایک بار اُن کے پاس صدقہ کی ایک بکری آئی، تو انھون نے اس کا گوشت حضرت عائشہؓ کے پاس ہدیۃً بھیجا، حضرت بریرہؓ کے پاس بھی کچھ صدقہ مین آتا تھا وہ ازواج مطہرات کو ہدیۃً دیا کرتی تھین[4]

عیادت صحابۂ کرام مریضون کی عیادت کو اپنا فرض خیال کرتے تھے، ایک بار حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار ہوئے، تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم مین کون انکی عیادت کرتا ہے؟"

---

[1] ادب المفرد باب الزیارۃ [2] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۳۵۰ [3] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۰۸ [4] بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اذا تحولت الصدقۃ [5] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحۃ الہدیۃ الی بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب وان کان المہدی ملکہا بطریق الصدقۃ

Marfat.com

باوجودیکہ غربت و افلاس سے صحابۂ کرام کے پاؤن مین جوتے نہ تھے ، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی ، بدن پر کپڑا نہ تھا، لیکن باایںہمہ دس پندرہ بزرگ پتھریلی زمین مین ننگے پاؤن اور کھلے سر گئے اور ان کی عیادت کی،[1]

ایک دن رسول اللہ صلعم نے فرمایا "تم مین آج کون روزے سے ہی؟ تم مین آج کس نے جنازے کی شائعت کی ہی؟ تم مین آج کس نے مسکین کو کھلایا ہی؟ تم مین آج کس نے مریض کی عیادت کی ہی؟ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ہر سوال کے جواب مین ہان نکلی تو آپ نے فرمایا "جس شخص مین یہ تمام چیزین جمع ہو جائین وہ جنت مین ضرور داخل ہوگا"[2]

ایک بار ایک صحابی بیمار تھے حضرت ام الدرداءؓ اونٹ پر سوار ہوکر آئین اور اُن کی عیادت[3] کی،

ایک بار حضرت شدادؓ اوس شام کے وقت کہین جارہے تھے، کسی نے پوچھا کہان کا ارادہ ہی؟ بولے "یہین ایک مریض بھائی کی عیادت کو جاتا ہون"[4]

تیمارداری صحابۂ کرام نہایت دلسوزی سے مریضون کی تیمارداری کرتے تھے، مہاجرین کے قیام کے متعلق جب قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مظعونؓ حضرت ام العلاءؓ کے حصے مین آئے، وہ بیمار ہوئے تو اُن کے تمام خاندان نے نہایت دلسوزی سے تیمارداری کی، ان کا انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد حضرت ام العلاءؓ نے محبت کے لہجے مین کہا "تم پر خدا کی رحمت ہو مین شہادت دیتی ہون کہ خدا نے تمھاری عزت کی"[5]

حضرت زینبؓ مرض الموت مین بیمار ہوئین تو حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے

---

[1] مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضیٰ [2] مسلم کتاب الزکوٰۃ باب من جمع الصدقہ و اعمال البر مسند جلد ۳ صفحہ ۱۲۱ مین یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہی [3] ادب المفرد باب عیادۃ النساء الرجل المریض [4] مسند ابن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۲۳، [5] بخاری کتاب الشہادات باب القرعہ فی المشکلات،

Marfat.com

پوچھوایا کہ کون اُن کی تیمارداری کرے گا؟ تمام بیویون نے کہا ہم" ان کا انتقال ہوا تو پھر دریافت کیا کہ ان کو کون غسل وکفن دیگا؟ تمام بیویون نے کہا ہم"[1]

عزاداری | صحابۂ کرام رنج وغم مین ایک دوسرے کے شریک تھے اس لیے عزاداری کو اپنا فرض بنا لیا تھا، ایک بار رسول اللہ صلعم ایک صحابی کو دفن کرکے آرہے تھے، راہ مین دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ جارہی ہین، پوچھا "گھر سے کیون نکلین؟" بولین "اسی گھر مین عزاداری کے لیے گئی تھی"[2]

حضرت انس بن مالکؓ کی متعدد اولاد غزوۂ حرہ مین شہید ہوئی، تو حضرت زیدؓ بن ارقم نے خط کے ذریعہ سے رسم تعزیت ادا کی[3]،

عرب مین ایک طرح کی عزاداری یہ تھا کہ عورتین برادری مین جاکر مردون پر نوحہ کرتی تھین، یہ جاہلیت کی رسم تھی، لیکن اسلام نے اس کو مٹا دیا، چنانچہ جب عورتین اسلام لاتی تھین تو ان سے اس کا بھی معاہدہ لیا جاتا تھا،

ایک بار رسول اللہ صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ معاہدہ لینا چاہا تو بولین "فلان فلان خاندان نے زمانۂ جاہلیت مین ہمارے مردے پر نوحہ کیا ہے مجھے اس کا معاوضہ کرنا ضروری ہے"، چنانچہ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی[4]،

سلام کرنا | "السّلام علیکم"، اگرچہ نہایت مختصر اور سادہ فقرہ ہے، لیکن جلب محبت کے لیے عملِ تسخیر کا حکم رکھتا ہے، اسی بنا پر قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ نے اسکی سخت تاکید فرمائی ہے،

واذا حییتم بتحیۃٍ فحیوا باحسن منھا،	جب تم کو سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طریقہ سے اس کا جواب دو،

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت زینب بنت جحش [2] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی التعزیہ [3] ترمذی کتاب الفضائل فضل الانصار و قریش [4] مسلم کتاب الجنائز باب التشدید فی النیاحۃ

Marfat.com

یاایھا الذین اٰمنوا لاتدخلوا	مسلمانو! اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے
بیوتاً غیر بیوتکم حتی	گھر میں اس وقت تک نہ داخل ہو جب تک
تستاٰنسوا وتسلّموا علیٰ	تم اُن سے مانوس نہ ہو جاؤ، اور اُن کو
اھلھا،	سلام نہ کر لو،

اور اسی بنا پر رسول اللہ صلعم جب اول اول مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سب سے پہلے یہ تعلیم دی،

یاایھا الناس افشوا السلام	لوگو! باہم سلام کرو اور کھانا کھلاؤ، اور
واطعموا الطعام تدخلوا	جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھو تاکہ
الجنۃ بسلام[1]،	اس کے بدلہ میں جنت میں اطمینان سے
	داخل ہو جاؤ،

اس لیے صحابۂ کرام ہر کہ ومہ کو سلام کرتے تھے، ایک بار حضرت ابوبکرؓ اونٹ پر سوار جا رہے تھے، جو لوگ راہ میں ملتے، اور وہ اُن کو سلام کرتے تو صرف "السلام علیکم" کہتے، لیکن وہ جواب میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے، اب وہ بھی اسی کا اعادہ کرتے، وہ لوگ اور اضافہ کے ساتھ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہتے، بالآخر فرمایا کہ "یہ لوگ ہم سے بہت بڑھ کے رہے"[2]

حضرت انسؓ بن مالک بصرہ میں نکلتے تو راستے میں ہر شخص کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے[3]،

حضرت عبداللہؓ بن عمر کا معمول تھا کہ بازار میں جاتے، اور ہر دوکان دار، ہر مسکین

---

[1] ترمذی صفحہ ۴۰۹ [2] ادب المفرد باب فضل السلام [3] باب من سلم اشارۃً،

Marfat.com

اور ہر مسافر، غرض ہر شخص کو سلام کرتے، ایک شخص نے پوچھا کہ "بازار مین آپ بھاؤ تاؤ کرتے نہ سودا سلف خریدتے، نہ کہین بیٹھتے، پھر کس کام سے آتے ہین؟" بولے "صرف سلام کرنے کے لیے"[1]، جب وہ سلام کا جواب دیتے تو سلام کرنے والے کے جواب مین بعض فقرے کا اضافہ کردیتے، ایک بار ایک شخص نے بار بار ان ہی کے اضافہ کے ساتھ سلام کیا تو اخیر مین اُنھون نے جو جواب دیا وہ بہت طویل تھا یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وطیب صلوٰتہ[2]

اگر صحابہ کے درمیان ایک درخت بھی حائل ہو جاتا تو اس کی آڑ سے نکلنے کے بعد جب دوبارہ سامنا ہوتا تو باہم سلام کرتے[3]،

مصافحہ | سب سے پہلے اہل یمن جو نہایت محبت کیش، رقیق القلب اور مخلص لوگ تھے، مصافحہ کا تحفہ دربار رسالت مین لیکر حاضر ہوئے[4]، اور صحابہ کرام نے اس پر اس شدت سے عمل کیا کہ حضرت انس بن مالکؓ صرف دوستون سے مصافحہ کرنے کے لیے روزانہ ہاتھون مین خوشبودار تیل ملا کرتے تھے[5]،

معاوضۂ احسان | قرآن مجید مین ہے:-

هل جزاء الاحسان الا الاحسان — احسان کا بدلہ صرف احسان ہے،

صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر تھی، ایک غزوہ مین صحابہ کرام سخت تشنہ لب ہو کر پانی کی جستجو مین نکلے تو ایک عورت ملی جس کے ساتھ پانی تھا، صحابہ کرام اس کو استعمال مین لائے، اور رسول اللہ صلعم نے اس کو معاوضہ دلوا دیا، لیکن باوجود معاوضہ دینے کے صحابہ کرام نے ہمیشہ اسکے اس احسان کو یاد رکھا، چنانچہ جب اس کے گانون کے

---

[1] ادب المفرد باب من خرج یسلم وبسلم علیہ [2] ادب المفرد باب [3] ایضاً باب حق من سلم اذا قام کیف یرد علیہ
ابوداؤد کتاب الادب باب فی المصافحۃ [5] ادب المفرد باب کم مرۃ ینبغی ان یرد المصافحۃ

Marfat.com

پاس حملہ کرتے تھے تو اس کے گھرانے کو چھوڑ دیتے تھے[1]،

سپاس گذاری | حدیث شریف مین آیا ہی:-

من لم یشکر الناس — جو لوگ انسانون کا شکریہ نہین ادا کرتے

لم یشکر اللہ، — وہ خدا کے بھی شکر گذار نہین ہوتے،

اس بنا پر صحابۂ کرام اپنے محسنون کے نہایت سپاس گذار رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کے ہجرت کرنے سے پہلے بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ گئے، آپ تشریف لائے تو انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! ہم نے انصار سے زیادہ فیاض اور غمگسار قوم نہین دیکھی، انھون نے ہمارا بار اٹھا لیا ہم کو اپنا شریک بنا لیا، ایسا نہو کہ کل ثواب وہی لوٹ لین" ارشاد ہوا کہ "جب تک اُن کے لیے خدا سے دعا کرتے رہوگے، ان کی تعریف مین تر زبان رہوگے ایسا نہ ہوگا"[2]،

حسن ظن | صحابۂ کرام ایک دوسرے کی نسبت ہمیشہ نیک گمان رکھتے تھے، ایک دفعہ کوفہ والون نے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی کہ وہ نماز صحیح طریقہ سے نہین پڑھاتے، انھون نے ان سے دریافت کیا تو بولے "مین بالکل رسول اللہ صلعم کا اتباع کرتا ہون" انھون نے کہا "تمھاری نسبت یہی گمان تھا"[3]،

ایک شخص جس کے ہاتھ پاؤن چوری کے جرم مین کاٹ ڈالے گئے تھے حضرت ابوبکرؓ کا مہمان ہوا، انھون نے دیکھا کہ وہ رات کو اُٹھ کے نماز پڑھتا ہی، تو بولے کہ "تمھاری رات تو چورون کی سی نہین معلوم ہوتی، تمھارے ہاتھ پاؤن کس نے کاٹے؟" اس نے کہا "یعلی بن منیہ نے یہ ظلم کیا ہے"، فرمایا "مین اس کی نسبت اُن کو لکھون گا"، اس کے

[1] بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیہ عن الماء [2] ترمذی ابواب الزہد [3] ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تخفیف الاخریین،

Marfat.com

چند ہی دنون بعد حضرت اسماء بنت عمیس کا ایک زیور غائب ہوگیا، اسکی تحقیقات کی گئی تو ایک سونار کے پاس ملا، وہ حاضر کیا گیا تو اس نے کہا کہ "اسی دست دیا بریدہ شخص نے مجھ کو یہ زیور دیا"، حضرت ابوبکرؓ نے کہا "یہ چوری کوئی بڑی چیز نہین، البتہ اس نے مجھ کو اپنے مذہبی تقدس کی بنا پر جو فریب دیا، وہ بہت بڑا جرم ہے، اس کے پانون کاٹ ڈالو"[1]

واقعۂ افک کو منافقین نے اگرچہ بیحد شہرت دی تاہم صحابۂ کرام کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو حسن ظن تھا، اس کی بنا پر متعدد صحابہ نے صاف صاف کہدیا کہ

سبحانك ما یکون لنا ان	سبحان اللہ! ہمارے لیے اس کا ذکر
نتکلم بھذا سبحانك ھذا بھتان عظیم[2]	جائز نہین، سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے،

بخاری مین ہے کہ اس جملہ کو ایک انصاری نے کہا تھا لیکن فتح الباری مین اور صحابہ کے نام بھی گنائے ہین،

مصالحت و صفائی بہ مقتضائے فطرتِ انسانی اگر صحابۂ کرام مین باہم شکر رنجی ہو جاتی تھی تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ باہم صفائی کر لیتے تھے، اور چند روزہ ناگواری پر ان کو اس قدر افسوس ہوتا تھا کہ جب اس واقعہ یا اس کا تذکرہ یا اس کا خیال آتا تھا تو آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے، چنانچہ حاملہ مین حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہؓ ابن زبیرؓ سے اسقدر ناراض ہوگئین کہ بول چال تک کی قسم کھالی، لیکن عفو تقصیر کے بعد جب ان کو یہ قسم یاد آتی تھی تو اس قدر روتی تھین کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تھا[3]،

ابتدا مین اگرچہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہین کی لیکن بعد کو انھون نے خود حضرت ابوبکرؓ کو اس غرض سے بلایا اور کہا کہ "اے ابوبکر ہم کو تمھاری فضیلت کا اعتراف

---

[1] دارقطنی کتاب الحدود صفحہ ۳۶۵ [2] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قول اللہ وامرھم شوریٰ بینھم [3] بخاری کتاب الادب باب الھجرۃ،

Marfat.com

ہے، اور اگر خدا نے تم پر یہ احسان (خلافت) کردیا تو ہم کو اس پر رشک نہیں"، ان کی اس مخلصانہ تقریر کا حضرت ابوبکرؓ پر یہ اثر ہوا کہ آبدیدہ ہوگئے، اور فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے رسول اللہ صلعم کی قرابت مجھکو خود اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے، ہمارے اور تمھارے درمیان جن معاملات مین اختلاف ہوگیا تھا، ان مین حق سے سرمو تجاوز نہ کرون گا، رسول اللہ صلعم نے جو کچھ کیا ہے، اسی کے مطابق عمل کرون گا"

باہمی صفائی کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کے لیے سہ پہر کا وقت مقرر فرمایا، ظہر کی نماز ہوچکی، تو حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر ان کے تمام عذرات جو عدم بیعت کا سبب تھے بیان کیے، اس کے بعد حضرت علیؓ نے تقریر کی جسمین حضرت ابوبکرؓ کے تمام فضائل و حقوق خلافت کا اعتراف کیا، اور کہا کہ "مین نے جو کچھ کیا وہ اس بنا پر نہ تھا کہ مجھ کو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ رشک و حسد تھا، یا مین ان کے فضائل کا منکر تھا، لیکن ہم اپنے آپ کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے، اس لیے ہم کو اس پر رنج ہوا"، اس اعلان سے تمام مسلمان خوشی کے مارے کھل گئے، اور حضرت علیؓ سے جو عام ناراضی پیدا ہوگئی تھی وہ یک لخت زائل ہوگئی[1]

معاصرین کی فضیلت کا اعتراف

رشک و حسد علما کا مایۂ خمیر ہے اس لیے وہ معاصرین کی فضیلت کا بہت کم اعتراف کرتے ہین، محدثین اسلامی اخلاق کا بہترین نمونہ تھے لیکن باایں ہمہ اصول حدیث کی کتابون مین لکھا ہے کہ ایک محدث کی جرح دوسرے معاصر محدث پر قابل اعتبار نہین، کیونکہ ان مین باہم رشک و حسد اور بغض و عناد ہوتا ہی لیکن صحابہ کرام نہایت کشادہ دلی کے ساتھ معاصرین کی فضیلت کا اعتراف کرتے تھے حضرت معاذؓ بن جبل کا انتقال ہونے لگا تو لوگون نے کہا کہ "کچھ وصیت فرمائیے" بولے "چار آدمیون سے

[1] مسلم کتاب الجہاد قول النبی صلعم لانورث ماترکنا فھو صدقۃ،

Marfat.com

علم حاصل کرو، عویمر ابی الدرداءؓ، سلمان فارسیؓ عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن سلامؓ[1]

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کے پاس کوفہ سے ایک بزرگ آئے اور کہا کہ علم حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں، بولے "کیا تمھارے یہاں سعد بن مالکؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، عمارؓ اور سلمانؓ نہیں ہیں" ساتھ ساتھ ان کی وجہ فضیلت بھی بیان کی[2]

ایک دفعہ کوفہ میں ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک فتویٰ پوچھا انھوں نے جو جواب دیا، اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اعتراض کیا، اگر اس زمانہ کے علماء ہوتے تو باہم لڑ بیٹھتے لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا کہ ابن کوفہ جب تک یہ حبر (عبداللہ بن مسعود) تم میں موجود ہے مجھ سے فتویٰ نہ پوچھو[3]

مساوات | صحابہ کرامؓ ہر کہ و مہ سے مساویانہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کے ساتھ مساویانہ معاشرت رکھتے تھے، ایک بار حضرت صفوان بن امیہؓ ایک بڑے پیالہ میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا، انھوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا، اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا، پھر بعد فرمایا "خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتی"[4]

ایک بار حضرت عمرؓ گھی میں چورا کر کے روٹی کھا رہے تھے، ایک شخص کو بلایا ساتھ شریک طعام کیا، وہ لقمہ اٹھاتا تھا تو پیالے کی تلچھٹ تک سمیٹ لیتا تھا، فرمایا "تم بہت ہی مفلس معلوم ہوتے ہو"، بولا "مدتوں سے نہ گھی دیکھا، نہ کوئی گھی کا کھانے والا تھا" قحط کا زمانہ تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، جب تک بارش نہ ہو گی گھی نہ کھاؤں گا[5]

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ کے اطراف میں نکلے، ساتھ میں [illegible]

---

[1] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ بن سلامؓ [2] ترمذی کتاب المناقب مناقب عبداللہ
[3] موطائے امام مالکؒ کتاب الضحایا باب ما جاء فی الرضاعۃ بعد الکبر [4] ادب المفرد باب ہل یوکل
[5] موطائے امام محمد ابواب السیر باب الزہد والتواضع،

Marfat.com

حباب تھے، دسترخوان بچھایا گیا، تو ایک چرواہا آنکلا، اُس نے سلام کیا تو حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ نے اس کو شریک طعام کرنا چاہا، اس نے عذر کیا کہ مین روزے سے ہون، بولے "ارے ایسے گرم دن مین روزہ رکھتے ہو؟ اور پھر بکریان چراتے ہو؟"[1]

زمانۂ جاہلیت مین حضرت خبابؓ اور حضرت بلالؓ دونون غلام رہ چکے تھے، لیکن ایکبار حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو اُنھون نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا اور کہا کہ "ایک شخص کے سوا کوئی ان سے زیادہ اس جگہ کا مستحق نہین" انھون نے پوچھا وہ کون یا امیرالمومنین؟ فرمایا "بلالؓ"[2]

ایک دن سرداران قریش مین حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور حضرت حارث بن ہشامؓ وغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوے، استیذان کے بعد انھون نے سب سے پہلے اہل بدر کو جن مین حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بھی تھے، شرف باریابی بخشا حضرت ابوسفیانؓ کے دماغ مین اب تک زمانۂ جاہلیت کا غرور باقی تھا، اس لیے انھون نے سخت ناگواری کے ساتھ کہا "کیا قیامت ہے کہ ان غلامون کو تو اذن ملتا ہی اور ہم لوگ بیٹھے ہوے منہ تکتے ہین"، حضرت سہیلؓ بن عمرو بھی ساتھ تھے، بولے "تمھارے چہرون سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے ہین، لیکن تم کو خود اپنے اوپر غصہ کرنا چاہیئے، اسلام نے سب کے ساتھ تم کو بھی بلایا، لیکن یہ لوگ آگے بڑھ گئے، اور تم پیچھے رہ گئے، یہ لوگ فتح مکہ مین اسلام لائے تھے، اور حضرت صہیبؓ وغیرہ سابقین اسلام مین سے تھے" یہ اسی کی طرف اشارہ تھا،

اگر کوئی شخص ایسا طرز عمل اختیار کرتا جو اخلاقی حیثیت سے مساوات کے خلاف ہوتا تو صحابہ کرام اس کو سخت ناپسند فرماتے، ایک بار حضرت مغیرہ بن شعبہ نکلے تو ایک شخص نے

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] بالفاظ ابن سعد تذکرہ حضرت خباب بن الارتؓ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ

Marfat.com

کہا "السلام علیکم ایہا الامیر ورحمۃ اللہ" اس کے بعد تمام لوگون کی طرف خطاب کرکے کہا "السلام علیکم" بولے "صرف السلام علیکم کافی تھا، مین بھی تو ان ہی مین سے ہون"

حضرت رویفعؓ الطائی کے گورنر تھے، ایک شخص نے آکر ان کو اس طرح سلام کیا "السلام علیک ایہا الامیر"، انھون نے کہا "اگر تم ہمین سلام کرتے تو ہم سب تمھارا جواب دیتے، تم نے گویا مسلمہ گورنر مصر کو سلام کیا، جاؤ وہی جواب بھی دین گے"[1]

حضرت سہیل بنؓ عمرو سرداران قریش مین سے تھے، اور زمانۂ جاہلیت مین انصار کو اپنے سے کم رتبہ سمجھتے تھے، لیکن وہ برابر حضرت معاذ بنؓ جبل کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتے تھے، ایک دن کسی نے کہا کہ "آپ اس خزرجی کے پاس کیون جاتے ہین، اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے قرآن پاک کی تعلیم کیون نہین حاصل کرتے"، بولے کہ "اسی فخر و غرور نے تو ہم کو سب سے پیچھے رکھا"[2]

فرق مراتب کا لحاظ صحابۂ کرام اگرچہ آزادی اور مساوات کے پیکر مجسم تھے، تاہم انھون نے ان تمام امتیازات کو مٹا نہین دیا تھا، جن کو قرآن مجید نے ان الفاظ مین قائم کیا ہے :-

وفضلنا بعضہم علیٰ بعض — اور ہم نے بعض کو بعض پر فضلت دی ہے

اس لیے وہ ہر شخص سے اس کی حیثیت کے موافق برتاؤ کرتے تھے، ایک بار حضرت عائشہؓ کی خدمت مین ایک فقیر آیا انھون نے اس کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیکر ٹال دیا، پھر ایک خوش پوشاک آدمی آیا تو انھون نے اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا لوگون نے اس تفریق کی وجہ پوچھی تو بولین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے :-

---

[1] ادب المفرد باب التسلیم علی الامیر [2] اسد الغابہ تذکرہ حضرت سہیل بن عمروؓ،

Marfat.com

انزلوا الناس علیٰ منازلھم[1] ہر شخص کو اس کے درجہ پر رکھو،

ایک بار حضرت ام سلمہؓ کو اُون صاف کروانے کی ضرورت ہوئی تو ایک مکتب کے مدرس کے پاس آدمی بھیجا کہ غلاموں کو بھیجدو لیکن آزاد لڑکے کو نہ بھیجنا[2] فتح الباری

یعنی جس کو اس سے آزاد کا احزاز مقصود تھا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک لونڈی نے آزاد عورتوں کی سی وضع اختیار کی تھی، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو ان کو ناگوار ہوا حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور کہا کہ "میں نے تمہارے بھائی کی لونڈی کو دیکھا کہ آزاد عورتوں کی وضع میں اِدھر اُدھر پھر رہی ہے"[3]

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم [2] بخاری کتاب الدیات باب من استعان عبدا او صبیا [3] موطائے امام مالک کتاب الجامع باب ما جاء فی المملوک وھبتہ،

Marfat.com

حُسنِ معاملت

ادائے قرض کا خیال | حدیث شریف میں آیا ہے :-

خیارکم احاسنکم قضاء (ترمذی کتاب البیوع) — تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں بہتر ہیں،

یہ حدیث عملی حیثیت سے صحابہ کرام پر صادق آتی ہے حضرت زبیرؓ جب معرکہ جمل میں شریک ہونے کے لئے حضرت عثمانؓ سے رخصت ہونے لگے تو حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ آج صرف ظالم یا مظلوم قتل ہوں گے، میرا خیال ہے کہ آج آپ مظلوم ہوں گے، مجھ کو سب سے زیادہ اپنے قرض کی فکر ہے، ہمارے چچا کے بیٹے سے پہلے قرض ادا کرنا اور اگر تم مجبور ہو جانا تو ہمارے مولا (خدا) سے دعا کرنا،

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نہایت دیانت کے ساتھ اس کی تعمیل کی چنانچہ جب باپ کا کل قرض ادا کر چکے تو ان کے بھائیوں نے کہا" اب ہماری میراث تقسیم کر دیجئے" انھوں نے کہا کہ جب تک چار سال تک موسم حج میں یہ اعلان نہ کرلوں گا کہ زبیرؓ جس کا قرض آتا ہو وہ ہم سے آکر لے لے وراثت تقسیم نہ کروں گا، چنانچہ چار سال تک یہ منادی کرتے رہے،

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن حرام غزوۂ احد کے لیے نکلے تو اپنے بیٹے حضرت جابرؓ کو

لہ بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاۃ النبی صلعم و بقیات الصالحات سعد ذکر حضرت زبیرؓ

Marfat.com

کو بلا کر کہا کہ "مین ضرور شہید ہون گا، مجھ پر جو قرض ہے اُس کو ادا کرنا، اور اپنے بھائیون کے ساتھ سلوک[۱] کرنا"، چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے چھ لڑکیان چھوڑی تھین، جنکی کفالت کا بار حضرت جابرؓ پر تھا، لیکن جب فصلِ خرما تیار ہوئی تو اُنھون نے سب سے پہلے اپنے باپ کا قرض ادا کیا، اور اس دیانت کے ساتھ ادا کیا کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین اس پر راضی تھا کہ میرے باپ کی امانت ادا ہو جائے اور مین اپنی بہنون کے پاس ایک کھجور لیکر بھی نہ پلٹون[۲]"۔

ایک بار حضرت ابو الملیح بن عروہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ "مین اپنے باپ عروہ کا قرض ادا کر سکتا ہون؟ آپ نے فرمایا "ہان"، حضرت قارب بن اسودؓ نے کہا "تو اسود کا قرض بھی ادا کیجئے"، آپ نے فرمایا "لیکن اسود نے شرک کی حالت مین انتقال کیا تھا"، حضرت قاربؓ نے کہا "ان کا بیٹا یعنی مین تو مسلمان ہون، ان کے قرض کا بار مجھ پر ہے، اور مجھی[۳] سے اس کا تقاضا کیا جائے"۔

جب حضرت عمرؓ کو زخم لگا، اور ان کو زندگی سے مایوسی ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے"؟ حساب لگایا گیا تو چھیاسی[۴] ہزار نکلا، فرمایا کہ اگر آلِ عمرؓ کے مال سے ادا ہو جائے تو خیر ورنہ بنو عدی بن کعب سے درخواست کرنا، ان کی اعانت سے بھی کام نہ چلے تو قریش سے درخواست کرنا لیکن اُن کے علاوہ کسی[۵] سے نہ مانگنا"۔

حضرت ابن حدردؓ پر ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے، اس نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین استغاثہ کیا، تو آپ نے تین بار فرمایا کہ "اس کا حق دیدو"، انھون

---

[۱] اسد الغابہ مین تذکرۂ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ [۲] بخاری ذکر غزوۂ احد باب اذہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما الایہ [۳] اسد الغابہ تذکرہ حضرت قارب بن اسودؓ [۴] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ،

Marfat.com

کہا "میرے پاس کچھ نہین" آپ خاموش ہوگئے تو وہ خود اُٹھے اور بازار گئے، سر سے اتار کر عمامہ کا تہ بند بنایا، اور اپنے تہ بند کو چار درہم پر فروخت کرکے اُس کا قرض ادا کیا،[1]

حضرت عائشہؓ اکثر قرض لیا کرتی تھین، ان سے پوچھا گیا کہ آپ قرض کیون لیتی ہین؟ بولین کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ اپنے قرض کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہی، خدا اپنی جانب سے اس کا مددگار مقرر کردیتا ہے، تو مین اسی مددگار کی جستجو کرتی ہون"[2]

رسول اللہ صلعم جب قرض ادا فرماتے تھے، تو بہترین مال دیتے تھے، ایک بار آپ نے کسی سے اونٹ لیا تھا، صدقہ کے اونٹ آئے تو اس کو اس سے بہتر اونٹ دیا اور فرمایا :-

خیارالناس احسنھم قضاءً[3] بہترین لوگ وہ ہین، جو قرض اچھے طریقے سے ادا کرتے ہین،

صحابۂ کرام کا عمل بھی اسی حدیث پر تھا، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے چند درہم قرض لیے، قرض ادا کیا تو اس سے بہتر درہم دیئے، اس نے کہا "آپ کے درہم تو میرے درہم سے اچھے ہین"، بولے مجھے معلوم ہے، لیکن مین نے بخوشی دیئے ہین"[4]

ایک بار انھون نے کسی سے دو ہزار درہم قرض لیے، ادا کیا تو دو سو درہم زیادہ دیئے، اس نے کہا کہ "آپ کے دو سو درہم زیادہ ہین" بولے "وہ تمھارے ہین"[5]

قرض داروں کو مہلت دینا قرض داروں کو قرض ادا کرنے کے لیے مہلت دینا بڑے ثواب کا

---

[1] اصابہ تذکرہ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ [2] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۹ [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی حسن القضاء [4] موطاے امام محمد کتاب الصرف ابواب الربواء باب الرجل یکون علیہ الدین فیقضی افضل مما اخذ و [5] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

Marfat.com

کا کام ہے، اور خود قرآن مجید نے اس کی ہدایت کی ہے :-

فنظرة الی میسرة — اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس قدر مہلت دو کہ وہ فراخ دست ہو جائے

لیکن اس کی توفیق ان ہی لوگون کو ہوتی ہے، جن کے دلون مین لطف و محبت اور رحم و شفقت کا مادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب کو ان جذبات سے معمور کر کے ان کو اس کارِ خیر کی توفیق عطا فرمائی تھی، ایک شخص پر حضرت ابو قتادہؓ کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آتے تھے تو غریب گھر مین چھپ جاتا تھا، حسنِ اتفاق سے ایک دن آئے، اور اس کے بچے سے پوچھا کہ "وہ کہان ہے"؟ اس نے کہا گھر مین کھانا کھا رہے ہین، بلا کر پوچھا "مجھ سے کیون چھپتے تھے"؟ بولا سخت تنگدست ہون میرے پاس کچھ نہین ہے" حضرت قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے قرضدار کو مہلت دیتا ہے، یا قرض معاف کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن عرش کے سایہ مین ہوگا"[1]

حضرت ابو الیسرؓ پر حضرت کعبؓ کا قرض تھا، وہ تقاضے کو آئے تو وہ چھپ گئے حضرت کعبؓ تیزی کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت ابو الیسرؓ سمجھے کہ وہ نکل گئے، جھانک کر دیکھا تو ان سے آنکھین چار ہو گئین، بولے کیا تم نے رسول اللہ صلعم سے نہین سنا ہے کہ جو شخص تنگدست کو مہلت دیگا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ مین لے گا"؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا "مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے آپ سے یہ سنا ہے"[2]

وضع دین | صحابہ کرام نہایت فیاض، نرم خو اور رحمدل تھے، اس لیے قرض کو معاف فرما دیتے تھے،

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۰۸ [2] اصابہ تذکرہ کعب بن ربیعہ

Marfat.com

ایک بار حضرت کعب بن مالکؓ نے مسجد نبوی مین ایک صحابی پر قرض کا تقاضا کیا، شور وغل ہوا تو کاشانۂ نبوت مین آواز پہنچی، آپ نے پردہ اُٹھا کر فرمایا "کعب آدھا قرض معاف کردو بولے "معاف"[1]

حضرت زبیرؓ پر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کا چار لاکھ قرض تھا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ادا کرنا چاہا تو بولے کہ "اگر کہو تو معاف کردون"[2]

حضرت ام سلمہؓ نے ایک غلام کو مکاتب بنایا، اس نے جب بدل کتابت ادا کرنا چاہا تو کہا کہ "اس مین کچھ کمی کردیجئے" انھون نے کم کردیا،

ایک شخص پر حضرت ابوالعسیرؓ کا قرض آتا تھا، وہ تقاضے کو آئے، تو اس نے لونڈی سے کہلوایا کہ وہ گھر مین نہین ہین، انھون نے آواز سُن لی اور کہا کہ "گھر سے نکلو مین نے تمھاری آواز سُن لی"، وہ گھر سے نکلے تو بولے کہ تم نے ایسا کیون کیا؟ اس نے کہا کہ "تنگدستی نے مجبور کیا"، بولے "خدا کی قسم جو باتین تم نے کہی ہین سچ ہین" [illegible] قرض معاف ہے مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس نے تنگدست کو [illegible] قرض معاف کردیا وہ قیامت کے دن خدا کے سایہ مین ہوگا"[3]

ایک شخص پر حضرت امام حسن علیہ السلام کا قرض آتا تھا، انھون نے کل قرض اس پر ہبہ کردیا،[4]

دوسرے کی جانب سے قرض ادا کرنا	صحابۂ کرام اپنے قرض دار بھائیون کو قرض کی مصیبت اور قرض خواہون سے کتنا [illegible] نجات دلایا کرتے تھے۔ ایک بار

[1] ابوداؤد کتاب الاقضیہ [illegible] صحیح بخاری کتاب [illegible] باب انظار المعسر والتلطف بہ فی مطالبۃ الدین،
[2] طبقات ابن سعد [illegible] حضرت ابوالعسیرؓ [3] بخاری کتاب البیوع باب اذا وہب دینا علی رجل،

Marfat.com

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ "فلان قبیلہ کا کوئی شخص ہے؟" ایک صحابی نے کہا "یا رسول اللہ! مین ہون"، ارشاد ہوا کہ تمھارا بھائی قرض مین ماخوذ ہی، انھون نے اس کا کل قرض ادا کر دیا[1]،

ایک دفعہ ایک شخص کا جنازہ آیا، جس پر تین دینار قرض تھا، آپ نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمایا تو حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے کہا "یا رسول اللہ مین اس کا قرض ادا کر دون گا"، اب آپ نے نماز جنازہ پڑھائی[2]،

ایک صحابی نے باغ خریدا، کوئی آفت آئی، اور تمام پھل ضائع ہو گیا، اب قیمت کیونکر ادا کرتے، رسول اللہ صلعم نے دیکھا کہ قرض سے گرانبار ہو رہے ہین، تمام صحابہ کو حکم دیا کہ سب لوگ اعانت کرین، تمام صحابہ نے کچھ نہ کچھ اس مین حصہ لیا[3]،

وصیت کا پورا کرنا وصیت چونکہ وراثت سے پوری کی جاتی ہی، اس لیے اکثر ورثا اسکو پورا نہین کرتے کہ مالِ وراثت مین کمی نہ آنے پائے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانت کے ساتھ وصیت کو پورا کرتے تھے، عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد سو غلام آزاد کیے جائین، اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے، ان کے دوسرے بیٹے حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے حصہ کے بقیہ پچاس غلام آزاد کرنا چاہے تو رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا، "اگر وہ مسلمان ہوتا، اور تم اسکی طرف سے غلام آزاد کرتے، صدقہ کرتے، حج کرتے، تو اس کو ثواب ملتا"[4]،

عورتون کا مہر ادا کرنا ہم نے عورتون کے تمام حقوق سلب کر لیے ہین، بالخصوص مہر تو بالکل

---

[1] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی التشدید فی الدین [2] بخاری کتاب الحوالۃ باب اذا احال دین المیت علی رجل جاز [3] ابوداؤد کتاب البیوع باب فی وضع الجائحۃ [4] ابوداؤد کتاب الوصایا باب فی وصیۃ الحربی یسلم ولیہ ایلزمہ ان ینفذہا،

Marfat.com

نسیاً منسیاً ہوگیا ہے، لیکن صحابۂ کرام نہایت دیانتداری کے ساتھ عورتون کا مہرادا کرتے تھے، اور اسی طرح ادا کرتے تھے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلعم نے ایک صحابی کی شادی کردی، مہر معین تھا، اور اب تک عورت کو کچھ نہین دیا تھا کہ موت کا پیغام آپہنچا، موت کے وقت وصیت کی کہ خیبر مین ہمارا جو حصہ ہے، وہ عورت کو مہر مین دے دیا جائے، عورت نے اسکو فروخت کیا تو ایک لاکھ درہم قیمت ملی[1]،

بی بیون کے درمیان عدل کرنا متعدد بیویون کے درمیان عدل کرنا بڑا مشکل کام ہے، خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید مین فرماتا ہے :-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا	اور تم لوگ متعدد عورتون کے درمیان
بین النساء،	عدل کرنے کی طاقت نہین رکھتے،

لیکن بعض صحابہ نے اس مشکل کو نہایت آسان کردیا تھا، حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بی بیان تھین، وہ ان دونون کے درمیان اس شدت کے ساتھ عدل کرتے تھے کہ جب ایک کی باری ہوتی تو اس دن نہ دوسری کے گھر کا پانی پیتے تھے، نہ اس کے گھر کے پانی سے وضو کرتے تھے[2]،

بیع وشرا مین مسامحت صحابۂ کرام بیع وشرا مین نہایت انسانیت، مروت اور مسامحت سے کام لیتے تھے، حضرت عثمانؓ نے ایک صحابی سے ایک قطعۂ زمین خریدا لیکن قبضہ کرنے مین دیر لگائی، انھون نے وجہ پوچھی تو بولے "لوگ مجھ کو ملامت کررہے ہین کہ ٹھگ گئے"، بولے "اگر یہی بات ہے تو قیمت واپس کردیجیے"، اس کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا اس بندے کو جنت مین داخل کرے گا جو خرید وفروخت

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات [2] تزہۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار تذکرہ حضرت معاذ بن جبلؓ

Marfat.com

اور دا دوستدین نرم خو ہو،[1]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک قمیص خرید کر واپس کرنا چاہی لیکن دیکھا تو اس مین خضاب کا رنگ لگ گیا تھا، اس لیے اس کو واپس نہین کیا،[2]

تقسیم وراثت مین دیانت

جو لوگ اپنی اولاد مین کسی کو زیادہ عزیز رکھتے ہین اس کو زیادہ حقوق عطا کرتے ہین، صحابہ کرام بھی اپنی بعض اولاد کو زیادہ محبوب رکھتے تھے لیکن یہ محبت ان کو مساوات فی الحقوق سے باز نہین رکھ سکتی تھی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کو کچھ مال دیا تھا، لیکن اب تک ان کا قبضہ نہین ہوا تھا، اس لیے ہبہ نامکمل تھا، جب انتقال کرنے لگے تو کہا کہ "اے بیٹی مجھے اپنے بعد تمھارے تمول سے زیادہ کوئی چیز عزیز، اور تمھارے افلاس سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہین، مین نے تم پر جو مال ہبہ کیا تھا، اگر تمھارا اس پر قبضہ ہو جاتا تو وہ تمھارا ہو جاتا، لیکن آج وہ مال وراثت مین داخل ہے جس کے وارث تمھارے دو بھائی اور دو بہن ہین، اس لیے کتاب اللہ کے موافق باہم تقسیم کر لو" بولین "اگر اس سے زیادہ مال ہوتا تو مین چھوڑ دیتی"[3]

ظلم و غصب سے اجتناب

صحابہ کرام دوسرے کے حق سے ایک ذرہ بھی لینا گوارا نہین کرتے تھے، ایک بار ایک عورت نے حضرت سعید بنؓ زید بن عمرو بن نفیل پر ایک گھر کے بارے مین دعوی کیا، بولے کہ "گھر اس کو لے لینے دو کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی بالشت بھر زمین بھی لے لیگا، قیامت کے دن خدا زمین کے ساتون طبقون کو اس کے گلے کا طوق بنائے گا، خدایا اگر وہ جھوٹی ہو تو اس کو اندھا کر دے، اور اسی گھر مین اس کی قبر بنائے، راوی کا بیان ہے کہ مین نے

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵ مسند عثمان بن عفانؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ،
[3] موطائے امام مالک کتاب الاقضیہ باب مالا یجوز من النحل،

Marfat.com

اس کو دیکھا کہ اندھی ہوگئی، دیوار پکڑ کر چلتی تھی، اور کہتی تھی کہ مجھ پر سعید بن زید کی بددعا پڑگئی، ایک دن وہ اسی گھر مین کنوان تھا، اس مین گر پڑی اور وہی اس کی قبر بنا[1]،

قسم کھانے سے اجتناب

جو لوگ خائن یا خداع ہوتے ہین، ان کو معاملات مین قسم کھانے سے کوئی اجتناب نہین ہوتا، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا،

لا تطع کل حلاف مھین — بات بات پر قسم کھانے والے ذلیل شخص کی بات نہ مان،

یہی وجہ ہے کہ محتاط لوگ سچی قسم کھانے سے بھی احتراز کرتے ہین، صحابہ کرام بھی زہد و ورع کی بنا پر قسم کھانے سے اجتناب فرماتے تھے،

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک غلام آٹھ سو درہم پر اس شرط کے ساتھ کہ اس مین کوئی عیب نہین فروخت کیا، بعد کو مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس غلام مین ایک بیماری ہے، حضرت عثمانؓ کی خدمت مین مقدمہ پیش ہوا، اور انھون نے قسم لینا چاہی لیکن انھون نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اور غلام کو واپس لے لیا، جب وہ اچھا ہوگیا، تو پھر پندرہ سو درہم پر فروخت کیا، اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے کہ یہ اس بات کا معاوضہ تھا کہ انھون نے باوجود سچے ہونے کے قسم کھانا ایک بری بات سمجھا[2]،

مروان نے ایک مقدمہ مین حضرت زید بن ثابتؓ سے منبر مسجد نبوی پر قسم لینا چاہی، انھون نے اس کے سامنے تو قسم کھالی لیکن منبر شریف پر قسم کھانے سے انکار کیا[3]،

---

[1] مسلم کتاب البیوع باب غرز الخشب فی جدار الی روجا ہی کتاب المغصب مختصراً [2] موطا امام مالک کتاب البیوع باب العیب فی الرقیق مع زرقانی [3] موطا امام مالک کتاب الاقضیہ باب ما جاء فی الیمین علی المنبر،

Marfat.com

طرزِ معاشرت

غربت و افلاس

صحابۂ کرام نہایت فقر و فاقہ اور غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کچھ مہر کے لیے بھی ہے؟" بولے "صرف یہ تہ بند ہے"، آپ نے فرمایا "اگر تم نے یہ تہ بند اس کو دیدیا تو پھر تمھاری پردہ پوشی کیونکر ہوگی؟ کچھ اور تلاش کرو"، واپس آئے تو کہا "کچھ نہیں ملا" فرمایا کچھ نہیں تو لوہے کی ایک انگوٹھی ہی سہی جاؤ لے آؤ"، بولے وہ بھی نہیں ملتی"، یہ سب کچھ تو نہ تھا لیکن روحانیت کا خزانہ تھا آپ نے قرآن مجید کی چند سورتوں پر نکاح پڑھا دیا[1]،

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ صدقہ وصول کرنے کی خدمت تفویض ہو جائے تو اس کے معاوضہ سے مہر وغیرہ کا سامان کریں، آپ نے یہ خدمت تفویض فرمائی تو شادی کا دوسرا سامان کر دیا[2]،

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نکاح ہوا تو ایک زرہ کے سوا مہر کے لیے کچھ نہ تھا، اس لیے اسی کو مہر میں دے دیا[3]،

ان کی دعوت ولیمہ کی داستان نہایت دلچسپ ہے، اُن کے پاس صرف دو

---

[1] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الترویج علی العمل یعمل [2] ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب فی بیان مواضع قسم الصدقات [3] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الرجل یدخل بامرأتہ قبل ان یعطیہا،

Marfat.com

اونٹنیان تھین، ایک بدر کے مال غنیمت کے حصہ مین ملی تھی، دوسری خمس مین سے رسول اللہ صلعم نے عطا فرمائی تھی، دعوت کا سامان کرنے کے لیے چاہا کہ ان اونٹنیون پر اذخر (ایک قسم کی گھاس جس کو سنار جلاتے ہین) لاد کے لے آئین، اور سونار دن کے ہاتھ فروخت کرکے کچھ روپیہ پیدا کرین، وہ اسی سامان مین مصروف تھے کہ حضرت حمزہؓ شراب کے نشہ مین چور ہوے اور اونٹنیون کو ذبح کرڈالا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا تو ان کی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آے[1]؛

حضرت سلمہ بن صخرؓ کو ایک بار کفارہ دینے کی ضرورت پیش آئی، اس لیے رسول اللہ صلعم نے ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا، وہ بولے کہ "مین تو صرف اپنی ذات کا مالک ہون" اب آپ نے ساٹھ مسکینون کو صدقہ دینے کو کہا، بولے "رات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے، گھر مین ایک دانہ بھی نہین"

اسی طرح اور ایک صحابی کو کفارے مین صدقہ دینا پڑا، لیکن ان کے پاس کچھ نہ تھا، خود رسول اللہ صلعم نے کھجورین عطا فرمائین کہ جاکر فقرا کو دیدو، بولے "کیا مجھ سے اور میرے اہل وعیال سے بھی زیادہ کوئی فقیر ہے؟" آپ نے فرمایا "تو اس کو تمھین لوگ کھا جاؤ"[2]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سرور کونینؐ کے داماد تھے لیکن فقر وفاقہ کا یہ حال تھا کہ ایک بار گھر مین آئے تو دیکھا حضرت حسین اور حضرت حسن علیہما السلام رو رہے ہین، حضرت فاطمہؓ سے پوچھا "کیون رو رہے ہین؟" بولین "بھوک سے بیتاب ہین" گھر سے نکلے تو بازار مین ایک پڑا ہوا دینار پایا، اس کا آٹا اور گوشت خریدا لیکن محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ

[1] ابو داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی بیان مواضع قسم الخمس ص۔ ۲۰ ایضاً کتاب الطلاق باب فی الظہار،

Marfat.com

اس حالت مین بھی رسول اللہ صلعم کو مدعو کیے ہوئے بغیر کھانا نہ کھایا[1]،

اصحابِ صفہ کے تمام فضائل و مناقب مین سب سے زیادہ نمایاں فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے، ان کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ضعف سے گر پڑتے تھے، بدو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ پاگل ہین[2]،

حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوۂ احد مین شہید ہوئے تو کفن تک میسر نہ تھا، بدن پر صرف ایک چادر تھی اسی کا کفن بنایا گیا، لیکن وہ اس قدر مختصر تھی کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤن کھل جاتا تھا، پاؤن چھپاتے تھے تو سر پر کچھ نہین رہتا تھا، بالآخر آپ نے فرمایا کہ چادر سے سر کو اور پاؤن کو گھاس سے چھپا دو[3]، لیکن اور شہدائے اُحد کو یہ بھی نصیب نہ تھا، اس لیے ایک چادر مین متعدد صحابہ دفن کیے گئے[4]،

لباس ابتدائے اسلام مین صحابۂ کرام کو کپڑون کی نہایت تکلیف تھی، حضرت عتبہؓ بن غزوان ہی کہ "مین سات تن مسلمان ہون، اس وقت یہ حالت تھی کہ مین نے ایک چادر پائی تو تقسیم کر کے آدھی خود لی اور آدھی سعد کو دی، لیکن آج ہم ساتون مین ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے[5]"،

اکثر صحابہ کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہ بند اور کرتہ دونون کا کام دے، ایک صحابی نے رسول اللہ صلعم سے دریافت فرمایا کہ ایک کپڑے مین نماز جائز ہے یا نہین؟ ارشاد ہوا:-

اولکلکم ثوبان[6] کیا تم مین ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہین؟

---

[1] ابوداؤد کتاب اللقطہ [2] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبیؐ [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد، [4] ابوداؤد کتاب الجنائز باب فی الشہید یغسل [5] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ [6] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب جماع ابواب ما یصلی فیہ،

Marfat.com

حضرت عمرو بن سلمہ نہایت صغیر السن صحابی تھے، جن کو حفظ قرآن کی بنا پر اُن کے قبیلہ کے لوگون نے اپنا امام بنایا تھا لیکن اُن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ جب سجدے مین جاتے تھے تو کشف عورت ہو جاتا تھا، ایک صحابیہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ

وارواعنا عورۃ قارئکم — اپنے قاری کی ستر عورت کرو،

اس پر لوگون نے ان کو ایک قمیص خرید دی، قمیص کون سی بڑی چیز تھی؟ لیکن ان کو اس قدر مسرت ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد پھر انھین کبھی ایسی مسرت حاصل نہین ہوئی،

مہاجرین کو کپڑے کی اس قدر تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقۂ درس مین شامل ہوتے تھے تو باہم مل جل کے بیٹھتے تھے، کہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے،

ان بزرگون کے پاؤن مین جوتے نہ تھے، موزے نہ تھے، سر پر ٹوپی نہ تھی، بدن پر کرتہ نہ تھا، چنانچہ ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوے تو تمام صحابہ اسی حالت مین ان کی عیادت کو گئے،

حضرت مصعب بن عمیرؓ جب اسلام نہین لائے تھے نہایت ناز و نعم کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اور نہایت عمدہ جوڑے پہنتے تھے، لیکن ہجرت کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ ایک روز جب رسول اللہ صلعم نے اُن کے بدن پر صرف ایک چادر دیکھی جسمین پوستین کے پیوند لگے ہوے تھے، تو آپ کو ان کی قدیم حالت یاد آ گئی اور چشم عبرت سے آنسو نکل آئے،

لہ ابوداود باب من احق بالامامۃ سے کتاب العلم باب فی القصص سے مسلم کتاب الجنائز باب فی عیادۃ المرضی، سے اصابہ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیر ۵ ترمذی ابواب الزہد، اصابہ مین ہے کہ یہ روایت کسی قدر ضعیف ہے لیکن بخاری کی روایتون مین بھی ان کی غربت و افلاس کا پتہ چلتا ہے،

Marfat.com

عورتون کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہی، لیکن حضرت فاطمہؓ جگر گوشۂ رسولؐ کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ ایک بار اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے سامنے ادب سے جسم کے ہر حصے کو چھپانا چاہا لیکن ناکامیابی ہوئی، سر ڈھکتی تھین تو پاؤن کھُل جاتا تھا، پاؤن ڈھکتی تھین تو سر کھُل جاتا تھا، آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا "کوئی حرج نہین، یہان تو صرف تمھارا باپ اور تمھارا غلام ہے"[1]

بعض عورتون کو چادر بھی میسر نہین تھی، رسول اللہ صلعم نے عورتون کو عیدگاہ مین جانے کی اجازت دی، تو ایک صحابیہ نے کہا کہ "اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے ارشاد ہوا کہ "اُس کو دوسری عورت اپنی چادر اڑھالے"[2]

شادی بیاہ مین دولہن کے لیے غریب سے غریب آدمی بھی اچھا جوڑا بنواتا ہی، لیکن اس زمانہ مین دولہن کو معمولی جوڑا بھی میسّر نہین ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہی کہ "میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی، شادی بیاہ مین جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اسکو مستعار مانگ لیتی تھی"[3] حافظ ابن حجر فتح الباری مین اس حدیث کی شرح مین لکھتے ہین کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد یہ ہے کہ ابتدائے اسلام مین صحابۂ کرام نہایت تنگدست تھے، اس لیے معمولی چیزون کو بھی بڑی چیز سمجھتے تھے،

رومال نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے لیکن صحابۂ کرام کو وہ بھی میسّر تھا، کھانا کھاتے تھے تو رومالون سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے،[4]

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین اگرچہ مال و دولت کی کثرت ہوئی اور متمدن قومون سے

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس باب فی العبد ینظر الی شعر مولاتہ [2] سنن ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین [3] بخاری کتاب الہبۃ باب الاستعارۃ للعروس عند البناء [4] سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب مسح الید بعد الطعام

Marfat.com

اختلاط ہوا، تاہم اُنھون نے اسلام کی اس پر عظمت سادگی کو قائم رکھا، فتوحاتِ ایران کے زمانے مین عام حکم دیا کہ لوگ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین اور حریر نہ پہنین لیکن بعد مین حالت اس قدر بدل گئی، اور وضع ولباس مین ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوگیا کہ ایک دن حضرت ابوہریرہؓ نے کتان کے دو رنگین کپڑے زیب تن کیے، تو ایک سے ناک صاف کرکے کہا کہ "واہ واہ ابوہریرہ آج کتان کے کپڑے سے ناک پونچھتے ہو، حالانکہ ایک دن وہ تھا کہ بھوک کے مارے رسول اللہ صلعم کے منبر اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے بیہوش ہوکر گرتے تھے، لوگ آتے تھے تو گردن پر پانون رکھ کر کہتے تھے کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہوگیا ہے، حالانکہ یہ سب بھوک کی وجہ سے تھا"

یہان تک کہ حضرت عائشہؓ کی جو کرتی دولہن کے لیے عاریۃً جایا کرتی تھی، اسکی نسبت انھون نے ایک صحابی سے کہا، کہ "اب میری لونڈی بھی اسکو پہنتے ہوئے شرمائیگی"

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے مین اور بھی ترقی ہوئی، اور حضرت عمرؓ نے جسن عجمیت سے روکا تھا، ان کے گھر مین اس کے منظر آنے لگے، ایک بار حضرت مقدامؓ ان کے دربار مین حاضر ہوئے، اور کہا کہ آپ جانتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے حریر اور سونے کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے، اور جانورون کی کھال سے روکا ہے، انھون نے کہا "ہان" بولے "لیکن مین یہ تمام چیزین آپ کے گھر مین دیکھتا ہون"[1]

غذا غربت وافلاس کی وجہ سے صحابۂ کرام کی حیات سادہ اور معمولی غذا پر بسر کرتے تھے، ابتدائے اسلام مین تو گویا صحابۂ کرام کو بالکل فاقہ کشی کرنی پڑتی تھی، حضرت عتبہ بن غزوان کا بیان ہے کہ مین ساتوان مسلمان ہون، اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت

[1] ترمذی ابواب الزہد و بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ و ابوداؤد کتاب اللباس باب فی جلود النمور

Marfat.com

کے پتے کھا کھا کر گذر اوقات کرتے تھے، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جبڑے پھٹ پھٹ گئے تھے[1]

اسلام نے قوت حاصل کی تو یہ تکلیفین اگرچہ کم ہوگئین تاہم پھر بھی عرب کی قدیم سادگی قائم رہی، تمام اہل مدینہ کی عام غذا کھجور اور جو تھی، اور جو لوگ دولتمند ہوتے تھے، وہ شام کے غلہ فروشون سے خاص طور پر اپنے لیے میدہ خرید لیتے تھے، باقی تمام گھر جو اور کھجور پر زندگی بسر کرتا تھا[2] جو کا آٹا بھی چھنا ہوا نہین ہوتا تھا، بخاری کتاب الاطعمہ مین ہے کہ صحابہ کے گھرون مین چھلنی نہین ہوتی تھی، جو کا آٹا پیس کر منہ سے پھونک دیتے تھے، بھوسی اڑنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا، اس کو کھا لیتے تھے،

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک یہ سادگی قائم رہی لیکن جب فتوحات کو وسعت ہوئی، متمدن قومون سے اختلاط ہوا، اور صحابہ نے عیش و طرب کے سامان دیکھے تو حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ دنیا کی تروتازگی صحابہ کو اپنا فریفتہ نہ بنالے، اس لیے تمام عمال کو ہدایت کی کہ ایرانیون کی وضع نہ اختیار کرین، حریر نہ پہنین، چھنا ہوا آٹا نہ کھائین، اس لیے ان کے عہد خلافت مین عموماً یہی سادگی قایم رہی، چنانچہ فتوحات ایران کے زمانے مین صحابہ کرام نے میدے کی چپاتیان دیکھین تو پہچان نہ سکے اور تعجب کے لہجے مین کہا، ماھذا الرقاع البیض، یہ سفید ٹکڑے کیسے ہین[3] لیکن بعد کو یہ سادگی فنا ہوگئی اور لطیف غذاؤن کا رواج ہوگیا، چنانچہ ایک بار حضرت حسنؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت جعفرؓ ایک صحابیہ کے پاس جو رسول اللہ صلعم کا کھانا پکاتی تھین آئے، اور کہا کہ ہمارے لیے وہ کھانا پکاؤ، جو رسول اللہ صلعم کو پسند تھا، بولین "اب وہ تمھین پسند نہین آسکتا"[4]

---

[1] شمائل ترمذی باب ماجاء فی عیش النبیؐ [2] ترمذی تفسیر سورہ نساء [3] طبری صفحہ ۲۰۳۵ [4] شمائل ترمذی مع شرح باب ماجاء فی صفۃ ادام رسول اللہ صلعم،

Marfat.com

اس حدیث کی شرح مین لکھا ہی :-

ای لسعة العیش وذھاب ضیقة	یعنی اس لیے کہ اب عیش کے وسامان
الذی کان اولا وقد اعتاد الناس	پیدا ہوگئے ہین اور پہلی تنگدستی زائل ہوگئی
الاطعمة اللذیذة	ہی اور لوگ عمدہ غذاؤن کے خوگر ہوچلے تھے

مکان غربت و افلاس کی وجہ سے صحابہ کرام کے مکانات نہایت مختصر پست اور کم حیثیت ہوتے تھے، ان مین جاے ضرور تک کا وجود نہ تھا[1]، دروازون پر پردے نہ تھے[2]، راتون کو گھرون مین چراغ تک نہین جلائے جاتے تھے[3]، بعد مین اگرچہ اس قدر ترقی ہوئی کہ دروازون پر پردے لٹکائے گئے[4]، لیکن حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ تک عام طور پر عرب کی قدیم سادگی قایم رہی، حضرت عمرؓ نے بھی اگرچہ عرب کی اس سادگی کو اس شدت کے ساتھ قائم رکھنا چاہا کہ جب بصرہ کو آباد کرایا تو عام حکم دیا :-

لایزیدن احدکم علی ثلثة	کوئی شخص تین کمرے سے زیادہ نہ بنائے اور
ابیات ولاتطاولوا فی البنیان	مکان کو بلند نہ بناؤ اور سنت پر قائم رہو تو
والزموا السنة تلزمکم الدولة[5]	تمھاری سلطنت بھی قائم رہیگی،

تاہم لوگون نے ان کے زمانے مین بلند مکانات بنانے شروع کیے اور یہ پہلا دن تھا کہ عرب مین بلند عمارتون کے کنگرے نظر آئے چنانچہ مسند دارمی مین ہے :-

تطاول الناس فی البناء	لوگون نے حضرت عمرؓ کے زمانے مین بلند
فی زمن عمرؓ[6]	عمارتین بنائین،

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی قصة الافک [2] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث، [3] صحیح بخاری کتاب الصلوة باب التطوع خلف المراة [4] ابوداؤد کتاب الادب باب الاستیذان فی العورات الثلاث [5] طبری صفحہ ۲۴۰۰ [6] مسند دارمی باب فی ذہاب العلم صفحہ ۴۴،

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین تمدن نے اور ترقی کی، اس لیے صحابۂ کرام نے عظیم الشان مکانات بنوائے، حضرت زبیرؓ نے بصرہ، مصر، کوفہ اور اسکندریہ مین عمدہ مکانات تعمیر کرائے، حضرت طلحہؓ نے مدینہ مین اینٹ اور چونہ سے پختہ مکان بنوایا اور اس مین ساکھو کی لکڑیان لگوائین، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مقام عقیق مین ایک نہایت بلند، وسیع اور پُر فضا مکان تعمیر کرایا اور اس کے اوپر کنگرے بنوائے؛ حضرت مقدادؓ نے مدینہ مین ایک مکان بنوایا جس کی دیوارین بالکل پختہ تھین[1]۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ مین اور بھی ترقی ہوئی، انھون نے ایک عظیم الشان محل بنوایا، جس کا نام قصر بنی حدیلہ تھا، اور جو قلعہ کا بھی کام دے سکتا تھا[2]،

سامان آرایش صحابیات نہایت معمولی لباس اور سادہ زیورات استعمال کرتی تھین، احادیث کی کتابون کے تتبع و استقرار سے صرف بازو بند، کڑے بالی، ہار، انگوٹھی اور چھلے کا پتہ چلتا ہے، لونگ کا ہار بھی پہنتی تھین، جس کو عربی مین سخاب کہتے ہین، حضرت عائشہؓ کا جو ہار ایک سفر مین گم ہو گیا تھا وہ مہرۂ یمانی کا تھا[3]،

صحابیات سرمہ اور مہندی کا استعمال بھی کرتی تھین، زچہ خانہ سے نکلتی تھین تو منہ پر ورس (ایک قسم کی سرخ گھاس کا نام ہی) کا غازہ ملتی تھین، کہ چہرے کے داغ مٹ جائین[4]، خوشبو مین (مسک ایک قسم کی خوشبو ہی جو مانگے پر لگائی جاتی ہے) پیشانی پر لگاتی تھین،

زہد و تقشف فتوحات کی وسعت اور مال و دولت کی کثرت نے اگرچہ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہی، صحابۂ کرام کی قدیم طرز معاشرت مین بہت کچھ تغیر پیدا کر دیا تھا، تاہم اکثر صحابہؓ نہایت زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ امارت پسندی

---

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۵ [2] بخاری کتاب الوصایا باب من تصدق الی وکیلہ مع فتح الباری [3] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب التیمم [4] ایضاً باب ما جاء فی وقت النفاس، [5] ایضاً کتاب المناسک باب ما یلبس المحرم،

Marfat.com

سے اس قدر احتراز کرتے تھے ایک بار انھون نے کسی سے پانی مانگا، اور وہ شیشے کے کے پیالے مین لایا تو پینے سے انکار کردیا، پھر لکڑی کے پیالے مین لایا تو پیا، اس کے بعد وضو کے لیے پانی طلب کیا، وہ طشت مین لایا تو وضو کرنے سے انکار کردیا، دوبارہ مشکیزے مین لایا تو وضو کیا، وہ زہد و قناعت کی وجہ سے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھاتے تھے، ایک بار ان کو کسی نے جوارش دی اور کہا کہ یہ کھانا ہضم کرتی ہے"، بولے "مین تو مہینون پیٹ بھر کھانا نہین کھاتا مجھے اس کی کیا ضرورت ہے" حمام بھی اس لیے نہین جاتے تھے کہ وہ عیش پسندی کی ایک صورت ہے[1]،

ایک بار حضرت ابو جحیفہ[2] عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہ صلعم کے سامنے ڈکار لی، آپ نے فرمایا :-

اکثرھم شبعا فی الدنیا اکثرھم جوعا یوم القیامۃ،	جن لوگون کا پیٹ دنیا مین جس قدر زیادہ بھرا گیا، اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہین گے

اس کے بعد آپ نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا، رات کو کھاتے تھے تو دن کو بھوکے رہتے تھے، اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے[3]،

زہد و تقشف کی وجہ سے بعض صحابہ گھر تک بنانا پسند نہین کرتے تھے، حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے لیے گھر نہین بنایا تھا، بلکہ دیوارون اور درختون کے سایے مین پڑے رہتے تھے، ایک بار ایک شخص نے گھر بنانے پر اصرار کیا تو پہلے راضی نہین ہوئے، راضی بھی ہوئے تو ایسے تنگ اور پست گھر پر کہ جب کھڑے ہون تو چھت سے سر

---

[1] طبقات ابن سعد ذکر زہد عمر و ابن العاص و ابن ابی جحیفہ

ٹنگ جائے، اور پاؤن پھیلائین، تو انگلیان دیوار تک پہنچ جائین[1]، گھر مین سامان نہایت مختصر رکھتے تھے یعنی صرف صرف ایک پیالہ اور ایک لوٹا لیکن اس کو بھی وہ زُہد و تقشف کے خلاف سمجھتے تھے. چنانچہ ایک بار بیمار ہوئے تو ان چیزون کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ہم سبھون کو وصیت فرمائی تھی کہ دنیا سے صرف اس قدر لینا جتنا ایک مسافر زاد راہ کیلیے لیتا ہے، حالانکہ ہمارے پاس یہ سامان ہین[2]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر کے کل سامان کی قیمت سو درہم سے بھی کم تھی[3] حضرت ابوذرؓ کے گھر کا سامان دو درہم سے زیادہ قیمت کا نہ تھا[4]، ایک روز کچھ لوگ حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ ہو لیے اندر جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھر نہایت بوسیدہ ہے، اور خود ان کا اوڑھنا بچھونا پھٹا پڑا ہے[5]،

صحابہ کرام باوجود استطاعت کے وضع و لباس نہایت زاہدانہ رکھتے تھے، ایک بار ایک شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، بولین" ذرا ٹھہر جاؤ مین اپنا کپڑا سی لون" اس نے کہا" اگر مین لوگون کو اس کی خبر کردون تو لوگ آپ کو بخیل سمجھین گے" بولین" جو لوگ پرانا دھرانا نہین پہنتے، اُن کو نیا کپڑا نصیب نہ ہوگا[6]" ایک بار حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ام الدرداءؓ کی ملاقات کو آئے، بدن پر صرف ایک کمل اور اونچا پائجامہ تھا، لوگون نے کہا" آپ نے صورت کیون بگاڑ رکھی ہے"، بولے" نیکی صرف آخرت کی نیکی ہے[7]"، ان کے پاس صرف ایک عبا تھی جس کا ایک حصہ بچھاتے تھے اور ایک حصہ پہنتے تھے[8]، ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ایک چادر

---

[1] اسد الغابہ ترجمہ حضرت سلمان فارسیؓ [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت سلمان فارسی [3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [4] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوذر غفاریؓ [5] ابوداؤد ابواب تفریع شہر رمضان باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، [6] ادب المفرد باب الرفق فی المعیشۃ [7] ادب المفرد باب الزیارۃ، [8] اسد الغابہ ترجمہ حضرت سلمان فارسیؓ

Marfat.com

اڑھادی، سو کر اُٹھے، اور اس کے ریشمی بیل بوٹے دیکھے تو کہا کہ "اگر یہ نہ ہوتے تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ تھا"[1] حضرت فضالہ بن عبیدؓ اگرچہ مصر کے گورنر تھے لیکن پریشان حال اور برہنہ پا رہتے تھے، ایک دن کسی نے اُن سے پوچھا کہ آپ پریشان حال کیوں ہیں؟ بولے "ہم کو رسول اللہ صلعم نے زیادہ ناز و نعم ... کی زندگی بسر کرنے سے منع فرمایا ہے" پاؤں پر نگاہ پڑی تو بولا "آپ برہنہ پا کیوں ہیں؟" بولے "آپ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ کبھی کبھی برہنہ پا رہیں"[2]

مال و دولت دنیا کی سب سے زیادہ دلفریب چیز ہے، اخیر میں صحابہ کرام کے آگے اگرچہ دنیا نے اپنا خزانہ اُگل دیا، لیکن انھوں نے اس آبِ رواں سے اپنا دامن تر نہیں کیا، حضرت سعید بنؓ عامر حمص کے گورنر تھے، لیکن جو کچھ وظیفہ ملتا تھا، سب صرف کر دیتے تھے اور خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے، ایک بار حضرت عمرؓ حمص میں آئے اور حکم دیا کہ یہاں کے محتاجوں کا نام لکھا جائے، فہرست پیش ہوئی تو اس میں حضرت سعید بن عامرؓ کا نام بھی تھا نام دیکھ کر تعجب سے پوچھا "کون سعید بن عامر؟" لوگوں نے کہا کہ "ہمارے گورنر" بولے "تمہارا گورنر کیونکر محتاج ہو سکتا ہے" ان کا وظیفہ کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ "سعید" حضرت عمرؓ سے ان کی یہ حالت سنی تو رو پڑے اور ان کے پاس ہزار اشرفیوں کا توڑا بھجوایا۔ انھوں نے اشرفیاں دیکھیں تو انا للہ پڑھنے لگے، بی بی نے گھبرا کر پوچھا "کیا امیر المومنین کی شہادت ہوئی؟ کیا قیامت کی کوئی نشانی ظاہر ہوئی؟" بولے "اس سے بھی بڑھکر واقعہ پیش آیا، میرے پاس دنیا آئی، میرے پاس فتنہ آیا" بی بی نے کہا "تو اس کو صرف میں لائیے" انھوں نے اشرفیوں کو اُٹھا کر ایک توبڑے میں

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت عبداللہ بن عمرؓ [2] ابوداؤد کتاب الترجل،

Marfat.com

رکھ دیا، اور صبح کو ایک فوج کو دے ڈالا، بی بی نے کہا "کچھ تو اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیتے"، بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ اگر جنت کی ایک حور بھی دنیا مین آجائے تو زمین مشک کی خوشبو سے معطر ہوجائے، اور ان مین اس پر کسی چیز کی کو ترجیح نہین دے سکتا"[1]

جو صحابہ مال و دولت جمع کر لیتے تھے، ان کو بھی اس پر افسوس ہوتا تھا حضرت ابو ہاشم بن عتبہؓ مبتلاے طاعون ہوئے تو حضرت امیر معاویہؓ عیادت کو آئے، وہ ان کو دیکھ کر رونے لگے، بولے "کیا مرض کی تکلیف ہے، یا دنیا کے چھوڑنے کا قلق ہے"، فرمایا "کچھ نہین مجھے رسول اللہ صلعم نے ایک وصیت فرمائی تھی، کاش مین اس پر عمل کرتا آپ نے فرمایا تھا کہ شاید تم کو اس قدر مال ہاتھ آئے جو ایک قوم پر تقسیم کیا جائے، لیکن تم اس مین سے صرف ایک خادم اور ایک سواری پر قناعت کرنا، مجھے وہ مال ملا اور مین نے اس کو جمع کیا"[2]

بعض صحابہ امرا و عمال کے تعلقات کو زہد و تقشف کے خلاف سمجھتے تھے اور ان سے نہایت بے نیازی کے ساتھ ملتے تھے، ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے بھائی بھائی کہہ کر لپٹ گئے، وہ جس قدر لپٹتے تھے، حضرت ابو ذرؓ ان کو اپنے پاس سے ہٹاتے تھے، اور کہتے تھے کہ مین تمھارا بھائی نہین ہون، بھائی اس وقت تھا جب تم عامل نہین ہوئے تھے"[3]

حضرت بنیط بن شریطؓ ایک صحابی تھے، ایک بار ان سے ان کے بیٹے نے کہا

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حضرت سعید بن عامرؓ، اسد الغابہ مین ان کے زہد کے اور بھی بعض واقعات لکھ کر لکھا ہے کہ "اخبارہ عجیبۃ فی زہدہ لا نطول بذکرہا"، [2] نسائی کتاب الزینۃ باب اتخاذ الخاتم والرکب، [3] طبقات ابن سعد تذکرۂ حضرت ابو ذرؓ۔

Marfat.com

اگر آپ بادشاہ وقت کے پاس جاتے تو آپ کو بھی فائدہ پہنچتا، اور آپ کی بدولت آپ کی قوم بھی فائدہ اٹھاتی"، بولے "لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں ان کی صحبت مجھے دوزخ میں نہ دھکیل دے[1]"

اپنا کام خود کرنا صحابۂ کرام اپنا کام کاج خود کرتے تھے، اور اس کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے، حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں :-

کنا مع رسول اللہ صنعۃ خدام	ہم سب رسول اللہ کے ساتھ کام کرنے خادم تھے
انفسنا نتناوب الرعایۃ رعایۃ ابلنا[2]	اور باری باری اپنے اونٹ چراتے تھے،

حضرت عمرؓ خود اپنے اونٹوں کی جوئیں نکالتے تھے[3]،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی اونٹنیوں کو چارہ کھلاتے تھے، اور آٹا گھول کر پلاتے تھے[4]،

ایک بار حضرت عثمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی مدعو کیے گئے، ان کے پاس آدمی آیا تو دیکھا کہ خود اپنے ہاتھ سے اونٹوں کے لیے پیاں جھاڑ رہے ہیں[5]،

ایک بار ایک شخص حضرت ابوذر غفاریؓ کے مکان پر گئے اور ان کی بی بی سے پوچھا، وہ کہاں ہیں؟ بولیں کام دھندے پر گئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ اونٹ پر مشک لادے ہوئے آرہے ہیں[6]، ایک بار وہ مشک لیے آرہے تھے، ایک شخص نے پوچھا آپ کے کوئی اولاد نہیں ہے؟ بولے "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جس

---

[1] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت بنیط بن شریطؓ [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب مایقول الرجل اذا توضأ
[3] موطائے امام مالک کتاب الحج باب مایجوز للمحرم ان یفعلہ، [4] ایضاً کتاب الحج باب القرآن فی الحج [5] ابوداؤد کتاب المناسک باب لحم الصید للمحرم، [6] ادب المفرد باب من قدم الی ضیفہ طعاما فقام یصلی،

Marfat.com

مسلمان کے تین لڑکے مرجاتے ہین، خدا اس کو جنت دیتا ہے[1]"

ایک بار رسول اللہ صلعم فقر و فاقہ مین مبتلا ہو گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو ایک یہودی کے باغ مین آئے، اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے، اور ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا، یہودی نے سترہ کھجورین دین، ان کو لیکر خدمت مبارک مین حاضر ہوئے، اور ایک صحابی اسی طرح تقریباً دو صاع کھجور کما کر لائے، اور آپ کی خدمت مین پیش کیا[2]،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر مین ہوتے تھے تو جو کام خود کر سکتے تھے، اس کو کسی دوسرے سے متعلق نہین کرتے تھے[3]،

حرمتِ خمر کے بعد بعض صحابہ نے جو سرد ملک کے رہنے والے تھے، آپ کی خدمت مین عرض کی کہ "یا رسول اللہ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہین اور سخت مشقت طلب کام کرتے ہین اس لیے گیہون کی شراب استعمال کرتے ہین؟" آپ نے فرمایا "کیا وہ نشہ آور بھی ہے؟" بولے "ہان" فرمایا "اس کو چھوڑ دو[4]"

غسل جمعہ کے وجوب کا سبب صرف یہ ہے کہ

کان الناس مجھودین یلبسون الصوف	صحابۂ کرام سخت تنگدست تھے، کمل کے
ویعملون علی ظھورھم وکان مسجدھم	کپڑے پہنتے تھے، اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے
ضیقا مقاربا لسقف انما ھو عریش	تھے، ان کی مسجد نہایت تنگ تھی چھت
فخرج رسول اللہ صلعم فی یوم حار	پست تھی، یعنی اوپر صرف چھپر تھا، ایک روز
وعرق الناس فی ذلک الصوف حتی	آنحضرت صلعم نماز جمعہ کے لیے برآمد ہوئے

[1] ادب المفرد باب فضل من مات لہ ولد [2] سنن ابن ماجہ ابواب الرہون باب الرجل یستقی کل دلو بتمرۃ بشرط جلدۃ
[3] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابن عمرؓ [4] ابوداؤد کتاب الاشربہ باب النہی عن المسکر

Marfat.com

ثارت منتهم رياح اذى ذلك	دن نہایت گرم تھا لوگون کو کمل کے
بعضهم بعضا فلما وجد رسول الله	کپڑون مین پسینہ آیا، اور اسقدر بو پھیلی
صلعم تلك الريح قال ايها الناس اذا	کہ سب کو تکلیف ہوئی، آپ کو بدبو کا
كان هذا اليوم فاغتسلوا	احساس ہوا تو فرمایا کہ جب یہ دن آئے
وليس احدكم افضل مايجد من	تو غسل کرلیا کرو، اور جہان تک ممکن ہو
دهنه وطيبه[1]	عمدہ تیل اور عمدہ خوشبو لگاؤ،

صحابیات خانہ داری کے کامون کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھین اور اس مین سخت سے سخت تکلیفین برداشت کرتی تھین، حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین صاحبزادی تھین، لیکن چکی پیتے پیتے ہاتھ مین چھالے پڑگئے تھے، مشکیزون مین پانی لاتے لاتے سینہ داغدار ہوگیا تھا، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہوگئے تھے،

حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھین اور ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر مین کچھ نہ تھا، حضرت اسماءؓ خود اس گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھین، حضرت ابوبکرؓ نے گھوڑے کی سائیسی کے لیے ایک غلام بھیجا تو انھون نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر کے دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماءؓ وہان جاتین اور وہان سے کھجور کی گٹھلیان اپنے سر پر لاتین اور ان کو کوٹ کر ان کی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتین۔ گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتین، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتین، آٹا گوندھتین،

[1] ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الرخصۃ فی ترک الغسل یوم الجمعہ [2] ایضاً کتاب الخراج والامارۃ باب فی فی بیان مواضع قسم الخمس وسہم ذی القربیٰ [3] مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المرأۃ الاجنبیۃ اذا اعیت فی الطریق،

Marfat.com

ازواج مطہرات گھر کا کام دھندا خود کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہؓ کی باری تھی، جَو پیسے، اس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا، آپ کے آنے میں دیر ہوگئی تو سو گئیں، آپ آئے تو جگایا،[1]

ذرائع معاش

مورخین یورپ کا خیال ہے کہ اسلام کے بعد صحابہ کرام کی معاش کا تمام تر دارومدار صرف مالِ غنیمت پر رہ گیا تھا، لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم الشان تاریخی غلطی ہے مہاجرین و انصار اسلام کے نظامِ ترکیبی کے اصلی عنصر تھے، اور ان دونوں نے ابتدا ہی سے الگ الگ ذریعہ معاش اختیار کر لیا تھا، مہاجرین تجارت اور انصار کھیتی باڑی کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت ابوہریرہؓ پر کثرتِ روایت کا الزام لگایا گیا، تو انھوں نے اس کی یہی وجہ بتائی :-

ان اخوتی من المهاجرین کان یشغلهم الصفق بالاسواق وکنت الزم رسول الله صلعم علیٰ ملاء بطنی فاشهد اذا غابوا واحفظ اذا نسوا وکان یشغل اخوتی من الانصار عمل اموالهم وکنت امرءً مسکینا من مساکین الصفة اعی حین ینسون

(بخاری کتاب البیوع)

میرے بھائی مہاجرین تجارتی کاروبار میں مصروف رہتے تھے، اور میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ہر وقت موجود رہتا تھا، اس لیے جب وہ غائب ہوتے تھے تو میں حاضر ہوتا تھا، جب وہ بھول جاتے تھے تو میں یاد کرتا تھا اور میرے بھائی انصار کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہتے تھے اور میں مساکین صفہ میں سے ایک مسکین تھا، اس لیے جب وہ لوگ بھول جاتے تھے تو میں آپ کے اقوال کو یاد کر لیتا تھا۔

[1] ادب المفرد باب لا یوذی جارہٗ

Marfat.com

ایک بار حضرت ابو موسیٰ خدریؓ نے ایک موقع پر رسول صلعم کے ارشاد کا حوالہ دیا، اور حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کرنا چاہی اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے اس کی تصدیق کی، تو حضرت عمرؓ نے خود معذرت کی،

اخفی علی هذا من امر رسول الله — مجھ پر رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد اس لیے مخفی
صلعم الهانی الصفق بالاسواق[1] — رہا کہ تجارتی کاروبار نے مجھ کو مشغول کر لیا تھا

حضرت ابوبکرؓ نے جب بیت المال سے وظیفہ لینا چاہا تو اس کی وجہ یہ بیان کی:-

لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز — میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل و
عن مؤنة اهلی وشغلت بامر — عیال کی معاش کے لیے کافی تھا، لیکن
المسلمین فسیاکل ال ابی بکر — اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا
من هذا المال[2]۔ — ہوں، اس لیے میرے اہل و عیال بیت المال
سے وجہ معاش لیں گے۔

حضرت عثمانؓ حضرت ربیعہ بن حارث کی شرکت میں تجارت کرتے تھے[3]
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد
ابن الربیع کے ساتھ ان کی مواخات کرا دی اس بنا پر حضرت سعدؓ نے مال میں سے
اُن کو نصف دینا چاہا، لیکن انھوں نے کہا "یہ مال تم کو مبارک مجھے کوئی تجارتی بازار بتا دو"
انھوں نے سوق قینقاع کا راستہ بتا دیا، وہاں جا کر انھوں نے پنیر اور گھی کی تجارت
شروع کر دی اور چند ہی دنوں میں اس قدر فائدہ ہوا کہ شادی کرنے کے قابل ہو گئے[4]
اسلام سے پہلے عرب میں جو بازار قائم تھے، مثلاً عکاظ، ذوالمجنہ، ذوالمجاز، حباشہ

[1] بخاری کتاب البیوع باب الخروج فی التجارۃ [2] ایضاً باب کسب الرجل وعملہ بیدہ [3] اسد الغابہ تذکرہ حضرت ربیعہ بن حارث [4] بخاری کتاب البیوع باب قول اللہ تبارک وتعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ

Marfat.com

اسلام کے بعد بھی انکی رونق تقریباً ایک صدی تک قائم رہی[1]، لیکن یہ بازار چونکہ عموماً زمانۂ حج مین لگتے تھے، اس لیے اوّل اول صحابۂ کرام نے ان مین تجارت کرنا حرمت حج کے خلاف سمجھا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندون کو اپنے فضل و برکت سے کیونکر محروم کرسکتا تھا، چنانچہ وحی آسمانی نے صحابۂ کرام کو ان بازارون مین تجارت کی عام اجازت عطا فرمائی۔

لیس علیکم جناحٌ ان تبتغوا	زمانۂ حج مین تجارت کرنا تمھارے
فضلاً من ربکم[2]	لیے کوئی گناہ کا کام نہین،

ان بازارون کے علاوہ خود عہد اسلام مین بعض نئے بازار قائم ہوئے، چنانچہ خود رسول اللہ صلعم نے مدینہ منورہ مین ایک جدید بازار قائم کیا، جس مین کوئی تجارتی محصول نہین لیا جاتا تھا[3]،

حضرت صخرؓ بہت بڑے تاجر تھے اور چونکہ رسول اللہ صلعم نے دعا فرمائی تھی،

اللھم بارک لامتی فی	خداوندا میری امت کو صبح کے وقت
بکورھا،	مین برکت دے،

اس لیے وہ ہمیشہ اپنے سامان تجارت کو صبح کے سویرے روانہ فرماتے تھے اور معقول نفع اٹھاتے تھے[4]،

حضرت ابوبکرؓ اکثر اپنا مال تجارت لیکر بصرہ جایا کرتے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی وفات سے ایک سال پیشتر مال تجارت لیکر بصرے کو گئے تھے[5]،

حضرت عمرؓ نے ایران سے تجارتی تعلقات قائم کئے تھے، چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلعم

---

[1] فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۴۳، ۴۴ و ۴۷ مین ان بازارون کے تاریخی حالات بہ تفصیل مذکور ہین [2] بخاری کتاب البیوع باب ما جاء فی قول اللہ تبارک و تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض الخ [3] فتوح البلدان صفحہ ۲ [4] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الابکار فی السفر [5] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب المزاح،

Marfat.com

نے ان کو ان کو ایک ریشمی جبہ عنایت کیا، اور انھون نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ
مین یہ نہین کہتا کہ اس کو پہنو، اس کو ارض فارس مین بھیج دو تمھین مالی فائدہ حاصل ہوگا،
حضرت عطارد تیمیؓ ایک صحابی تھے جو عموماً سلاطین کے دربار مین (غالباً
تجارتی تعلقات سے) حاضر ہوتے تھے اور فائدہ اُٹھاتے تھے، ایک بار وہ ایک
ریشمی جوڑا لائے، اور حضرت عمرؓ نے اس کو بازار مین دیکھا تو فرمایا "یا رسول اللہ آپ
اس کو خرید لیجیے، اور جب وفود عرب آئین تو اسی کو پہن کر اُن کے سامنے بیٹھیے[2]"
غرض صحابہ کرام کا تجارتی ذوق اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ وہ اس کے سوا کوئی دوسرا
ذریعۂ معاش پسند ہی نہین کر سکتے تھے، حکومت کی وظیفہ خواری ایک ایسا لقمۂ تر ہے
جس کے تصور سے بھی ایشیائی مذاق کے منہ مین پانی بھر آتا ہے، لیکن صحابۂ کرام مین جو
لوگ تجارت کی برکات سے واقف تھے، وہ عرب کو اس کا خوگر بنانا پسند نہین کرتے تھے،
چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المال سے تمام مسلمانون کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا تو حضرت
ابوسفیان بن حربؓ نے فرمایا :-

ادیوان مثل دیوان بنی الاصفر	کیا رومیون کے طرح ان کے نام بھی درج
انک فرضت للناس	رجسٹر ہون گے، اگر آپ نے لوگون کے
اتکلوا علی الدیوان وترکوا	وظائف مقرر کیے تو وہ اُس پر اعتماد کر لین گے
التجارۃ[3]	اور تجارت کو چھوڑ دین گے،

مہاجرین کا مخصوص پیشہ اگرچہ تجارت تھا، تاہم مدینہ مین آکر وہ بھی رفتہ رفتہ

[1] مسند جلد ۴ صفحہ ۳۴۴، لیکن اس حدیث سے قطعی طور پر یہ ثابت نہین ہوتا کہ ایران سے ان کے
تجارتی تعلقات تھے کیونکہ دوسرے تاجرون کے ذریعہ سے بھی یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا [2] مسلم
کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذہب والفضۃ [3] فتوح البلدان صفحہ ۴۶۳

Marfat.com

کھیتی باڑی مین مصروف ہوگئے، چنانچہ جب اول اول مہاجرین مدینہ مین آئے تو انصار نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین درخواست کی کہ ہمارے نخلستان ہمارے بھائی مہاجرین کے درمیان تقسیم فرما دیجیے، لیکن آپ نے انکار فرمایا، پھر انھون نے کہا کہ وہ محنت مزدوری مین حصہ لین ہم اُن کو پیداوار مین شریک کرلین گے، تمام مہاجرین نے اس کو بخوشی منظور کرلیا[1]۔ بعد مین انصار نے اپنے کھیت بٹائی پر دینا شروع کیے تو عموماً تمام مہاجرین نے زراعت کو اپنا پیشہ بنالیا، صحیح بخاری مین ہے :-

مابالمدینة اهل بیت هجرة الا	مدینہ مین مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو
یزرعون علی الثلث والربع	تہائی یا چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو،

حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اسی طرح کھیتی کرتے تھے[2]،

لیکن صحابہ کرام کی معاش صرف زراعت و تجارت ہی پر موقوف نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو کسبِ حلال کی توفیق عطا فرمائی تھی، اس لیے جس پیشے سے رزقِ طیب حاصل ہوسکتا تھا، اس کے اختیار کرلینے مین ان کو کسی قسم کا ننگ و عار نہ تھا، خود حضرت سودہؓ طائف کا ادیم بناتی تھین اور اس کی وجہ سے ان کی مالی حالت تمام ازواجِ مطہرات سے بہتر تھی[3]،

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ مدائن کے گورنر تھے، تاہم چٹائی بُن کر وجہِ معاش پیدا کرتے تھے[4]،

---

[1] بخاری ابواب الحرث والمزارعة باب اذا قال اکفنی مؤنة النخل [2] صحیح بخاری ابواب الحرث والمزارعة بالشطر ونحوہ [3] اسد الغابہ تذکرہ خلیفہ [4] استیعاب تذکرہ حضرت سلمان فارسیؓ،

Marfat.com

بعض صحابہ محنت مزدوری پر اپنی اوقات بسر کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ سے مصافحہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے ہاتھ میں [illegible] کیسے ہیں؟ بولے "پتھر پھاوڑا چلاتا ہوں، اور اس سے اپنے اہل وعیال کے لیے روزی پیدا کرتا ہوں" آپ نے اُن کے ہاتھ چُوم لیئے،[1]

بعض صحابہ شہد کی مکھیوں کی نگہداشت کرتے تھے، اور اُن سے شہد پیدا کرتے تھے، چنانچہ ایک صحابی نے ایک جنگل رسول اللہ صلعم سے اپنے لیے مخصوص کرالیا تھا اس سے شہد پیدا کرتے تھے اور اس کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے، یہ جنگل حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک اُن کے قبضے میں رہا، ایک قبیلے کیلیے آپ نے اسی قسم کے دو جنگل مخصوص کردیئے تھے، اور وہ اس کی زکوٰۃ دیتے تھے،[2]

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ سعد الانصاریؓ [2] ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ العسل،

اس کتاب کے جملہ حقوق نقل وترجمہ دارالمصنفین کے حق میں محفوظ ہیں، تحریری اجازت
کی اجازت کے بغیر کوئی اقدام نہ فرمایا جائے،

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com